قادیانی فتنہ

اور

ملّتِ اسلامیہ کا موقف

پاکستانی قومی اسمبلی میں مرزائیوں کے بارے میں اُمّتِ مُسلمہ کا بیان
جس کے بعد اسمبلی نے متفقہ طور پر اُنہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا

مُرتّبہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ
مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (القرآن الکریم)

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ (حدیث نبوی)

قادیانی فتنہ
اور
ملتِ اسلامیہ کا موقف

قومی اسمبلی پاکستان میں قادیانیوں کے بارے میں ملتِ اسلامیہ کا بیان،
جس پر قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا

مرتبہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

(Quranic Studies Publishers)

جملہ حقوقِ طباعت بحق مکتبۂ معارف القرآن کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خضر اشفاق قاسمی

طبع جدید : شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ - مئی ۲۰۱۵ء

مطبع : احمد برادرز پرنٹنگ پریس

ناشر : مکتبۂ معارف القرآن کراچی

(Quranic Studies Publishers)

فون : (92-21) 35031565, 35123130

ای میل : info@quranicpublishers.com

mm.q@live.com

ویب سائٹ : www.maktabamaarifulquran.com

ONLINE SHARIAH

www.SHARIAH.com

ہر قسم کی دینی کتب کی آن لائن خریداری کے لیے
درج بالا ویب سائٹ پر سہولت موجود ہے۔

ملنے کے پتے

- ادارۃ المعارف، جامعہ دارالعلوم کراچی۔
- دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔
- بیت القرآن، اردو بازار، کراچی۔
- ادارہ اسلامیات، ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔
- بیت العلوم، ۲۰، نابھہ روڈ، لاہور۔

- Azhar Academy Ltd.,
  54-68, Little Ilford Lane,
  Manor Park-London E-12, 5QA, U.K.
  Ph : +44-20-8911-9797

- Darul Uloom Al-Madania,
  182, Sobieski Street Buffalo,
  NY, 14212-U.S.A

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
پیش لفظ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	۱۱
پس منظر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب	۱۴
عرضِ ناشر	۲۱
قرارداد	۲۹
محرکینِ قرارداد	۳۰
حصہ اوّل	
عقیدۂ ختمِ نبوّت اور مرزائی	۳۲
مرزا صاحب کے درجہ بدرجہ دعوے	۳۷
مرزا صاحب کا آخری عقیدہ	۳۹
غیر تشریعی نبوّت کا افسانہ	۴۰
مرزا صاحب کا دعوائے نبوّتِ تشریعی	۴۰
ختمِ نبوّت میں کوئی تفریق نہیں	۴۲
ظلّی اور بروزی نبوّت کا افسانہ	۴۶
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ	۴۷
مرزا صاحب پچھلے نبیوں سے افضل	۴۸

عنوان	صفحہ نمبر
خاتم النبیین ماننے کی حقیقت	۵۰
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل	۵۱
ہر شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ سکتا ہے	۵۴
دعوائے نبوت کا منطقی نتیجہ	۵۵
خود مرزائیوں کا عقیدہ کہ وہ الگ ملت ہیں	۵۸
مرزا غلام احمد صاحب کی تحریریں	۵۸
مرزائی خلیفۂ اوّل حکیم نورالدین کے فتوے	۶۲
خلیفۂ دوم مرزا محمود احمد کے فتاویٰ	۶۳
مرزا بشیر احمد، ایم اے کے اقوال	۶۴
محمد علی لاہوری صاحب کے اقوال	۶۵
مسلمانوں سے عملی قطع تعلق	۶۶
غیر احمدی کے پیچھے نماز	۶۷
غیر احمدیوں کے ساتھ شادی بیاہ	۶۷
غیر احمدیوں کی نمازِ جنازہ	۶۸
قائدِ اعظم کی نمازِ جنازہ	۶۹
خود اپنے آپ کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ	۷۰
مرزائی بیانات کے بارے میں ایک ضروری تنبیہ	۷۱
لاہوری جماعت کی حقیقت	۷۴
لاہوری جماعت کا حلفیہ بیان	۷۶
قادیان اور لاہور کی جماعتوں میں کوئی فرق نہیں	۷۸

عنوان	صفحہ نمبر

نبی نہ ماننے کی حقیقت ۷۹

تکفیر کا مسئلہ ۸۴

لاہوری جماعت کی وجوہِ کفر ۸۸

حصہ دوم

مرزائی نبوت کی جھلکیاں ایک نظر میں ۹۰

مرزائیوں کی مزید کفریات اور گستاخیاں ۹۱

اللہ تعالیٰ کے بارے میں ۹۱

قرآنِ کریم کی تحریف اور گستاخیاں ۹۲

مرزائی ''وحی'' قرآن کے برابر ۹۶

انبیاء علیہم السلام کی توہین ۹۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ۱۰۰

صحابہؓ کی توہین ۱۰۱

اہلِ بیتؓ کی توہین ۱۰۲

شعائرِ اسلامی کی توہین ۱۰۳

مرزا صاحب کے چند اِلہامات ۱۰۴

مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں ۱۰۹

محمدی بیگم سے نکاح ۱۰۹

آتھم کی موت کی پیشین گوئی ۱۱۲

''قادیان میں ماتم'' ۱۱۳

تمہی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟ ۱۱۵

عنوان	صفحہ نمبر

علماء کو گالیاں ۱۱۵

مسلمانوں کو گالیاں ۱۱٦

حصہ سوم

عالمِ اسلام کا فیصلہ ۱۱۸

فتاویٰ ۱۱۸

پاکستان کے ۳۳ علماء کا مطالبہ ترمیم ۱۱۹

رابطۂ عالمِ اسلامی کی قرارداد ۱۲۱

ترجمۂ قرارداد ۱۲۳

عدالتوں کے فیصلے ۱۲۵

فیصلہ مقدمۂ بہاولپور ۱۲۵

مدراس ہائی کورٹ وغیرہ کے فیصلے کا جواب ۱۲۸

فیصلہ مقدمۂ راولپنڈی ۱۳۰

مقدمہ جیمس آباد کا فیصلہ ۱۳۱

ماریشس سپریم کورٹ میں سب سے بڑا مقدمہ ۱۳۲

مصورِ پاکستان علامہ اقبال کی رائے ۱۳۴

حصہ چہارم

ضمیمہ: بعض مرزائی مغالطے، چند شبہات کا اِزالہ ۱۳۸

کلمہ گو کی تکفیر کا مسئلہ ۱۳۸

عنوان	صفحہ نمبر

مسلمانوں کی باہم تکفیر کے فتوے اور اُن کی حقیقت ۱۴۲

دو روایتیں ۱۴۶

قرآنِ کریم کی ایک آیت ۱۵۳

بعض صوفیاء کے غلط حوالے ۱۵۵

دین میں اقوالِ سلف کی حقیقت ۱۵۵

مرزائی مذہب میں اقوالِ سلف کی حقیقت ۱۵۶

صوفیائے کرام کا اُسلوب ۱۵۷

مجدد الف ثانیؒ کی عبارت میں مرزا کی صریح تحریف ۱۶۰

مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۱

شیخ ابنِ عربیؒ اور شیخ شعرانیؒ ۱۶۲

حصہ پنجم

مرزائیت کی اِسلام دُشمنی ایک نظر میں ۱۶۴

سیاسی پس منظر ۱۶۵

یورپی اِستعمار اور مرزائیت ۱۶۵

اٹھارھویں صدی کا نصفِ آخر اور یورپی استعمار ۱۶۶

انگریز اور برِصغیر ۱۶۷

مرزا صاحب کے نشوونما کا دور اور عالمِ اسلام کی حالت ۱۶۸

ایک حواری نبی کی ضرورت ۱۶۹

سامراجی ضرورتیں ..... مرزا صاحب اور اُن کا خاندان ۱۶۹

عنوان	صفحہ نمبر

حصہ ششم

اِسلام کے ایک قطعی عقیدہ ''جہاد'' کی تنسیخ ۱۷۳

مرزائی تأویلات کی حقیقت ۱۷۷

اسلامی جہاد منسوخ مگر مرزائی جہاد جائز ۱۸۳

مرزا غلام احمد اور مرزائیوں کی تبلیغی خدمات کی حقیقت ۱۸۵

تصنیفی ذخیرہ ۱۸۸

حصہ ہفتم

مرزائیت اور عالمِ اسلام ۱۸۹

اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے ۱۸۹

سامراجی عزائم کی تکمیل ۱۹۰

عراق و بغداد ۱۹۰

فتحِ عراق کے بعد پہلا مرزائی گورنر ۱۹۱

مسئلۂ فلسطین اور قیامِ اِسرائیل سے لے کر اَب تک ۱۹۲

اسرائیلی مشن ۱۹۶

اسرائیل مشن ۱۹۸

مرزائیت اور یہودیت کا باہمی اِشتراک ۲۰۱

خلافتِ عثمانیہ اور ترکی ۲۰۴

اخبار ''لیڈر'' اِلٰہ آباد مجریہ ۲۱ر جنوری ۱۹۲۰ء میں خلافت کانفرنس کا ایڈریس ... ۲۰۵

افغانستان ۲۰۶

عنوان	صفحہ نمبر
جمعیۃ الاقوام سے افغانستان کے خلاف مداخلت کی اپیل	۲۰۶
امیر امان اللہ خان نے نادانی سے انگریزوں کے خلاف جنگ شروع کی	۲۰۷
جنگِ کابل میں مرزائیوں کی انگریزوں کو معقول اِمداد	۲۰۸
افریقی ممالک میں اِستعماری اور صہیونی سرگرمیاں	۲۰۸
افریقہ میں صہیونیت کا ہراوَل دستہ	۲۱۱
لاکھوں کروڑوں کا سرمایہ	۲۱۲
مسلمانانِ برِصغیر کی فلاح و بہبود کی تنظیمیں اور مرزائیوں کا کردار	۲۱۴
اکھنڈ بھارت	۲۱۸
ہندو اور قادیانی دونوں کو ایک دُوسرے کی ضرورت کا اِحساس	۲۱۸
قیامِ پاکستان کی مخالفت کے اسباب	۲۲۱
تقسیمِ ہند کے مسلمان مخالف	۲۲۲
کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہونے کی کوشش	۲۲۴
ویٹی کن اسٹیٹ کا مطالبہ، پاکستان کی حدبندی کے موقع پر غداری	۲۲۶
سیاسی عزائم اور منصوبے، ملک دُشمن سیاسی سرگرمیاں	۲۳۱
مذہبی نہیں سیاسی تنظیم	۲۳۱
پاکستان میں قادیانی ریاست کا منصوبہ	۲۳۳
سر ظفر اللہ خاں کا کردار	۲۳۴
تمام محکموں اور کلیدی مناصب پر قبضہ کرنے کا منصوبہ	۲۳۶
کلیدی مناصب کی اہمیت اور مطالبۂ علیحدگی کے دلائل	۲۳۷
متوازی نظامِ حکومت	۲۳۸

عنوان	صفحہ نمبر
بلوچستان پر قبضے کا منصوبہ	۲۳۹
کشمیر	۲۴۰
۱۹۴۸ء کی جنگِ کشمیر اور فرقان بٹالین	۲۴۲
فرقان فورس، ایک احمدی بٹالین اور متوازی فوجی تنظیم	۲۴۴
خلاصۂ کلام	۲۴۶
آخری دردمندانہ گزارش	۲۴۸
ختمِ نبوت پر پاکستان قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ	۲۵۲
قرارداد	۲۵۳
وزیرِ اعظم پاکستان جناب ذُوالفقار علی بھٹو کی تقریر	۲۵۶
قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں حکومتِ پاکستان کی توثیق (۱۹۸۲ء)	۲۶۵
نئے آرڈیننس کا اِجراء (۱۹۸۴ء)	۲۷۲
قادیانیوں کی اسلام دُشمن سرگرمیاں	۲۷۲

***

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختم نبوّت کے دوران جب مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں پہنچا تو اسمبلی کے ۳۸ ارکان کی طرف سے مطالبے کے حق میں ایک قرارداد پیش کی گئی، قومی اسمبلی نے اس مسئلے کے لئے ایک تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی جسے عدالتی اختیارات حاصل تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین کے دونوں گروہوں (قادیانی و لاہوری) نے اپنا موقف بیان کرنے کے لئے اسمبلی میں اپنے اپنے مفصل بیانات داخل کئے، اس موقع پر اسمبلی کے جن ارکان نے قرارداد پیش کی تھی، یہ مناسب سمجھا کہ مرزا غلام احمد اور ان کے متبعین کے بارے میں اُمتِ مسلمہ کا موقف بھی ایک تحریری بیان کی شکل میں اسمبلی میں پیش کیا جائے۔ اُس وقت مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے امیر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور اسمبلی میں قائدِ حزبِ اختلاف حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان دونوں بزرگوں نے باہمی مشورے سے یہ بیان لکھنے کے لئے بندے کو کراچی سے اور برادرِ محترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب کو اکوڑہ خٹک سے راولپنڈی

طلب فرمایا، اور ہمارے درمیان کام کی تقسیم اس طرح فرمائی کہ بیان کا وہ حصہ جو مذہبی مباحث سے متعلق ہے، میں لکھوں، اور وہ حصہ جو مرزائیوں کے سیاسی پس منظر سے متعلق ہے، مولانا سمیع الحق صاحب تحریر فرمائیں۔

ہماری مدد کے لئے مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے دو تجربہ کار بزرگ حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالرحیم اشعؔر صاحبؒ کتابوں کے ایک بڑے ذخیرے کے ساتھ وہیں تشریف لے آئے تھے اور ملک کے مایۂ ناز کاتب حضرت شاہ محمد نفیس الحسینی صاحب مدظلہم اپنے رُفقاء کے ساتھ کتابت کے لئے بھی وہیں آکر مقیم ہوگئے تھے، اس چھوٹے سے کیمپ میں جو راولپنڈی کے ایک پُرانے ہوٹل کے اِحاطے میں قائم کیا گیا تھا، زیرِ نظر کتاب کی تالیف، نظرِ ثانی، کتابت اور طباعت کا سارا کام صرف دس روز میں مکمل ہوا۔

مرزائیت کی تردید میں اس سے پہلے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن یہ کتاب چونکہ قومی اسمبلی میں مسلمانوں کے موقف کی ترجمانی کے لئے لکھی گئی تھی، اس لئے اس میں اِختصار اور جامعیت کے ساتھ مسئلے کے تمام پہلوؤں کو بفضلہٖ تعالیٰ نہایت ذمہ داری سے واضح کیا گیا ہے۔ میں نے اس بات کا پورا اِہتمام کیا ہے کہ کوئی بھی حوالہ بالواسطہ نہ ہو، جس کتاب کا جو حوالہ دیا ہے، اُسے اصل کتاب میں سیاق وسباق کے ساتھ اچھی طرح پڑھ کر نقل کیا گیا ہے۔ مولانا محمد حیات صاحبؒ اور مولانا عبدالرحیم اشعؔر صاحبؒ کے پاس نہ صرف قدیم اور نایاب کتابوں کے اصل نسخے، بلکہ بہت سے اخبارات ورسائل کی بھی اصل کاپیاں محفوظ تھیں، اور بندے نے ان سے بھرپور اِستفادہ کیا۔ مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے بارے میں بکثرت لوگ شکوک وشبہات کا شکار رہتے ہیں کہ یہ لوگ مرزا غلام احمد کو نبی ماننے سے اِنکار کرتے ہیں، اس لئے انہیں دائرۂ اسلام سے کیسے خارج کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کتاب میں ان کے موقف کی جو وضاحت خود انہی کی کتابوں سے کی گئی ہے، اس نے کسی شک یا شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

جس زمانے میں یہ بیان لکھا جارہا تھا، اس وقت قومی اسمبلی میں حزبِ اِختلاف

کے زُعماء میں سے حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحبؒ، جناب مولانا ظفر احمد انصاری صاحبؒ، جناب پروفیسر عبدالغفور صاحب وغیرہ روزانہ عصر کے بعد ہمارے کیمپ میں تشریف لاتے، اور دِن بھر میں جو کچھ لکھا گیا ہوتا، اسے لفظ بہ لفظ سنتے تھے، اور اپنے مشورے بھی دیتے تھے۔ اس طرح اگرچہ اس کے مذہبی حصے کی تسوید میں نے، اور سیاسی حصے کی تسوید مولانا سمیع الحق صاحب نے کی ہے، لیکن اس کے ایک ایک لفظ کو مذکورہ بالا حضرات کی تائید وتصدیق حاصل ہے۔ یہ بیان اسمبلی میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا، اس کے بعد مرزائیوں کے بیانات پر جرح ہوئی اور بالآخر قومی اسمبلی نے باتفاقِ رائے مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین کے دونوں گروہوں (قادیانی ولاہوری) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

یہ بیان ایک تاریخی دستاویز ہے اور اِختصار اور جامعیت کے ساتھ مرزائیوں کی حقیقت سمجھنے کے لئے بھی اِنتہائی مفید، مگر عرصے سے یہ کتاب نایاب تھی، اب اسے ''اِدارۃُ المعارف کراچی'' کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا فائدہ عام اور تامّ فرمائیں، آمین۔

۹ رذوالحجہ ۱۴۲۵ھ — محمد تقی عثمانی

۲۰ رجنوری ۲۰۰۵ء — جامعہ دارالعلوم کراچی

پس منظر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

عالمی اِستعمار اور اِسلام دُشمن قوتوں نے ملتِ مسلمہ کی وحدت وسالمیت، نظریاتی یکجہتی اور سیاسی قوت کو ختم کرنے کے لئے جو حربے اِستعمال کئے، اس میں قادیانیت ایک ایسا ضربِ کاری تھا، جس کے مہلک اثرات وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے اور پھیلتے چلے گئے، جن علماء اور مفکرینِ اُمت کو اس فتنے کی ہلاکت آفرینیوں کا اِحساس تھا، وہ پہلے ہی دن سے اس شجرۂ خبیثہ کے قلع قمع کے لئے کمربستہ ہوگئے اور تحریر وتقریر کی پوری صلاحیتوں سے اُمت کو اس فرقۂ ضالہ کے دجل وتلبیس سے آگاہ کرتے رہے، مگر اِسلام کے اساسی عقائد، توحید، رِسالت اور ختمِ نبوّت کی نزاکت واہمیت سے ناآشنا روشن خیال طبع اُسے مولویوں کی "تنگ نظری" پر محمول کرتے رہے۔ اور جب مرزائیوں کا آقائے ولی نعمت انگریز برِصغیر سے چلا گیا، تب بھی پاکستان کے دِینی حمیت سے عاری حکمران قادیانیت کے بارے میں جمہور مسلمانوں کی جدوجہد کو نظر اَنداز کرتے رہے، تا آنکہ ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کے مرکز ربوہ کے اسٹیشن پر مسلمان نوجوانوں پر جارحانہ حملے کی شکل میں ایک لطیفۂ غیبی رُونما ہوا، اس ظالمانہ جسارت نے پاکستان کے عام مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، دِینی حمیت کا جو لاوا اندر ہی اندر پک رہا تھا، وہ یک دَم پھٹ پڑا اور اِیمان کی چنگاری شعلۂ جوالہ بن گئی۔ مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے اکابر اور ملک کے دیگر جید علماء ومشائخ کی جدوجہد اور رہنمائی نے

اِحتجاج کو ایک ہمہ گیر اور منظم تحریک کی شکل میں بدل دیا، اور ''مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوت'' کی صورت میں ملک کے ہر مکتبِ فکر کے اکابر علماء، ممتاز قومی رہنماؤں اور اہم دِینی جماعتوں کا ایک متحدہ پلیٹ فارم وجود میں آیا۔ پوری ملت کے اِتحاد و یگانگت کا ایسا رُوح پرور اور باطل شکن مظاہرہ برِصغیر میں کم ہی دیکھنے میں آیا ہوگا، اور یہ کرشمہ تھا اس والہانہ عشق و محبت، اِیمان آفرین قلبی تعلق اور رُوحانی رابطوں کا جو ہر اَدنیٰ اُمتی اور غلام کو آقائے دوجہان خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات سے ہے۔ یہ تحریک اِیمان ویقین اور عشق ومحبت کی بنیادوں پر اُٹھی اور سورج کی روشنی اور حرارت کی طرح ملک کے گوشے گوشے کو روشن اور گرما گئی۔ اُدھر اس وقت کی سوشلزم اور لادِینیت کی علَم بردار حکومت اس تحریک کو اوّلاً تو سختی سے دباتی رہی، اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو لطائف الحیل سے ٹالنا چاہا، زُعمائے تحریک کی کردارکشی، ذرائعِ ابلاغ سے پروپیگنڈا، الغرض یہ سارے ہتھکنڈے اِستعمال ہوتے رہے مگر جب پانی سر سے گزرنے لگا تو بالآخر حکومتِ وقت نے اُمت کے اس اِجماعی اور طے شدہ مسئلے کو غور و خوض کے لئے قومی اسمبلی کے سپرد کردینے کا فیصلہ کیا۔

اس غرض سے پوری قومی اسمبلی کو ''خصوصی کمیٹی'' کی حیثیت دی گئی، اور طے پایا کہ مرزائیوں کی ہر دو جماعتوں (قادیانی اور لاہوری) کے سربراہوں کو اَپنا موقف پیش کرنے دیا جائے، اور قومی اسمبلی کے علماء ارکان بھی دلائل و براہین سے اپنا موقف پیش کریں۔ پھر اس کی روشنی میں قومی اسمبلی کوئی آئینی قدم اُٹھائے۔ میرے نزدیک اس فیصلے کے مضمرات میں بھی یہی اِرادہ کارفرما تھا کہ اس طویل بحث و مباحثہ اور نقد و جرح کے لئے پچیس تیس دن کا جو موقع درکار ہوگا، اس دوران تحریک کی شدّت ختم ہوجائے گی، اور کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کا یہ سوسالہ مطالبہ ایک بار پھر اِلتوا میں ڈال دیا جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی کرم گستری مسلمانوں کی شاملِ حال تھی۔ ''مجلسِ عمل'' کے اکابر نے فیصلہ کیا کہ ایک طرف تو قومی اسمبلی کے محاذ پر اس دجالی فرقے کے اَئمہ دجل و تلبیس سے رُو در رُو دلائل

وبراہین سے مقابلہ کیا جائے اور ارکانِ اسمبلی پر قادیانیت کے خلافِ اسلام عقائد اور مذموم عزائم آشکارا کئے جائیں، اور دُوسری طرف ملک بھر میں تحریک کو اُسی زور شور سے جاری رکھا جائے، جب تک کہ قومی اسمبلی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دے۔

اس وقت مختلف مکاتبِ فکر کے اکابر علماء اور جماعتوں کے زُعماء قومی اسمبلی کے اِجلاس کی وجہ سے راولپنڈی میں تھے۔ مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوت کے رہنما، بالخصوص مجلسِ عمل کے صدر محدثِ کبیر علامۃ العصر مولانا سیّد محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ مجلس تحفظ ختمِ نبوت کے سرکردہ مبلغین کی معیت میں راولپنڈی کو ہیڈ کوارٹر بنا چکے تھے۔ اِدھر حکومت کی ہدایات تھیں کہ ہر فریق یا جو بھی رکنِ قومی اسمبلی کوئی تحریری بیان داخل کرانا چاہے، اُسے ایک ہفتے کے اندر اندر پیش کرنا پڑے گا۔ اس لحاظ سے وقت نہایت کم اور موضوع نہایت ضمیر، نازک اور ہمہ پہلو سیر حاصل روشنی ڈالنے کا مستحق، ایسے حالات میں اللہ کا نام لے کر کتاب کی تیاری کا فیصلہ کیا گیا۔ مجلس تحفظ ختمِ نبوت کے کہنہ مشق مبلغین جن کی زندگی قادیانیت کے تعاقب میں گزری تھی، قادیانیوں کی اصل کتابوں، اخبارات ورسائل کے انبار کے ساتھ راولپنڈی بلالئے گئے۔ تالیفِ کتاب کے لئے قرعۂ فال ناچیز راقم الحروف اور برادرِ محترم فاضلِ اجل مولانا محمد تقی عثمانی کراچی کے نام نکلا۔ کتابت کے لئے لاہور سے سلطان الکاتبین جناب سیّد نفیس الحسینی (نفیس رقم) اپنے چیدہ اور ماہر خوش نویس تلامذہ کی ٹیم کے ساتھ پہنچ گئے۔ حضرت مولانا بنوری قدس سرہٗ امیرِ مجلسِ عمل نے راولپنڈی صدر کے ایک قدیم ہوٹل میٹروپول کو اپنا مستقر بنایا تھا، جو کسی زمانے میں شان بان کا ہوٹل رہا ہوگا، مگر اَب اپنی قدامت اور بوسیدگی کی وجہ سے اَز کار رفتہ بن چکا تھا، اور اُس کے صاحبِ خیر مالک نے اسے تحریک کے دوران اِستعمال کرنے کے لئے پیش کیا تھا۔ ہم سب لوگ ایک جنگی مہم کی طرح اس کتاب کی تیاری میں لگ گئے۔ ایک حصہ راقم الحروف اور ایک حصہ برادرم مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے جاتے، جو ورق تیار ہوتا، ختمِ نبوت کے مبلغین حضرت مولانا محمد

حیات صاحب مرحوم فاتح قادیان حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب اور دیگر حضرات اپنی بڑی بڑی پیٹیوں میں بند مرزا غلام احمد اور اس کے جانشینوں کی اصل کتابوں اور قدیم دور کے "الفضل" وغیرہ رسائل کو ٹٹول ٹٹول کر کتاب میں دیئے گئے حوالوں کی اصل متن سے تطبیق کراتے۔ یہ تحقیق اور مراجعت اس لئے بھی ضروری تھی کہ قادیانی دجل وتلبیس کا ایک حربہ یہ بھی رہا ہے کہ وہ ایڈیشنوں کو بدل بدل کر چھاپتے ہیں اور بحث ومناظرہ کے دوران حوالے سے اکثر اِنکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس صورتِ حال سے بچنے کے لئے یہ طے پایا تھا کہ جو بھی فریق اپنے تحریری وتقریری بیانات میں کوئی حوالہ دے گا تو اَصل کتاب یا ماخذ بھی اسمبلی میں پیش کرے گا۔ اس طرح اس کتاب میں دیئے گئے حوالوں کی وجہ سے دو ڈھائی سو قادیانی کتابیں، رسائل اور مجلات بھی اسمبلی میں پیش کرنی تھیں۔ کتاب کا جتنا مسودہ بھی مرتب ہو جاتا، ہم لوگ اُسے حضرت مولانا بنوری قدس سرہٗ کی معیت میں قومی اسمبلی میں شامل اس وقت کے اکابر علماء وزُعمائے مجلسِ عمل کو سناتے۔ قائدِ جمعیت حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، چوہدری ظہور اِلٰہی شہید، مولانا ظفر احمد انصاری، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ، سردار مولا بخش سومرو اور دیگر کئی ارکانِ حزبِ اِختلاف جن کا اس وقت اسمبلی میں متحدہ محاذ تھا، اور ان کے علاوہ تحریک کے سربراہ زُعماء اِسلام آباد کے گورنمنٹ ہاسٹل کے کسی کمرے میں یا اِدھر میٹروپول ہوٹل میں آکر جمع ہو جاتے اور شام کی نشست میں سن لیتے، کہیں کمی بیشی کا مشورہ مناسب سمجھتے تو دے جاتے، مسودہ ساتھ ہی ساتھ جناب نفیس الحسینی صاحب اور ان کے خوش نویس رُفقاء لکھتے جاتے۔ الغرض تالیف، تحقیق ومراجعت اور اکابرِ اُمت کی اس پر نظرِ ثانی اور پھر کتابت کا دُشوار گزار مرحلہ، آخر میں کاپیوں کی پیسٹنگ اور طباعت یہ سب کچھ ایک ہفتہ یا اس سے بھی کچھ کم وقت میں سر کرلیا گیا اور پیشِ نظر کتاب کی شکل میں "ملتِ اسلامیہ کا موقف" یا قادیانیوں کی سو سالہ جارحیت، بغاوت اور ظلم وستم، دجل

وتلبیس پر مبنی داستان یا بیانِ استغاثہ مرتب ہوگیا۔ الحمد للہ کہ مختصر اور ہنگامہ خیز حالات میں بھی موضوع کے دینی، علمی اور سیاسی ہر ہر پہلو پر سیر حاصل مواد اس میں آگیا۔ کتاب مکمل ہوئی جو بڑی مشکل نظر آرہی تھی تو سب حضرات نے اللہ کا شکر ادا کیا اور بقول حضرت علامہ بنوری مرحوم یہ بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے توجہاتِ عالیہ کا کرشمہ اور ان ہی کا ایک معجزہ تھا کہ یہ سارا معرکہ ایسی افراتفری میں صرف ہفتہ بھر میں سر ہوگیا۔ اس کے بعد قومی اسمبلی کے بند اجلاس شروع ہوئے، کتاب بھی قانوناً صرف قومی اسمبلی کے ارکان میں تقسیم کردی گئی، پریس کو یا کسی غیر رُکن میں اس کی تشہیر خلافِ قانون تھی۔ اس وقت قادیانیوں کے ہر دو سربراہ مرزا ناصر احمد اور صدر الدین لاہوری بھی اپنے اپنے بیانات کے ساتھ قومی اسمبلی میں پیش ہوئے۔ اُس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کے توسط سے جرح بھی ہوتی رہی، مسلمانوں کی طرف سے پیشِ نظر کتاب اسمبلی میں پڑھ کر سنانے کی سعادت بھی ہمارے مخدوم مولانا مفتی محمود صاحب قدس سرہٗ کے حصے میں آئی، اس لئے کہ وہ اسمبلی میں موجود اس وقت کے مختلف مکاتبِ فکر اور سیاسی جماعتوں کے حزبِ اختلاف کے رہنما تھے اور ان ہی پر اتفاق ہوتا تھا۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اجلاس کی کئی نشستوں میں کتاب پڑھ کر سنائی اور پورے ارکان نے ہمہ تن گوش ہوکر توجہ سے سنی۔ اکثریت جو پیپلز پارٹی کے ارکان اور وزراء کی تھی، انہیں نہ تو کبھی قادیانی جماعت کے مذہبی اعتقادات اور پیچ در پیچ اصطلاحات وتاویلات پر غور کا اتفاق ہوا تھا، نہ مذہب کے نام پر اس گورکھ دھندے سے وہ آگاہ تھے۔ پھر اس فرقے کا سیاسی پہلو، استعماری سرگرمیوں اور عالمِ اسلام بالخصوص پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں، برطانوی سامراج کا اس کی تشکیل وترقی اور اشاعت میں سرگرم حصہ، تقسیمِ ملک کے وقت قادیانیوں کا شرمناک کردار، عالمِ عرب کے خلاف اسرائیل اور مغربی سامراج کا آلۂ کار ہونے کی تفصیلات اور اس کے قرائن وشواہد، یہ سب باتیں جب ان لوگوں کے علم میں آئیں تو محوِ حیرت ہوگئے اور ان کے

دِلوں میں جو نرم گوشہ تھا، وہ نفرت سے بدل گیا۔ اس دوران مرزائیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد اوران کے ہمراہ صدرالدین لاہوری کی جولن ترانیاں، دلائل سے گریز، بیانات میں تضادات، اور بے سروپا تأویلات کے جو مناظر ایوان کے سامنے آئے اُس نے اور بھی سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ بہرحال ایک طویل بحث ومناقشہ اور رَدّوقدح کے بعد اسمبلی نے متفقہ طور پر وہ اِیمان آفرین فیصلہ کیا، جس کے نتیجے میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے اور آئین میں ترمیم کے ذریعے ملتِ مسلمہ کے اس موقف پر مہرِ حقانیت ثبت کرلی گئی۔

مسلمانوں کی اس عظیم فتح میں پیشِ نظر کتاب کا ایک بنیادی کردار ہے، یہ ایک تاریخی دستاویز ہے جو اس تحریک کا زرّیں باب ہے، مگر بعض ناگزیر حالات بالخصوص قومی اسمبلی کے اس بحث ومباحثہ کی اِشاعت پر پابندی کی وجہ سے یہ کتاب اپنی اصل شکل میں مسلمانوں کے سامنے تاحال نہیں آسکی تھی۔ ''اصل شکل'' میں اس لئے کہ حضرت بنوری قدس سرہٗ نے اپنے ہاں سے اس کا عربی ترجمہ "موقف الأُمَّة الإسلامية من القاديانية" کے نام سے بڑے اِہتمام سے شائع کرواکر اُسے عالمِ عرب میں تقسیم کروایا، اور دارالعلوم کراچی کے زیرِ اِہتمام اس کا انگریزی ترجمہ چھپ کر شائع ہوا۔ مگر کتاب اپنے اصل متن اور اصل شکل میں پہلی بار شائع کی جارہی ہے کیونکہ اُس وقت چند ہی محدود نسخے صرف ارکانِ اسمبلی اور زُعمائے حکومت میں تقسیم کیے گئے تھے۔

یہ میری دیرینہ آرزو تھی کہ یہ سعادت مؤتمر المصنّفین دارالعلوم حقانیہ کو نصیب ہو، اور الحمدللہ کہ یہ تمنا آج پوری ہورہی ہے، جبکہ اصل کتاب پر پابندی کا پیریڈ بھی غالباً ختم ہوچکا ہے، اور وقت کا تقاضا ہے کہ نہ صرف یہ کتاب بلکہ اُس وقت اسمبلی میں کی گئی ساری نقد وجرح اور بحث ومباحثہ کو مرتب کرکے قوم کے سامنے لایا جائے۔ صدرِ پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے ۱۹۷۴ء کے اس دستوری ترمیم کے منطقی تقاضوں کی تکمیل کے لئے حال ہی میں قادیانیوں کے بارے میں ایک آرڈیننس کی شکل میں قانون سازی

کر کے ایک عظیم الشان قدم بھی اُٹھا دیا ہے اور ملک و بیرونِ ملک کے پڑھے لکھے حلقوں میں قادیانیت کے پس منظر اور پیش منظر جاننے کی دلچسپی ہے، ایسے وقت میں اس کی اِشاعت ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے قبولیت سے نوازے اور یہ قادیانیوں کی دسیسہ کاریوں، سازشوں، اِسلام دُشمن منصوبوں اور دَجالی فلسفۂ بحث وتاویل کے سمجھنے کا ذریعہ ثابت ہو، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ۔

سمیع الحق

۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ
(حال نزیل لاہور)

خادم دارالعلوم حقانیہ
صدر مؤتمر المصنفین، اکوڑہ خٹک

***

عرضِ ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"قادیانی فتنہ اور ملتِ اسلامیہ کا موقف" ایک اہم تاریخی دستاویز ہے، اس میں اُمتِ مسلمہ کے خلاف قادیانی فتنے کی ریشہ دوانیاں بڑے ہی جاندار پیرائے اور مدلل انداز میں اراکینِ قومی اسمبلی کے سامنے پیش کی گئی تھیں، اس کی بنیاد پر پاکستان کی قومی اسمبلی نے اِتفاقِ رائے سے مرزا غلام احمد قادیانی کی پیروی کرنے والے دونوں گروہوں (قادیانی اور لاہوری) کو غیر مسلم اقلیت قرار دِیا تھا۔ قادیانیت کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے ملتِ اسلامیہ کے اس "موقف" کا بغور مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

اُمتِ مسلمہ کے اس موقف میں قادیانیوں کی جن کتابوں اور رسائل کے حوالہ جات درج کئے گئے تھے، وہ تقریباً تمام حوالہ جات اب قادیانیوں کی طرف سے مرتب کی جانے والی نئی کتاب "رُوحانی خزائن" اور دیگر جدید مجموعوں میں بھی آگئے ہیں، "قادیانی فتنہ اور ملتِ اسلامیہ کا موقف" کی اس اِشاعت میں وہ جدید حوالہ جات بھی درج کردیئے گئے ہیں۔ نیز علمائے کرام کی مساعیٔ جمیلہ کے نتیجے میں حکومت نے اب "ربوہ" کا نام تبدیل کرکے "چناب نگر" رکھ دیا ہے، اس لئے کتاب میں "ربوہ" کی جگہ "چناب نگر" کا لفظ لکھ دیا گیا ہے اور "ربوہ" کا لفظ بریکٹ میں آگیا ہے۔

اس وضاحت کے بعد اُمید ہے کہ کتاب کا یہ نیا پیرہن اِن شاء اللہ قارئین کی زیادہ

پذیرائی حاصل کر سکے گا۔ ہم قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ "اِدارۃ المعارف کراچی" کے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے مفید سے مفید تر کتابیں بہتر سے بہتر انداز میں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

والسلام

طالبِ دُعا

محمد مُشتاق شَتی

اِدارۃ المعارف کراچی

ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ

نومبر ۲۰۰۹ء

***

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

(القرآن الکریم)

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

(حدیثِ نبوی)

امیر جماعتِ لاہور
محمد علی لاہوری صاحب کا ایک قول

The Ahmadiyya movement stands in the same relation to islam in which christinaity stood to judaism.

ترجمہ:- ''تحریکِ احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کو یہودیت کے ساتھ تھا۔''

(اقتباس از ''مباحثہ راولپنڈی'' مطبوعہ قادیان ص:۲۴۰)

مرزا غلام احمد کے صاحبزادے
مرزا بشیر احمد قادیانی کی رائے

"مسیحِ موعود (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) کا یہ دعویٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مامور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے، دو حالتوں سے خالی نہیں، یا تو وہ نعوذ باللہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور محض اِفتراء علی اللہ کے طور پر دعوے کرتا ہے، تو ایسی صورت میں نہ صرف وہ کافر بلکہ بڑا کافر ہے، اور یا مسیحِ موعود اپنے دعوائے اِلہام میں سچا ہے اور خدا سچ مچ اس سے ہم کلام ہوتا تھا، تو اس صورت میں بلاشبہ یہ کفر اِنکار کرنے والے پر پڑے گا۔ پس اب تم کو اِختیار ہے کہ یا مسیحِ موعود کے منکروں کو مسلمان کہہ کر مسیحِ موعود پر کفر کا فتویٰ لگاؤ، اور یا مسیحِ موعود کو سچا مان کر اس کے منکروں کو کافر جانو۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو۔"

("کلمۃ الفصل" از مرزا بشیر احمد ایم اے ص:۱۲۳، مندرجہ ریویو آف ریلیجنز جلد نمبر ۱۴ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

مصوّرِ پاکستان کی فریاد

''میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریقِ کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرلے، یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا، اور مسلمان اُن سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملے میں اختیار کرتا ہے۔''

(علامہ اقبال: حرفِ اقبال ص:۱۱۸ مطبوعہ لاہور)

''ملتِ اسلامیہ کو اس مطالبے کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کردیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کررہی ہے۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے (ہندوؤں سے) علیحدگی کا اِنتظار نہ کیا، اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبے کے لئے کیوں انتظار کررہی ہے۔

(حرفِ اقبال)

عقیدۂ ختمِ نبوّت
اور
مرزائی جماعتیں

ہم نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ:-

”یہ ایک مُسلَّمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔“

اس کی مکمل تشریح آئندہ صفحات میں پیش کی جا رہی ہے ——————

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرارداد

جناب اسپیکر،

قومی اسمبلی پاکستان.......................محترمی!

ہم حسبِ ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں:-

ہرگاہ کہ یہ ایک مکمل مُسلّمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا، نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے اَحکام کے خلاف غداری تھیں۔

نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اُس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اِسلام کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہرگاہ کہ پوری اُمتِ مسلمہ کا اس پر اِتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوّت کا یقین رکھتے ہوں یا اُسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں، دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

نیز ہرگاہ اُن کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اِسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کرکے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہر گاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں، جو مکۃ المکرمہ کے مقدس شہر میں رابطۃ العالم الاسلامی کے زیرِ انتظام ۶ اور ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دُنیا بھر کے تمام حصوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اِداروں کے وفود نے شرکت کی، متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت اسلام اور عالمِ اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے، جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لئے اور اِسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے اَحکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

محرّکینِ قرارداد

نام	دستخط	نام	دستخط
۱-مولانا مفتی محمود	"	۲-مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری	"
۳-مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی	"	۴-پروفیسر غفور احمد	"
۵-مولانا سیّد محمد علی رضوی	"	۶-مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)	"
۷-چوہدری ظہور الٰہی	"	۸-سردار شیر باز خان مزاری	"
۹-مولانا محمد ظفر احمد انصاری	"	۱۰-جناب عبدالحمید جتوئی	"
۱۱-صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری	"	۱۲-جناب محمود اعظم فاروقی	"
۱۳-مولانا صدر الشہید	"	۱۴-مولانا نعمت اللہ	"
۱۵-جناب عمرہ خاں	"	۱۶-مخدوم نور محمد	"
۱۷-جناب غلام فاروق	"	۱۸-سردار مولا بخش سومرو	"

۱۹-سردار شوکت حیات خان	〃	۲۰-حاجی علی احمد تالپور	〃
۲۱-جناب راؤ خورشید علی خاں	〃	۲۲-جناب رئیس عطا محمد خاں مری	〃

نوٹ:- بعد میں حسبِ ذیل ارکان نے بھی قرارداد پر دستخط کیے:

۲۳-نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی	〃	۲۴-جناب غلام حسن خان دھاندلا	〃
۲۵-جناب کرم بخش اعوان	〃	۲۶-صاحبزادہ محمد نذیر سلطان	〃
۲۷-مہر غلام حیدر بھروانہ	〃	۲۸-میاں محمد ابراہیم برق	〃
۲۹-صاحبزادہ صفی اللہ	〃	۳۰-صاحبزادہ نعمت اللہ خان شنواری	〃
۳۱-ملک جہانگیر خان	〃	۳۲-جناب عبدالسبحان خان	〃
۳۳-جناب اکبر خان مہمند	〃	۳۴-میجر جنرل جمالدار	〃
۳۵-حاجی صالح خاں	〃	۳۶-جناب عبدالمالک خاں	〃
۳۷-خواجہ جمال محمد کوریجہ	〃		

***

حصہ اوّل

عقیدۂ ختمِ نبوّت اور مرزائی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، وَعَلٰی مَنۡ تَبِعَھُمۡ بِاِحۡسَانٍ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ

اسلام کی بنیاد توحید اور آخرت کے علاوہ جس اساسی عقیدے پر ہے، وہ یہ ہے کہ نبیٔ آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت اور رِسالت کے مقدس سلسلے کی تکمیل ہوگئی، اور آپ کے بعد کوئی بھی شخص کسی بھی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر وحی آسکتی ہے اور نہ ایسا اِلہام جو دِین میں حجت ہو۔ اِسلام کا یہی عقیدہ ''ختمِ نبوّت'' کے نام سے معروف ہے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر آج تک پوری اُمتِ مسلمہ کسی ادنیٰ اِختلاف کے بغیر اس عقیدے کو جزوِ اِیمان قرار دیتی آئی ہے۔ قرآنِ کریم کی بلا مبالغہ بیسیوں آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں احادیث اس کی شاہد ہیں۔ یہ مسئلہ قطعی طور پر مُسلَّم اور طے شدہ ہے، اور اس موضوع پر بے شمار مفصل کتابیں بھی شائع ہوچکی ہیں۔

یہاں ان تمام آیات اور اَحادیث کو نقل کرنا غیر ضروری بھی ہے اور موجبِ تطویل بھی، البتہ یہاں جس چیز کی طرف بطورِ خاص توجہ دِلانا ہے وہ یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدۂ ختمِ نبوّت کی سینکڑوں مرتبہ توضیح کے ساتھ یہ پیشگی خبر بھی دی تھی کہ:-

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللهِ۔ (صحیح بخاری ج:۲ ص:۱۰۵۴ کتاب الفتن، اور صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۹۷ کتاب الفتن)

ترجمہ:- قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس کے لگ بھگ دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں، جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

نیز اِرشاد فرمایا تھا کہ:-

اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ (ابوداؤد ج:۲ ص:۲۳۴ باب الفتن، اور ترمذی ج:۲ ص:۴۵ ابواب الفتن)

ترجمہ:- قریب ہے کہ میری اُمت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد پیدا ہونے والے مدعیانِ نبوّت کے لئے ''دجال'' کا لفظ اِستعمال فرمایا ہے جس کے لفظی معنی ہیں ''شدید دھوکا باز'' اس لفظ کے ذریعے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری اُمت کو خبردار فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو مدعیانِ نبوّت پیدا ہوں گے وہ کھلے لفظوں میں اسلام سے علیحدگی کا اعلان کرنے کے بجائے دَجل وفریب سے کام لیں گے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے نبوّت کا دعویٰ کریں گے اور اس مقصد کے لئے اُمت کے مُسلّمہ عقائد میں ایسی کتربیونت کی کوشش کریں گے جو بعض ناواقفوں کو دھوکے میں ڈال سکے۔ اس دھوکے سے بچنے کے لئے اُمت کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میں خاتم النبیین ہوں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جتنے مدعیانِ نبوت پیدا ہوئے، انہوں نے ہمیشہ اسی دجل و تلبیس سے کام لیا اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے اپنے دعویٰ نبوت کو چمکانے کی کوشش کی۔ لیکن چونکہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قرآنِ کریم اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس بارے میں مکمل روشنی پاچکی تھی، اس لئے تاریخ میں جب کبھی کسی شخص نے اس عقیدے میں رخنہ اندازی کر کے نبوت کا دعویٰ کیا تو اُسے باجماعِ اُمت ہمیشہ کافر و دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ قرونِ اُولیٰ کے وقت سے جس کسی اسلامی حکومت یا اسلامی عدالت کے سامنے کسی مدعیٔ نبوت کا مسئلہ پیش ہوا تو حکومت یا عدالت نے کبھی اس تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ وہ اپنی نبوّت پر کیا دلائل و شواہد پیش کرتا ہے؟ اس کے بجائے صرف اُس کے دعویٰ نبوت کی بنا پر اُسے کافر قرار دے کر اس کے ساتھ کافروں ہی کا سا معاملہ کیا۔ وہ مسیلمہ کذّاب ہو یا اسودِ عنسی یا سجاح یا طلیحہ یا حارث، یا دُوسرے مدعیانِ نبوت، صحابہ کرامؓ نے ان کے کفر کا فیصلہ کرنے سے پہلے کبھی یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ وہ عقیدۂ ختمِ نبوّت میں کیا تأویلات کرتے ہیں، بلکہ جب اُن کا دعویٰ نبوّت ثابت ہوگیا تو انہیں باتفاق کافر قرار دیا اور اُن کے ساتھ کافروں ہی کا معاملہ کیا۔ اس لئے کہ ختمِ نبوّت کا عقیدہ اس قدر واضح، غیر مبہم، ناقابلِ تأویل اور اِجماعی طور پر مُسلَّم اور طے شدہ ہے کہ اس کے خلاف ہر تأویل اُسی دجل و فریب میں داخل ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کیا تھا۔ کیونکہ اگر اس قسم کی تأویلات کو کسی بھی درجے میں گوارا کرلیا جائے تو اس سے نہ عقیدۂ توحید سلامت رہ سکتا ہے، نہ عقیدۂ آخرت اور نہ کوئی دُوسرا بنیادی عقیدہ۔ اگر کوئی شخص عقیدۂ ختمِ نبوّت کا مطلب یہ بتانا شروع کردے کہ تشریعی نبوّت ختم ہوچکی لیکن غیر تشریعی نبوّت باقی ہے، تو اس کی یہ بات بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ عقیدۂ توحید کے مطابق بڑا خدا تو صرف ایک ہی ہے، لیکن چھوٹے چھوٹے معبود اور دیوتا بہت سے ہوسکتے ہیں، اور وہ سب قابلِ عبادت ہیں۔ اگر اس قسم کی تأویلات کو دائرۂ اسلام میں گوارا کرلیا

جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلام کا اپنا کوئی عقیدہ، کوئی فکر، کوئی حکم اور کوئی اَخلاقی قدر متعین نہیں ہے بلکہ (معاذ اللہ) یہ ایک ایسا جامہ ہے جسے دُنیا کا بدتر سے بدتر عقیدہ رکھنے والا شخص بھی اپنے اُوپر فٹ کرسکتا ہے، لہٰذا اُمتِ مسلمہ قرآن و سنت کے متواتر اِرشادات کے مطابق اپنے سرکاری اَحکام، عدالتی فیصلوں اور اِجماعی فتاویٰ میں اسی اُصول پر عمل کرتی آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس کسی شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا، خواہ وہ مسیلمہ کذّاب کی طرح کلمہ گو ہی کیوں نہ ہو، اُسے اور اُس کے متبعین کو بلا تأمل کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دِیا گیا، چاہے وہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کا کھلم کھلا منکر ہو، یا مسیلمہ کی طرح یہ کہتا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھوٹے چھوٹے نبی آسکتے ہیں، یا سجاح کی طرح یہ کہتا ہو کہ مردوں کی نبوّت ختم ہوگئی اور عورتیں اب بھی نبی بن سکتی ہیں، یا مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اس بات کا مدعی ہو کہ غیر تشریعی ظلّی اور بروزی اور اُمتی نبی ہوسکتے ہیں۔

اُمتِ مسلمہ کے اِس اُصول کی روشنی میں جو قرآن و سنت اور اِجماعِ اُمت کی رُو سے قطعی طے شدہ اور ناقابلِ بحث و تأویل ہے، مرزا غلام احمد قادیانی کے مندرجہ ذیل دعووں کو ملاحظہ فرمائیے:-

سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(دافع البلاء طبع سوم قادیان ۱۹۴۶ء ص:۱۱، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۳۱)

میں رسول اور نبی ہوں، یعنی باعتبار ظلیتِ کاملہ کے، میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوّت کا کامل اِنعکاس ہے۔

(نزولِ مسیح ص:۳ (حاشیہ) طبع اوّل مطبع ضیاء الاسلام قادیان ۱۹۰۹ء، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۳۸۱)

میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُس نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص:۶۸ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۵۰۳)

میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بہ چشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر اِنکار کرسکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رَدّ کردوں یا اس کے سوا کسی دُوسرے سے ڈروں۔ (ایک غلطی کا اِزالہ ص:۸ مطبوعہ قادیان ۱۹۰۱ء، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۲۱۰)

خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں، میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں عیسیٰ ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داوٗد ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہرِ اَتم ہوں یعنی ظلّی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں۔ (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص:۷۲ مطبوعہ قادیانی ۱۹۳۴ء، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۷۶)

چندروز ہوئے ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اِعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اور اس کا جواب محض اِنکار کے الفاظ سے دِیا گیا، حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے، حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس میں سے ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا بار، پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے۔ (ایک غلطی کا اِزالہ صفحہ اوّل مصنفہ ۱۹۰۲ء مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۰۶)

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ (اخبار ''بدر'' ۵؍مارچ ۱۹۰۸ء

مندرجہ حقیقۃ النبوۃ، مؤلفہ مرزا بشیرالدین محمود ج:۱ ص:۲۷۲ ضمیمہ ۳،

انوارالعلوم ج:۲ ص:۵۸۲)

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے

من بہ عرفان نہ کمترم زکسے

یعنی انبیاء اگرچہ بہت ہیں، میں عرفان میں کسی سے کم نہیں۔

(نزول المسیح ص:۹۷ طبع اوّل قادیان ۱۹۰۹ء، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۴۷۷)

یہ صرف ایک انتہائی مختصر نمونہ ہے ورنہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں اس قسم کے دعوؤں سے بھری پڑی ہیں۔

مرزا صاحب کے درجہ بدرجہ دعوے

بعض مرتبہ مرزائی صاحبان مسلمانوں کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے اِبتدائی دور کی عبارتیں پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے علی الاطلاق دعویٔ نبوّت کو کفر قرار دِیا ہے، لیکن خود مرزا صاحب نے واضح کردیا ہے کہ وہ مجدّد، محدّث، مسیحِ موعود اور مہدی کے مراتب سے ''ترقی'' کرتے ہوئے درجہ بدرجہ نبوّت کے منصب تک پہنچے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے دعوؤں کی جو تاریخ بیان کی ہے، اُسے ہم پوری تفصیل کے ساتھ اُنہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں تاکہ ان کی عبارت کو پورے سیاق وسباق میں دیکھ کر اُن کا پورا مفہوم واضح ہوسکے۔ کسی نے مرزا صاحب سے سوال کیا تھا کہ آپ کی عبارتوں میں یہ تناقض نظر آتا ہے کہ کہیں آپ اپنے آپ کو ''غیرنبی'' لکھتے ہیں اور کہیں اپنے آپ کو ''مسیح سے تمام شان میں بڑھ کر'' قرار دیتے ہیں، اس کا جواب دیتے ہوئے مرزا صاحب ''حقیقۃ الوحی'' میں لکھتے ہیں:-

اس بات کو توجہ کرکے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہینِ احمدیہ میں، میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابنِ مریم آسمان سے نازل ہوگا،

مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہوں، اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہینِ احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اِعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اِعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے، اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اِعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہینِ احمدیہ میں شائع کیا۔

لیکن بعد اس کے اس بارے میں بارش کی طرح وحیٔ اِلٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیحِ موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہوگئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانے میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں، ورنہ میرا اِعتقاد تو وہی تھا، جو میں نے براہینِ احمدیہ میں لکھ دیا تھا......اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابنِ مریم سے کیا نسبت؟ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقرّبین میں سے ہے، اور اگر کوئی اَمر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اُس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی......میں اس کی پاک وحی پر ایسا

ہی اِیمان لاتا ہوں جیسا کہ اُن تمام خدا کی وحیوں پر اِیمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہوچکی ہیں ...... میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں، جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اَوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اُس کی طرف سے علم ہوا تو میں اُس کے مخالف کہا۔ (حقیقۃ الوحی ص:۱۴۸ تا ۱۵۰ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء، رُوحانی خزائن ج:۲ ص:۱۵۲ تا ۱۵۴)

مرزا صاحب کی یہ عبارت اپنے مدعا پر اس قدر صریح ہے کہ کسی مزید تشریح کی حاجت نہیں، اس عبارت کے بعد اگر کوئی شخص اُن کی اُس زمانے کی عبارتیں پیش کرتا ہے جب وہ دعویٔ نبوّت کی نفی کرتے تھے اور جب (بزعمِ خویش) اُنہیں اپنے نبی ہونے کا علم نہیں ہوا تھا تو اُسے دجل وفریب کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

مرزا صاحب کا آخری عقیدہ

حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا آخری عقیدہ جس پر اُن کا خاتمہ ہوا یہی تھا کہ وہ نبی ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنے آخری خط میں جو ٹھیک ان کے انتقال کے دِن اخبارِ عام میں شائع ہوا، واضح الفاظ میں لکھا کہ:-

میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اُس سے اِنکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اِنکار کرسکتا ہوں؟ میں اس پر قائم ہوں اُس وقت تک جو اس دُنیا سے گزر جاؤں۔ (اخبار عام ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء منقول از حقیقۃ النبوۃ مرزا محمود ص:۲۷۱ ومباحثہ راولپنڈی ص:۱۳۶، انوار العلوم ج:۲ ص:۵۸۱)

یہ خط ۲۳ر مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا گیا اور ۲۶ر مئی کو اخبار عام میں شائع ہوا اور ٹھیک اُسی دن مرزا صاحب کا اِنتقال ہوگیا۔

غیر تشریعی نبوّت کا افسانہ

بعض مرتبہ مرزائی صاحبان کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے غیر تشریعی نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اور غیر تشریعی نبوّت عقیدۂ ختمِ نبوّت کے منافی نہیں، لیکن دُوسری مرزائی تأویلات کی طرح اس تأویل کے بھی صغریٰ و کبریٰ دونوں غلط ہیں۔ اوّل تو یہ بات ہی سرے سے دُرست نہیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ صرف غیر تشریعی نبوّت کا تھا۔

مرزا صاحب کا دعوئ نبوّتِ تشریعی

حقیقت تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کے روز افزوں دعاوی کے دور میں ایک مرحلہ ایسا بھی آیا ہے جب اُنہوں نے غیر تشریعی نبوّت سے بھی آگے قدم بڑھا کر واضح الفاظ میں اپنی وحی اور نبوّت کو تشریعی قرار دِیا ہے اور اسی بناء پر اُن کے متبعین میں سے ظہیر الدین اروپی کا فرقہ اُنہیں کھلم کھلا تشریعی نبی مانتا تھا۔ اس سلسلے میں مرزا صاحب کی چند عبارتیں یہ ہیں۔ اربعین ۴ میں لکھتے ہیں:۔

> ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند اَمر اور نہی بیان کئے اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرّر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اِس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ یہ براہینِ احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئس برس کی مدّت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے اَحکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا

لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرَاهِیْمَ وَمُوْسٰی۔ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذِکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء اَحکامِ شریعت کا ذِکر ہوتا تو پھر اِجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔ (اربعین ۴ طبع چہارم، مطبوعہ چناب نگر (ربوہ)، رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۳۵، ۴۳۶)

مذکورہ بالا عبارت میں مرزا صاحب نے واضح الفاظ میں اپنی وحی کو تشریعی وحی قرار دِیا ہے۔ اس کے علاوہ "دافع البلاء" میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

خدا نے اس اُمت میں سے مسیحِ موعود بھیجا ہے جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اُس مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ (دافع البلاء ص:۱۳ مطبوعہ اپریل ۱۹۰۲ء قادیان، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۳۳)

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تشریعی نبی تھے اور جو شخص آپ سے "تمام شان میں" یعنی ہر اِعتبار سے بڑھ کر ہو تو وہ تشریعی نبی کیوں نہیں ہوگا؟ اس لئے یہ کہنا کسی طرح دُرست نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کبھی اپنی تشریعی نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا۔

اس کے علاوہ مرزائی صاحبان عملاً مرزا صاحب کو تشریعی نبی ہی قرار دیتے ہیں، یعنی اُن کی ہر تعلیم اور اُن کے ہر حکم کو واجب الاتباع مانتے ہیں خواہ وہ شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام کے خلاف ہو، چنانچہ مرزا صاحب نے اربعین ۴ میں ص:۱۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے:-

جہاد یعنی دِینی لڑائیوں کی شدّت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اس قدر شدّت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیرخوار بچے بھی قتل کئے

جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مؤاخذہ سے بچانا قبول کیا گیا اور مسیحِ موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔

(اربعین ۴ ص:۱۵ طبع اوّل ۱۹۱۰ء، رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۴۳)

حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح اور صریح اِرشاد موجود ہے کہ "اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ" (ابوداؤد نحوہ) یعنی "جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔" مرزائی صاحبان شریعتِ محمدیہ کے اس صریح اور واضح حکم کو چھوڑ کر مرزا صاحب کے حکم کی اتباع کرتے ہیں۔ اس طرح شریعتِ محمدیہ میں جہاد، خمس، فئی، جزیہ اور غنائم کے تمام اَحکام جو حدیث اور فقہ کی کتابوں میں سینکڑوں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، اُن سب میں مرزا صاحب کے مذکورہ بالا قول کے مطابق تبدیلی کے قائل ہیں۔ اس کے بعد تشریعی نبوّت میں کون سی کسر باقی رہ جاتی ہے۔

ختمِ نبوّت میں کوئی تفریق نہیں

اور اگر بالفرض یہ دُرست ہو کہ مرزا صاحب ہمیشہ غیر تشریعی نبوّت ہی کا دعویٰ کرتے رہے ہیں تب بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عقیدۂ ختمِ نبوّت میں یہ تفریق کرنا کہ فلاں قسم کی نبوّت ختم ہوگئی ہے اور فلاں قسم کی باقی ہے، اُسی "دَجل و تلبیس" کا ایک جزو ہے جس سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار فرمایا تھا۔ سوال یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی کون سی آیت یا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کون سے اِرشاد میں یہ بات مذکور ہے کہ ختمِ نبوّت کے جس عقیدے کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سینکڑوں بار دُہرایا جا رہا ہے وہ صرف تشریعی نبوّت کے لئے ہے اور غیر تشریعی نبوّت اس سے مستثنیٰ ہے؟ اگر غیر تشریعی انبیاء کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جاری تھا تو قرآنِ کریم

کی ابدی آیات نے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار اقوال میں سے کسی ایک قول ہی نے یہ بات کیوں بیان نہیں کی؟ بلکہ کھلے لفظوں میں ہمیشہ یہی واضح کیا جاتا رہا کہ ہر قسم کی نبوت بالکل منقطع ہو چکی اور اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا، ختمِ نبوت کی سینکڑوں احادیث میں سے خاص طور پر مندرجہ ذیل احادیث دیکھئے:-

۱- اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔ (رواہ الترمذی ج:۲ ص:۵۱، ابواب الرؤیا وقال صحیح)

ترجمہ:- بے شک رسالت اور نبوّت منقطع ہو چکی، پس نہ میرے بعد کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔

یہاں اوّل تو نبی اور رسول کے ساتھ نبوّت اور رِسالت کے وصف ہی کو بالکلیہ منقطع قرار دِیا گیا، دُوسرے رسول اور نبی دو لفظ اِستعمال کر کے دونوں کی علیحدہ علیحدہ نفی کی گئی۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جہاں یہ دونوں لفظ ساتھ ہوں وہاں "رسول" سے مراد نئی شریعت لانے والا اور "نبی" سے مراد پُرانی شریعت ہی کا متبع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث نے تشریعی اور غیر تشریعی دونوں قسم کی نبوّت کو صراحۃً ہمیشہ کے لئے منقطع قرار دے دِیا۔

۲- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری اوقاتِ حیات میں جو بات بطورِ وصیت اِرشاد فرمائی، اس میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق یہ الفاظ بھی تھے:-

یَا اَیُّھَا النَّاسُ لَمْ یَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ اِلَّا الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ۔ (رواہ مسلم والنسائی وغیرہ)

ترجمہ:- اے لوگو! مبشراتِ نبوّت میں سے سوائے اچھے خوابوں کے کچھ باقی نہیں رہا۔

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

كَانَتْ بَنُوْا اِسْرَآئِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ، قَالُوْا: فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوْا بَيْعَةَ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ۔

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۹۱ کتاب الأنبیاء، ومسلم ج:۲ ص:۱۲۶ کتاب الامارۃ)

ترجمہ:- بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے، جب کوئی نبی وفات پاتا تو دُوسرا نبی اس کی جگہ لے لیتا، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: خلفاء کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ: یکے بعد دیگرے اُن کی بیعت کا حق ادا کرو۔

اِس حدیث میں جن انبیائے بنی اسرائیل کا ذِکر ہے وہ کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی شریعت کا اِتباع کرتے تھے، لہٰذا غیرتشریعی نبی تھے۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ میری اُمت میں ایسے غیرتشریعی نبی بھی نہیں ہوں گے۔ نیز "لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ" کہنے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آنے والے خلفاء تک کا ذِکر کردیا لیکن کسی غیرتشریعی یا ظلّی بروزی نبی کا کوئی اشارہ بھی نہیں دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مرزائی اِعتقاد کے مطابق دُنیا میں ایک ایسا عظیم نبی آنے والا تھا، جو تمام انبیائے بنی اسرائیل سے افضل تھا، اس میں (معاذ اللہ) تمام کمالاتِ محمدیہ دوبارہ جمع ہونے والے تھے اور اس کے تمام اِنکار کرنے والے کافر، گمراہ، شقی اور عذابِ اِلٰہی کا نشانہ بننے والے تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام نبوّت کا دعویٰ کرنے والے دجال ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے خلفاء تک کا ذِکر کیا گیا، لیکن ایسے عظیم الشان نبی کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا گیا۔ اس کا مطلب

اس کے سوا اور کیا نکلتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) اپنے بندوں کو جان بوجھ کر ہمیشہ کے لئے ایک گمراہ کن دھوکے میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ علی الاطلاق ہر قسم کی نبوّت کو ختم سمجھیں اور آنے والے غیر تشریعی نبی کو جھٹلا کر کافر، گمراہ اور مستحقِ عذاب بنتے رہیں؟ کیا کوئی شخص دائرۂ اسلامی میں رہتے ہوئے اس کا بات کا تصوّر بھی کر سکتا ہے؟

عربی صَرف و نحو کا اِبتدائی طالبِ علم بھی جانتا ہے کہ عربی زبان کے قواعد کی رُو سے "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" (میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) کا جملہ ایسا ہی ہے جیسے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) لہٰذا اگر اَوّل الذکر جملے میں کسی چھوٹے درجے کے غیر تشریعی یا طفیلی نبی کی گنجائش نکل سکتی ہے تو کوئی شخص یہ کیوں نہیں کہہ سکتا کہ مؤخر الذکر جملے میں ایسے خداؤں کی گنجائش ہے جن کی معبودیت (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا ظل، بروز ہونے کی وجہ سے ہے، اور جو مستقل بالذات خدا نہیں۔ ہر باخبر اِنسان کو معلوم ہے کہ دُنیا کی بیشتر مشرک قومیں ایسی ہیں جو مستقل بالذات خدا صرف اللہ تعالیٰ کو قرار دیتی ہیں اور ان کا شرک صرف اس بنا پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ ایسے دیوتاؤں اور معبودوں کے بھی قائل ہیں جن کی خدائی مستقل بالذات نہیں۔ کیا ان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہُ" کے قائل ہیں؟ اگر بالواسطہ خداؤں کے اِعتقاد کے ساتھ اِسلام کا پہلا عقیدہ یعنی عقیدۂ توحید سلامت نہیں رہ سکتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالواسطہ یا غیر تشریعی انبیاء کے اِعتقاد کے ساتھ اسلام کا دُوسرا عقیدہ یعنی عقیدۂ ختمِ نبوّت کیسے سلامت رہ سکتا ہے۔

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزولِ ثانی کے عقیدے کو عقیدۂ ختمِ نبوت سے متضاد قرار دینا اسی خلطِ مبحث کا شاہکار ہے جسے احادیث میں مدعیانِ نبوت کے "دَجل" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ختمِ نبوت کی آیات اور اَحادیث کو پڑھ کر ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی وہی مطلب سمجھے گا جو پوری اُمت نے اِجماعی طور پر سمجھا ہے، یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس سے یہ نرالا نتیجہ کوئی ذی ہوش نہیں نکال سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پچھلے انبیاء علیہم السلام کی نبوت چھن

گئی ہے یا پچھلے انبیاء میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ اگر کسی شخص کو "آخِرُ الْاَوْلَاد" یا "خَاتِمُ الْاَوْلَاد" یعنی فلاں شخص کا آخری لڑکا قرار دیا جائے تو کیا کوئی شخص بقائمی حواس اس کا یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ اس لڑکے سے پہلے جتنی اولاد ہوئی تھی وہ سب مرچکی؟ پھر آخر "خاتم الانبیاء" یا "آخرالانبیاء" کے لفظ کا یہ مطلب کونسی لغت، کونسی عقل اور کونسی شریعت کی روشنی میں لیا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تھے وہ سب وفات پاچکے ہیں؟

خود مرزا صاحب "خاتم الاولاد" کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

سو ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر بہ کمال و تمام دورۂ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو، یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔ (تریاق القلوب ص:۲۹۷ طبع سوم، قادیان ۱۹۳۸ء، رُوحانی خزائن ج:۱۵ ص:۴۷۸، ۴۷۹)

آگے لکھتے ہیں:-

میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں اُن کے لئے خاتم اولاد تھا۔ (رُوحانی خزائن ج:۱۵ ص:۴۷۹)

خود مرزا صاحب کی اس تشریح کے مطابق خاتم النبیین کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ماں کے پیٹ سے نہیں نکلے گا، لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول کا عقیدہ عقل و خرد کی آخر کونسی منطق سے آیت خاتم النبیین کے منافی ہوسکتا ہے؟

ظلّی اور بروزی نبوّت کا افسانہ

اسی طرح مرزائی صاحبان بعض اوقات یہ بہانہ تراشتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ظلّی اور بروزی نبوت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پرتو ہونے کی وجہ سے عقیدۂ ختمِ نبوت میں رخنہ انداز نہیں ہے، لیکن درحقیقت اسلامی نقطۂ نظر سے ظلّی

اور بروزی نبوّت کا عقیدہ مستقل بالذات نبوّت سے بھی کہیں زیادہ سنگین، خطرناک اور کافرانہ ہے، جس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:-

۱- تقابلِ اَدیان کا ایک ادنیٰ طالبِ علم بھی جانتا ہے کہ "ظل اور بروز" کا تصوّر خالصۃً ہندوانہ تصوّر ہے اور اِسلام میں اس کی کوئی ادنیٰ جھلک بھی کہیں نہیں پائی جاتی۔

۲- ظلّی اور بروزی نبوّت کا جو مفہوم خود مرزا غلام احمد صاحب نے بیان کیا ہے اس کی رُو سے ایسا نبی پچھلے تمام انبیاء سے زیادہ افضل اور بلند مرتبہ ہوتا ہے کیونکہ وہ (معاذ اللہ) افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز یعنی (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا دُوسرا جنم یا دُوسرا رُوپ ہے۔ اسی بنا پر مرزا غلام احمد نے متعدّد مرتبہ اِنتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اپنے آپ کو براہِ راست سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قرار دِیا ہے، چند عبارتیں ملاحظہ ہوں:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا مظہرِ اَتم ہوں یعنی ظلّی طور پر محمد اور احمد۔

(حاشیہ حقیقت الوحی ص:۷۲، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۷۴)

میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوّت کا کامل اِنعکاس ہے۔ (نزول المسیح ص:۴۸ طبع قادیان ۱۹۰۹ء، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۳۸۱)

میں بموجب آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہینِ احمدیہ میں میرا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دِیا ہے، پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوّت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور

چونکہ میں ظلّی طور پر محمد ہوں، پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی، یعنی بہر حال محمد ہی نبی رہے نہ اور کوئی، یعنی جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالاتِ محمدی مع نبوّتِ محمدیہ کے میرے آئینۂ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص:۱۰، ۱۱ مطبوعہ چناب نگر (ربوہ)، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۱۱، ۲۱۲)

ان الفاظ کو نقل کرتے ہوئے ہر مسلمان کا کلیجہ تھرائے گا، لیکن انہیں اس لئے نقل کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ یہ ہے خود مرزا صاحب کے الفاظ میں "ظلّی" اور "بروزی" نبوت کی تشریح، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے مستقل بالذات نبوت کا دعویٰ لازم نہیں آتا۔ سوال یہ ہے کہ جب اس ظل اور بروز کے گورکھ دھندے کی آڑ میں مرزا صاحب نے (معاذاللہ) "تمام کمالاتِ محمدی مع نبوّتِ محمدیہ کے" اپنے دامن میں سمیٹ لئے تو اب کون سا نبی ایسا رہ گیا جس سے اپنی افضلیت ثابت کرنے کی ضرورت رہ گئی ہو؟

اس کے بعد اگر ظلّی بروزی نبوّت کوئی ہلکے درجے کی نبوّت رہتی ہے اور اس کے بعد بھی عقیدۂ ختمِ نبوت نہیں ٹوٹتا تو پھر یہ تسلیم کرلینا چاہئے کہ عقیدۂ ختمِ نبوّت (معاذاللہ) ایسا بے معنی عقیدہ ہے جو کسی بڑے سے بڑے دعوئ نبوت سے بھی نہیں ٹوٹ سکتا۔

مرزا صاحب پچھلے نبیوں سے افضل

خود مرزائی صاحبان اپنی تحریروں میں اس بات کا اِعتراف کرچکے ہیں کہ مرزا صاحب کی ظلّی نبوت بہت سے اُن انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے افضل ہے، جنہیں بلاواسطہ نبوّت ملی ہے، چنانچہ مرزا صاحب کے منجھلے بیٹے مرزا بشیر احمد، ایم اے قادیانی لکھتے ہیں:۔

اور یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظلّی یا بروزی نبوت گھٹیا قسم کی نبوت ہے یہ محض ایک نفس کا دھوکا ہے جس کی کوئی بھی حقیقت نہیں

کیونکہ ظلّی نبوّت کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان نبی کریم صلعم کی اتباع میں اس قدر غرق ہو جائے کہ "من تو شدم تو من شدی" کے درجے کو پالے۔ ایسی صورت میں وہ نبی کریم صلعم کے جمیع کمالات کو عکس کے رنگ میں اپنے اندر اُترتا پائے گا حتیٰ کہ ان دونوں میں قرب اتنا بڑھے گا کہ نبی کریم صلعم کی نبوّت کی چادر بھی اس پر چڑھائی جائے گی، تب جا کر ظلّی نبی کہلائے گا، پس جب ظل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی پوری تصویر ہو اور اسی پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے تو وہ نادان جو مسیحِ موعود کی ظلّی نبوّت کو ایک گھٹیا قسم کی نبوّت سمجھتا یا اس کے معنی ناقص نبوّت کے کرتا ہے، وہ ہوش میں آوے اور اپنے اسلام کی فکر کرے، کیونکہ اس نے اس نبوّت کی شان پر حملہ کیا جو تمام نبوتوں کی سرتاج ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کو کیوں حضرت مسیحِ موعود پر ٹھوکر لگتی ہے اور کیوں بعض لوگ آپ کی نبوّت کو ناقص نبوّت سمجھتے ہیں کیونکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ آنحضرت صلعم کے بروز ہونے کے وجہ سے ظلّی نبی تھے اور اس ظلّی نبوّت کا پایہ بہت بلند ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے ان کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام کمالات رکھے جاویں جو نبی کریم صلعم میں رکھے گئے، بلکہ ہر ایک نبی کو اپنی اِستعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے، کسی کو بہت، کسی کو کم، مگر مسیحِ موعود کو تو تب نبوّت ملی جب اس نے نبوّتِ محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلّی نبی کہلائے پس ظلّی نبوّت نے مسیحِ موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔

(کلمۃ الفصل، ریویو آف ریلیجنز ج: ۱۴ ص: ۱۱۳ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

آگے مرزا صاحب کو حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم السلام، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل قرار دے کر لکھتے ہیں:-

پس مسیحِ موعود کی ظلّی نبوّت کوئی گھٹیا نبوّت نہیں، بلکہ خدا کی قسم اس نبوّت نے جہاں آقا کے درجے کو بلند کیا ہے وہاں غلام کو بھی اس مقام پر کھڑا کردیا ہے جس تک انبیائے بنی اسرائیل کی پہنچ نہیں۔ مبارک وہ جو اس نکتے کو سمجھے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے اپنے آپ کو بچالے۔ (حوالہ بالا ص:۱۱۴)

اور مرزا صاحب کے دُوسرے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ دُوم مرزا بشیرالدین محمود لکھتے ہیں:-

پس ظلّی اور بروزی نبوّت کوئی گھٹیا قسم کی نبوّت نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مسیحِ موعود کس طرح ایک اسرائیلی نبی کے مقابلے میں یوں فرماتا کہ ؎

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(القول الفصل ص:۱۶ مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ۱۹۱۵ء، انوار العلوم ج:۲ ص:۲۷۸)

خاتم النبیین ماننے کی حقیقت

یہ ہے خود مرزائی صاحبان کے الفاظ میں اس ظلّی اور بروزی نبوّت کی پوری حقیقت جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عقیدۂ ختمِ نبوّت میں رخنہ انداز نہیں ہے، جس شخص کو بھی عقل وفہم اور دیانت وانصاف کا کوئی ادنیٰ حصہ ملا ہے وہ مذکورہ بالا تحریریں پڑھنے کے بعد اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکال سکتا ہے کہ "ظلّی اور بروزی نبوّت" کے عقیدے سے زیادہ کوئی عقیدہ بھی ختمِ نبوّت کے منافی اور اس سے متضاد نہیں ہوسکتا، ختمِ نبوّت کا مطلب یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور ظلّی بروزی نبوّت کا عقیدہ

یہ کہتا ہے کہ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتا ہے بلکہ ایسا نبی آسکتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر افضل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ''تمام کمالات'' اپنے اندر رکھتا ہو اور جو تمام انبیاء کے مراتبِ کمال کو پیچھے چھوڑتا ہوا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہو سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل

بلکہ اس عقیدے میں اس بات کی بھی پوری گنجائش موجود ہے کہ کوئی شخص مرزا صاحب کو۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل قرار دیدے۔

کیونکہ جب مرزا صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ظہورِ ثانی قرار پائے تو آپ کا ظہورِ ثانی پہلے ظہور سے اعلیٰ بھی ہوسکتا ہے، اور یہ محض ایک قیاس ہی نہیں ہے بلکہ مرزائی رسالے ''ریویو آف ریلیجنز'' کے سابق ایڈیٹر قاضی ظہور الدین اکمل کی ایک نظم ۲۵/اکتوبر ۱۹۱۶ء کے اخبار ''بدر'' میں شائع ہوئی تھی جس کے چار شعر یہ ہیں:۔

امام اپنا عزیزو اس جہاں میں
غلام احمد ہوا دارالاماں میں
غلام احمد ہے عرشِ ربِّ اکبر
مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
محمدؐ پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکملؔ
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار ''بدر'' ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء جلد ۲ نمبر ۴۳ ص:۴)

یہ محض ''مریداں می پرانند'' والی شاعری نہیں ہے، بلکہ یہ اشعار شاعر نے خود مرزا غلام احمد صاحب کو سنائے اور انہیں لکھ کر پیش کئے، اور مرزا صاحب نے ان پر جزاک اللہ کہہ کر داد دی ہے۔ چنانچہ قاضی اکمل صاحب ۲۲/اگست ۱۹۴۴ء کے ''الفضل'' میں لکھتے ہیں:-

> وہ اس نظم کا ایک حصہ ہے جو حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پڑھی گئی اور خوش خط لکھے ہوئے قطعے کی صورت میں پیش کی گئی اور حضور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ اس وقت کسی نے اس شعر پر اِعتراض نہ کیا، حالانکہ مولوی محمد علی صاحب (اَمیرِ جماعت لاہور) اور اَعوانہم موجود تھے، اور جہاں تک حافظہ مدد کرتا ہے، بوثوق کہا جاسکتا ہے کہ سن رہے تھے اور اگر وہ اس سے بوجہ مرورِ زمانہ اِنکار کریں تو یہ نظم ''بدر'' میں چھپی اور شائع ہوئی۔ اُس وقت ''بدر'' کی پوزیشن وہی تھی بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر جو اس عہد میں ''الفضل'' کی ہے، حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر سے ان لوگوں کے محبانہ اور بے تکلّفانہ تعلقات تھے۔ وہ خدا کے فضل سے زندہ موجود ہیں ان سے پوچھ لیں اور خود کہہ دیں کہ یا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ناراضی یا ناپسندیدگی کا اِظہار کیا اور حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کا شرفِ سماعت حاصل کرنے اور جزاک اللہ تعالیٰ کا صلہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی کیا پہنچتا تھا کہ اس پر اِعتراض کر کے اپنی کمزوریٔ اِیمان اور قلّتِ عرفان کا ثبوت دیتا۔

(''الفضل''، جلد ۳۲ نمبر ۱۹۶ مؤرخہ ۲۲/اگست ۱۹۴۴ء ص:۶ کالم:۱)

آگے لکھتے ہیں:-

> یہ شعر خطبۂ اِلہامیہ کو پڑھ کر حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

زمانے میں کہا گیا اور ان کو سنا بھی دِیا گیا اور چھاپا بھی گیا۔

(ایضاً ص:٦ کالم:۲،۳)

اس سے واضح ہے کہ یہ محض شاعرانہ مبالغہ آرائی نہ تھی، بلکہ ایک مذہبی عقیدہ تھا، اور ظلّی بروزی نبوّت کے اِعتقاد کا وہ لازمی نتیجہ تھا جو مرزا صاحب کے "خطبۂ اِلہامیہ" سے مأخوذ تھا، اور مرزا صاحب نے بذاتِ خود اس کی نہ صرف تصدیق بلکہ تحسین کی تھی، "خطبۂ اِلہامیہ" کی جس عبارت سے شاعر نے یہ شعر اَخذ کئے ہیں، وہ یہ ہے، مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

> جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے، جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی بس اس نے حق کا اور نصِ قرآن کا اِنکار کیا بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں، یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اَکمل اور اشدّ ہے، بلکہ چودہویں رات کے چاند کی طرح ہے، اس لئے تلوار اور لڑنے والے گروہ کی محتاج نہیں، اور اس لئے خدا تعالیٰ نے مسیحِ موعود کی بعثت کے لئے صدیوں کے شمار کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے بدر کی راتوں کے شمار کے مانند اختیار فرمایا تا کہ یہ شمار اس مرتبے پر جو ترقیات کے تمام مرتبوں سے کمالِ تمام رکھتا ہے، دلالت کرے۔
>
> (خطبۂ اِلہامیہ ص:۲۷۱ مصنفہ ۱۹۰۲ء مطبوعہ چناب نگر (ربوہ)، رُوحانی خزائن ج:۱٦ ص:۲۷۱ تا ۲۷۳)

اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ جانا خود مرزا صاحب کا عقیدہ تھا جسے انہوں نے "خطبۂ اِلہامیہ" کی مذکورہ بالا عبارت میں بیان کیا، اسی کی تشریح کرتے ہوئے قاضی اکمل نے وہ اَشعار کہے اور مرزا صاحب نے ان کی تصدیق و تحسین کی۔

ہر شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ سکتا ہے

پھر بات یہیں ختم نہیں ہوتی، بلکہ مرزائی صاحبان کا عقیدہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ہے کہ صرف مرزا صاحب ہی نہیں، بلکہ ہر شخص اپنے رُوحانی مراتب میں ترقی کرتا ہوا (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے، چنانچہ مرزائیوں کے خلیفۂ دوم مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں:-

یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے، حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ ("الفضل" قادیان جلد ۱۰ نمبر ۵ مؤرخہ ۱۷ر جولائی ۱۹۲۲ء ص:۹ عنوان خلیفۃ المسیح کی ڈائری)

یہیں سے یہ حقیقت بھی کھل جاتی ہے کہ مرزائی صاحبان کی طرف سے بعض اوقات مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں، اس کی اصلیت کیا ہے؟ خود مرزا صاحب اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا ہے، یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی، جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی، اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوّت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے اور یہ قوّتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

(حقیقۃ الوحی ص:۹۷ حاشیہ، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۰۰)

ظل و بروز کے مذکورہ بالا اِعتقاد کے ساتھ مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس افاضۂ کمال کی ایسی مہر تھی جو بالکل اپنے

جیسے، بلکہ اپنے سے افضل و علیٰ نبی تراشتی تھی[1]۔ قرآن و حدیث، لغتِ عرب اور عقلِ انسانی کے ساتھ اس کھلے مذاق کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے ''معبودِ واحد'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائناتِ عالم میں وہ تنہا ذات ہے جس کی قوتِ قدسیہ خدا تراش ہے اور اپنے جیسے خدا پیدا کرسکتی ہے، اگر قرآنِ کریم کی آیات اور اُمت کے بنیادی عقائد کے ساتھ ایسی گستاخانہ دِل لگی کرنے کے بعد بھی کوئی شخص دائرۂ اسلام میں رہ سکتا ہے تو پھر رُوئے زمین کا کوئی انسان کافر نہیں ہوسکتا۔

دعوائے نبوّت کا منطقی نتیجہ

مرزا صاحب کا دعویٔ نبوّت پچھلے صفحات میں روزِ روشن کی طرح واضح ہوچکا ہے، اور قرآن، حدیث، اِجماع اور تاریخِ اسلام کی روشنی میں یہ بات طے ہوچکی ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرے، وہ اور اس کے متبعین کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

یہ صرف اسلام ہی کا نہیں، عقلِ عام کا بھی فیصلہ ہے۔ مذاہبِ عالم کی تاریخ سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا ہر شخص اس بات کو تسلیم کرے گا کہ جب کبھی کوئی شخص نبوّت کا دعویٰ کرتا ہے تو حق و باطل کی بحث سے قطعِ نظر، جتنے لوگ اس وقت موجود ہیں وہ فوراً دو گروہوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں، ایک گروہ وہ ہوتا ہے جو اس شخص کی تصدیق کرتا ہے اور اسے سچا مانتا

---

(۱) یہ اور بات ہے کہ خود مرزا صاحب کے اِعتراف کے مطابق اس عظیم الشان مہر سے صرف ایک ہی نبی تراشا گیا اور وہ مرزا غلام احمد صاحب تھے، فرماتے ہیں کہ: ''اس حصہ کثیر وحیٔ اِلٰہی اور اُمورِ غیبیہ میں اس اُمت میں سے میں ہی ایک فردِ مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور اَبدال و اَقطاب اس اُمت میں گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا، پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔'' (حقیقۃ الوحی ص:۳۹۱، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۴۰۶)

یہ لکھتے وقت مرزا صاحب کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ خاتم النبیین جمع کا صیغہ ہے، لہٰذا اس مہر سے کم از کم تین نبی تو تراشے جانے چاہئیں تھے۔

ہے، اور دُوسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو اس کی تصدیق اور پیروی نہیں کرتا۔ ان دو گروہوں کو دُنیا میں کبھی بھی ہم مذہب قرار نہیں دیا گیا بلکہ ہمیشہ دونوں کو الگ الگ مذہبوں کا پیروکار سمجھا گیا ہے، خود مرزا غلام احمد قادیانی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:-

> ہر نبی اور مامور کے وقت دو فرقے ہوتے ہیں، ایک وہ جس کا نام سعید رکھا ہے اور دُوسرا وہ جو شقی کہلاتا ہے۔[1] (الحکم جلد ۱ ۲۸ر دسمبر ۱۹۰۰ء منقول از ملفوظاتِ احمدیہ ج:۱ ص:۱۴۳، مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر قادیان ۱۹۲۵ء)

مذاہبِ عالم کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت پوری طرح واشگاف ہوجاتی ہے کہ دعوائے نبوّت کے بانٹنے ہوئے یہ دو فریق کبھی ہم مذہب نہیں کہلائے، بلکہ ہمیشہ حریف مذہبوں کی طرح رہے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو فوراً دو بڑے بڑے حریف مذہب پیدا ہوگئے، ایک مذہب آپ کے ماننے والوں کا تھا، جو بعد میں عیسائیت یا مسیحیت کہلایا، اور دُوسرا مذہب آپ کی تکذیب کرنے والوں کا تھا جو یہودی مذہب کہلایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے متبعین اگرچہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام پر اِیمان رکھتے تھے، لیکن یہودیوں نے کبھی ان کو اپنا ہم مذہب نہیں سمجھا اور نہ عیسائیوں نے کبھی اس بات پر اِصرار کیا کہ انہیں یہودیوں میں شامل سمجھا جائے۔ اسی طرح جب سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی اور توراۃ، زَبور اور اِنجیل تینوں پر اِیمان لائے، اس کے باوجود نہ عیسائیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو اپنا ہم مذہب سمجھا، اور نہ مسلمانوں نے کبھی یہ کوشش کی کہ

---

(۱) یہ قرآنِ کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں انسانوں کی دو قسمیں قرار دی ہیں، ایک "شقی"، یعنی کافر اور دُوسری "سعید"، یعنی مسلمان، پھر پہلی قسم کو جہنمی اور دُوسری کو جنتی قرار دیا گیا، ارشاد ہے: "فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ" الخ (سورۂ ہود:۱۰۵)۔

اُنہیں عیسائی کہا اور سمجھا جائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب مسیلمہ کذّاب نے نبوّت کا دعویٰ کیا تو اس کے متبعین مسلمانوں کے حریف کی حیثیت سے مقابلے پر آئے اور مسلمانوں نے بھی انہیں اُمتِ اسلامیہ سے بالکل الگ ایک مستقل مذہب کا حامل قرار دے کر ان کے خلاف جہاد کیا، حالانکہ مسیلمہ کذّاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر نہیں تھا، بلکہ اس کے یہاں جو اَذان دی جاتی تھی اس میں "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا کلمہ شامل تھا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ:-

وَكَانَ يُؤَذِّنُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَشْهَدُ فِي الْاَذَانِ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَكَانَ الَّذِيْ يُؤَذِّنُ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ النَّوَاحَةِ وَكَانَ الَّذِيْ يُقِيْمُ لَهٗ حُجَيْرُ بْنُ عُمَيْرٍ۔

(تاریخ طبری ج:۳ ص:۲۴۴)

ترجمہ:- مسیلمہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اَذان دیتا تھا اور اَذان میں اس بات کی شہادت دیتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور اس کا مؤذّن عبداللہ بن نواحہ تھا اور اِقامت کہنے والا حجیر بن عمیر تھا۔

مذاہبِ عالم کی یہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کسی مدعیٔ نبوّت کو ماننے والے اور اس کی تکذیب کرنے والے کبھی ایک مذہب کے سائے میں جمع نہیں ہوئے، لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٔ نبوّت کا یہ سو فیصد منطقی نتیجہ ہے کہ جو فریق ان کو سچا اور مامور من اللہ سمجھتا ہے وہ ان لوگوں کے مذہب میں شامل نہیں رہ سکتا جو ان کے دعووں کی تکذیب کرتا ہے۔ ان دونوں فریقوں کو ایک دِین کے پرچم تلے جمع کرنا صرف قرآن وسنت اور اِجماعِ اُمت ہی سے نہیں، بلکہ مذاہب کی پوری تاریخ سے بغاوت کے مترادف ہے۔

مرزائی صاحبان کی جماعتِ لاہور کے امیر محمد علی لاہوری صاحب نے ۱۹۰۶ء کے "ریویو آف ریلیجنز" (انگریزی) میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

"The Ahmadiyya movement stands in the same relation to islam in which christinaity stood to judaism."

(منقول از مباحثہ راولپنڈی ص: ۲۴۰، مطبوعہ دار الفضل قادیان، وتبدیلی عقائد مؤلفہ محمد اسماعیل قادیانی ص: ۱۲ مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر کراچی)

یعنی ''احمدیت کی تحریک اسلام کے ساتھ وہی نسبت رکھتی ہے جو عیسائیت کو یہودیت کے ساتھ تھی۔''

کیا عیسائیت اور یہودیت کو کوئی انسان ایک مذہب قرار دے سکتا ہے؟

خود مرزائیوں کا عقیدہ کہ وہ الگ ملت ہیں

مرزائی صاحبان کو اپنی یہ پوزیشن خود تسلیم ہے کہ ان کا اور ستر کروڑ مسلمانوں کا مذہب ایک نہیں ہے، وہ اپنی بے شمار تقریروں اور تحریروں میں اپنے اس عقیدے کا برملا اِعلان کرچکے ہیں کہ جن مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں میں ان کی تکذیب کی ہے وہ سب دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہیں، اس سلسلے میں ان کی مذہبی کتابوں کی تصریحات درج ذیل ہیں:-

مرزا غلام احمد صاحب کی تحریریں

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اپنے ''خطبۂ اِلہامیہ'' میں جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ پورے کا پورا بذریعہ اِلہام نازل ہوا تھا، کہتے ہیں:-

وَاتّخذتُ روحانية نبينا خيرِ الرُّسل مظهرًا من امّته لتبلُغ كمال ظهورها وغلبة نورها كما كان وعد الله في الكتاب المبين فأنا ذلك المظهر الموعود والنور المعهود فأمن ولا تكن من الكافرين وان شئت فاقرأ قولهٗ تعالىٰ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔

ترجمہ:- اور خیر الرسل کی رُوحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبے کے لئے ایک مظہر اختیار کیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا پس میں وہی مظہر ہوں، پس ایمان لا اور کافروں سے مت ہو اور اگر چاہتا ہے تو خدا تعالیٰ کے قول کو پڑھ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی....الخ۔

(خطبۂ الہامیہ مترجم مصنفہ ۱۹۰۱ء مطبوعہ چناب نگر (ربوہ) ص:۲۶۷،۲۶۸، رُوحانی خزائن ج:۱۶ ص:۲۶۷،۲۶۸)

اور "حقیقۃ الوحی" میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

کافر کا لفظ مؤمن کے مقابلے پر ہے، اور کفر دو قسم پر ہے۔ (اوّل) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دُوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیحِ موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اِتمامِ حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے، کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں، کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجبِ نصوصِ صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ (حقیقۃ الوحی ص:۱۷۹، ۱۸۰ مصنفہ ۱۹۰۶ء مطبوعہ طبع اوّل ۱۹۰۷ء، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۸۵،۱۸۶)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:-

یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم

کے انسان ٹھہراتے ہیں، حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے، کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔

آگے لکھتے ہیں:۔

علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔

مزید لکھتے ہیں:۔

خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے اور آسمان پر کسوف خسوف رمضان میں ہوا، اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رَدّ کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مؤمن کیونکر ہوسکتا ہے اور اگر وہ مؤمن ہے تو میں بوجہ اِفترا کرنے کے کافر ٹھہرا۔

(حقیقۃ الوحی ص:۱۶۳، ۱۶۴، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۶۷، ۱۶۸)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے نام پر اپنے خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص:۱۶۳، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۶۷)

نیز "معیار الاخیار" میں مرزا صاحب اپنا ایک اِلہام اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا اور صرف تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا

جہنمی ہے۔ (اشتہار معیار الاخیار ص:۸ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان ۲۵؍مئی ۱۹۰۰ء، مجموعہ اشتہارات ج:۳ ص:۲۷۵)

جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔

(نزول المسیح ص:۴ طبع اوّل مطبع ضیاء الاسلام قادیان ۱۹۰۹ء)

اور اپنی کتاب ''الہدیٰ'' میں اپنے انکار کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کے مساوی قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:-

فی الحقیقت دو شخص بڑے ہی بدبخت ہیں اور اِنس و جن میں ان سا کوئی بھی بدطالع نہیں، ایک وہ جس نے خاتم الانبیاء کو نہ مانا، دُوسرا وہ خاتم الخلفاء (یعنی بزعمِ خود مرزا صاحب) پر ایمان نہ لایا۔ (الہدیٰ ص:۵، دارالامان قادیان ۱۹۰۲ء، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۵۰)

اور ''انجامِ آتھم'' میں لکھتے ہیں:-

اب ظاہر ہے کہ ان اِلہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے، جو کچھ کہتا ہے، اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دُشمن جہنمی ہے۔

(انجامِ آتھم ص:۶۲ مطبوعہ قادیان ۱۹۲۲ء، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۶۲)

نیز اخبار ''بدر'' ۲۴؍مئی ۱۹۰۸ء میں لکھا ہے کہ:-

بحضرت مسیحِ موعود ایک شخص نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے، ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے؟

اس کا طویل جواب دیتے ہوئے آخر میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

ان کو چاہئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار شائع کردیں کہ یہ سب کافر ہیں کیونکہ اُنہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ

نہ پایا جائے اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذّب نہ ہوں، ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یعنی منافق دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ڈالے جائیں گے۔

(اخبار ''بدر'' ۲۴ رمئی ۱۹۰۸ء منقول از مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ج:۱ ص:۳۰۷)

مرزائی خلیفۂ اوّل حکیم نورالدین کے فتوے

مرزائی صاحبان کے پہلے خلیفہ جن کی خلافت پر دونوں مرزائی گروپ متفق تھے، فرماتے ہیں:-

ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مؤمن مسلمان نہیں ہوسکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں، عام ہے، خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے، ہندوستان میں ہو یا کسی اور ملک میں، کسی مأمور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے، ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی مأموریت کے منکر ہیں، بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔

(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ج:۱ ص:۲۷۵، بحوالہ اخبار ''الحکم'' ج:۱۵ نمبر ۸ مؤرخہ ۷ رمارچ ۱۹۱۱ء)

نیز ایک اور موقع پر کہتے ہیں:-

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر یہود و نصاریٰ اللہ کو مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں کو مانتے ہیں، کیا اس انکار پر کافر ہیں، یا نہیں؟ کافر ہیں۔ اگر اِسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں؟ اگر اِسرائیلی مسیح موسیٰ کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع ایسا ہے کہ اس کا منکر کافر ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع کیوں ایسا نہیں کہ اس کا منکر

بھی کافر ہو۔ اگر وہ مسیح ایسا تھا کہ اس کا منکر کافر ہے تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں۔ (مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ج:۱ ص:۳۸۵ بحوالہ "الحکم" ۱۹ جلد ۱۸ ۱۹۰۲ء و ۲۸ رمئی ۱۹۱۴ء)

خلیفۂ دوم مرزا محمود احمد کے فتاویٰ

اور مرزائی صاحبان کے خلیفۂ دوم مرزا بشیر الدین محمود صاحب لکھتے ہیں:-

جو شخص غیر احمدی کو رِشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیحِ موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دِین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دیدے، ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو، مگر اس معاملے میں وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے، مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو؟ کیا اس لئے دیتے ہو کہ وہ تمہاری قوم کا ہوتا ہے؟ مگر جس دن سے کہ تم احمدی ہوئے تمہاری قوم تو احمدیت ہوگئی شناخت اور اِمتیاز کے لئے اگر کوئی پوچھے تو اپنی ذات یا قوم بتا سکتے ہو، ورنہ اب تو تمہاری قوم، گوت، تمہاری ذات احمدی ہی ہے، پھر احمدیوں کو چھوڑ کر غیر احمدیوں میں کیوں قوم تلاش کرتے ہو، مؤمن کا تو یہ کام ہوتا ہے کہ جب حق آجائے تو باطل کو چھوڑ دیتا ہے۔ (ملائکۃ اللہ از مرزا بشیر الدین محمود ص:۴۶، ۴۷، مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ (چناب نگر)، انوار العلوم ج:۵ ص:۴۴۰، ۴۴۱)

نیز "انوارِ خلافت" میں فرماتے ہیں:-

ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی

کے منکر ہیں، یہ دِین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔

(انوارِ خلافت ص:۹۰ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء، انوار العلوم ج:۳ ص:۱۴۸)

اور ''آئینۂ صداقت'' میں تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا نام تک نہیں سنا وہ بھی کافر ہیں، فرماتے ہیں:-

کل مسلمان جو حضرت مسیحِ موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیحِ موعود کا نام بھی نہ سنا ہو، کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ (آئینۂ صداقت ص:۳۵، انوار العلوم ج:۶ ص:۱۱۰)

مرزا بشیر احمد، ایم اے کے اقوال

اور مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے منجھلے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں:-

ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں مانتا، اور یا محمدؐ کو مانتا ہے، پر مسیحِ موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

(کلمۃ الفصل ص:۱۱۰، مندرجہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۱۴ نمبر ۳، ۴ مارچ واپریل ۱۹۱۵ء)

اسی کتاب میں دُوسری جگہ لکھتے ہیں:-

مسیحِ موعود کا یہ دعویٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مأمور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے، دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو وہ نعوذ باللہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور محض اِفتراء علی اللہ کے طور پر دعویٰ کرتا ہے تو ایسی صورت میں نہ صرف وہ کافر بلکہ بڑا کافر ہے، اور یا مسیحِ موعود اپنے دعویٔ اِلہام میں سچا ہے اور خدا سچ مچ اس

سے ہم کلام ہوتا تھا تو اس صورت میں بلاشبہ یہ کفرِ انکار کرنے والے پر پڑے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ پس اب تم کو اختیار ہے کہ یا مسیحِ موعود کے منکروں کو مسلمان کہہ کر مسیحِ موعود پر کفر کا فتویٰ لگاؤ، اور یا مسیحِ موعود کو سچا مان کر اس کے منکروں کو کافر جانو۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو، کیونکہ آیتِ کریمہ صاف بتا رہی ہے کہ اگر مدعی کافر نہیں ہے تو مکذب ضرور کافر ہے، پس خدارا اپنا نفاق چھوڑو اور دِل میں کوئی فیصلہ کرو۔ (کلمۃ الفصل ص:۱۲۳ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز ج:۱۴ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

محمد علی لاہوری صاحب کے اقوال

محمد علی لاہوری صاحب (امیر جماعتِ لاہور) انگریزی ریویو آف ریلیجنز میں لکھتے ہیں:-

"The Ahmadiyya movement stands in the same relation to islam in which christinaity stood to judaism."

(منقول از مباحثہ راولپنڈی مطبوعہ قادیان ص:۲۴۰، وتبدیلی عقائد مؤلفہ محمد اسماعیل قادیانی ص:۱۲)

یعنی احمدی تحریک اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔

اس میں محمد علی لاہوری صاحب نے ''احمدیت'' کو ''اسلام'' سے اسی طرح الگ مذہب قرار دِیا ہے جس طرح عیسائیت یہودی سے بالکل الگ مذہب ہے۔

نیز ریویو آف ریلیجنز جلد ۵ صفحہ:۳۱۸ میں لکھتے ہیں:-

افسوس ان مسلمانوں پر جو حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں اندھے ہوکر انہی اعتراضات کو دُہرا رہے ہیں جو عیسائی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اندھے ہوکر ان اِعتراضوں کو مضبوط کررہے ہیں اور دُہرارہے ہیں جو یہودی حضرت عیسیٰ پر کرتے تھے۔ سچے نبی کا یہی ایک بڑا بھاری امتیازی نشان ہے کہ جو اِعتراض اس پر کیا جائے گا وہ سارے نبیوں پر پڑے گا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے مامور من اللہ کو رَدّ کرتا ہے وہ گویا کل سلسلۂ نبوّت کو رَدّ کرتا ہے۔

(منقول از تبدیلی عقائد مؤلفہ محمد اسماعیل صاحب قادیانی ص:۴۲)

یہاں یہ واضح رہے کہ مرزا غلام احمد صاحب یا ان کے متبعین کی عبارتوں میں کہیں کہیں ضمناً اپنے مخالفین کے لئے ''مسلمان'' کا لفظ استعمال ہوگیا ہے، اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ملک محمد عبداللہ صاحب قادیانی ریویو آف ریلیجنز کے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:-

آپ نے اپنے منکروں کو ان کے ظاہری نام کی وجہ سے مسلمان لکھا ہے، کیونکہ عرفِ عام کی وجہ سے جب ایک نام مشہور ہوجائے تو پھر خواہ حقیقت اس میں موجود نہ بھی رہے اسے اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ (احمدیت کے امتیازی مسائل مندرجہ ریویو آف ریلیجنز دسمبر ۱۹۴۱ء جلد ۴۰ ص:۳۸)

مسلمانوں سے عملی قطع تعلق

مذکورہ بالا اِعتقاد کی بنا پر مرزائی صاحبان نے خود اپنے آپ کو ایک الگ ملت قرار دے دیا، اور جیسا کہ پیچھے عرض کیا جاچکا ہے، ان کا یہ طرزِ عمل مرزا غلام احمد صاحب کے دعوؤں اور تحریروں کا بالکل منطقی نتیجہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے پیچھے نماز

پڑھنے، ان کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلق قائم کرنے اور ان کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کی بالکلیہ ممانعت کردی۔

غیر احمدی کے پیچھے نماز

چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب نے لکھا ہے کہ:-

تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے اس لئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مُردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی منکر اور مکذّب یا متردّد کے پیچھے نماز پڑھو، بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی اِمام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دُوسرے فرقوں کو جو دعوائے اسلام کرتے ہیں، بکلی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا اِمام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا اِلزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے اعمال حبط ہو جائیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص:۲۸ حاشیہ مصنفہ ۱۹۰۲ء مطبوعہ طبع جدیدہ چناب نگر (ربوہ)، رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۶۴)

غیر احمدیوں کے ساتھ شادی بیاہ

مرزا بشیر الدین محمود (خلیفۂ دوم قادیانی صاحبان) لکھتے ہیں:-

حضرت مسیحِ موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اِظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی

کو بٹھائے رکھو، لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اوّل نے اس کو احمدیوں کی اِمامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا، اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا (اب میں نے اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے)۔

("انوارِ خلافت" از مرزا بشیر الدین محمود ص: ۹۴ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء، انوار العلوم ج: ۳ ص: ۱۵۱)

آگے لکھتے ہیں:-

میں کسی کو جماعت سے نکالنے کا عادی نہیں لیکن اگر کوئی اس حکم کے خلاف کرے گا تو میں اس کو جماعت سے نکال دُوں گا۔ (حوالۂ بالا)

البتہ مسلمانوں کی لڑکیاں لینے کو قادیانی مذہب میں جائز قرار دِیا گیا ہے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مرزا غلام احمد کے دُوسرے صاحبزادے مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں کہ:-

اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔

(کلمۃ الفصل ص: ۱۶۹ مندرجہ ریویو جلد ۱۴ نمبر ۴)

غیر احمدیوں کی نمازِ جنازہ

مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:-

اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی حضرت مسیحِ موعود کے منکر ہوئے، اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے۔ لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مرجائے تو اس کا جنازہ بھی نہ پڑھا جائے، وہ تو مسیحِ موعود کا منکر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں

کہ اگر یہ بات دُرست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا؟ اور کتنے لوگ ہیں جوان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو ماں باپ کا مذہب ہوتا ہے، شریعت وہی مذہب ان کے بچے کا قرار دیتی ہے، پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہی ہوا، اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔

(انوارِ خلافت ص: ۹۳ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء، انوار العلوم ج: ۳ ص: ۱۵۰)

قائدِ اعظم کی نمازِ جنازہ

چنانچہ اپنے مذہب اور خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں چودھری ظفر اللہ خان صاحب سابق وزیرِ خارجہ پاکستان نے قائدِ اعظم کی نمازِ جنازہ میں بھی شرکت نہیں کی۔ منیر انکوائری کمیشن کے سامنے تو اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ:-

نمازِ جنازہ کے اِمام مولانا شبیر احمد عثمانی احمدیوں کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دے چکے تھے، اس لئے میں اس نماز میں شریک ہونے کا فیصلہ نہ کر سکا جس کی اِمامت مولانا کر رہے تھے۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت پنجاب ص: ۲۱۲)

لیکن عدالت سے باہر جب ان سے یہ بات پوچھی گئی کہ آپ نے قائدِ اعظم کی نمازِ جنازہ کیوں ادا نہیں کی؟ تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا:-

آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کافر نوکر۔ (''زمیندار'' لاہور ۸ فروری ۱۹۵۰ء)

جب اخبارات میں یہ واقعہ منظرِ عام پر آیا تو جماعتِ ربوہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا کہ:-

جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب پر ایک اِعتراض یہ کیا جاتا

ہے کہ آپ نے قائدِ اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دُنیا جانتی ہے کہ قائدِ اعظم احمدی نہ تھے، لہٰذا جماعتِ احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔

(ٹریکٹ نمبر ۲۲، بعنوان ''احراری علماء کی راست گوئی کا نمونہ'' ناشر: مہتمم نشر واشاعت نظارت دعوت وتبلیغ صدر انجمن احمدیہ چناب نگر (ربوہ) ضلع جھنگ)

اور قادیانی اخبار ''الفضل'' کا جواب یہ تھا کہ:-

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ابوطالب بھی قائدِ اعظم کی طرح مسلمانوں کے بہت بڑے محسن تھے، مگر نہ مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا اور نہ رسولِ خدا نے۔ (''الفضل'' ۲۸/اکتوبر ۱۹۵۲ء)

بعض لوگ چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے اس طرزِ عمل پر اظہارِ تعجب کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں تعجب کا کوئی موقع نہیں، انہوں نے جو دِین اختیار کیا تھا یہ اس کا لازمی تقاضا تھا، ان کا دِین، ان کا مذہب، ان کی اُمت، اُن کے عقائد، اُن کے افکار، ہر چیز مسلمانوں سے نہ صرف مختلف بلکہ ان سے بالکل متضاد ہے، ایسی صورت میں وہ قائدِ اعظم کی نمازِ جنازہ کیوں پڑھتے؟

خود اپنے آپ کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ

مذکورہ بالا توضیحات سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مرزائی مذہب مسلمانوں سے بالکل الگ مذہب ہے جس کا اُمتِ اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں، اور اپنی یہ پوزیشن خود مرزائیوں کو مُسلَّم ہے کہ اُن کا اور مسلمانوں کا مذہب ایک نہیں ہے اور وہ مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر سے الگ ایک مستقل اُمت ہے۔ چنانچہ انہوں نے غیر منقسم ہندوستان میں اپنے آپ کو سیاسی طور پر بھی مسلمانوں سے الگ ایک مستقل اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں:-

میں نے اپنے نمائندے کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں جس پر اس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو، اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں، جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کئے گئے ہیں، اسی طرح ہمارے بھی کئے جائیں۔ تم ایک پارسی پیش کردو، اس کے مقابلے میں دو دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا۔

(مرزا بشیر الدین محمود کا بیان مندرجہ ''الفضل'' ۱۳ر نومبر ۱۹۴۶ء)

کیا اس کے بعد بھی اس مطالبے کی معقولیت میں کسی انصاف پسند انسان کو کوئی ادنیٰ شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ مرزائی اُمت کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دِیا جائے؟

مرزائی بیانات کے بارے میں ایک ضروری تنبیہ

یہاں ایک اور اہم حقیقت کی طرف توجہ دِلانا ازبس ضروری ہے اور وہ یہ کہ مرزائی صاحبان کا نوّے سالہ طرزِ عمل یہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے جماعتی مفادات کی خاطر بسا اوقات صریح غلط بیانی سے بھی نہیں چوکتے۔ پیچھے ان کی وہ واضح اور غیر مبہم تحریریں پیش کی جاچکی ہیں جن میں انہوں نے مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر قرار دِیا ہے، اور جتنی تحریریں پیچھے پیش کی گئی ہیں، اس سے زیادہ مزید پیش کی جاسکتی ہیں، لیکن اپنی تقریر و تحریر میں ان گنت مرتبہ ان صریح اعلانات کے باوجود منیر انکوائری کمیشن کے سوال کے جواب میں ان دونوں جماعتوں نے یہ بیان دیا کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر نہیں سمجھتے۔

ان کا یہ بیان ان کے حقیقی عقائد اور سابقہ تحریرات سے اس قدر متضاد تھا کہ منیر انکوائری کمیشن کے جج صاحبان بھی اسے صحیح باور نہ کرسکے، چنانچہ وہ اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں:-

اس مسئلے پر کہ آیا احمدی دُوسرے مسلمانوں کو ایسا کافر سمجھتے ہیں جو

دائرۂ اسلام سے خارج ہیں؟ احمدیوں نے ہمارے سامنے یہ موقف ظاہر کیا ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں ہیں، اور لفظ ''کفر'' جو احمدی لٹریچر میں ایسے اشخاص کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس سے کفرِ خفی یا انکار مقصود ہے، یہ ہرگز کبھی مقصود نہیں ہوا کہ ایسے اشخاص دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ لیکن ہم نے اس موضوع پر احمدیوں کے بے شمار سابقہ اعلانات دیکھے ہیں اور ہمارے نزدیک ان کی کوئی تعبیر اس کے سوا ممکن نہیں کہ مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

(پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ اُردو ص:۲۱۲ ۱۹۵۴ء)

چنانچہ جب تحقیقات کی بلا ٹل گئی تو وہی سابقہ تحریریں جن میں مسلمانوں کو برملا کافر کہا گیا تھا پھر شائع ہونی شروع ہوگئیں، کیونکہ وہ تو ایک وقتی چال تھی جس کا اصل عقیدے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

یہی حال سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر ماننے کا ہے کہ مرزائی پیشواؤں کی ایسی صریح تحریروں کا ایک انبار موجود ہے جس میں انہوں نے اپنے اس عقیدے کا برملا اِعلان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبیوں کی آمد بند نہیں ہوئی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی پیدا ہوسکتے ہیں، مثلاً ان کے خلیفۂ دوم مرزا بشیر الدین محمود نے لکھا تھا کہ:-

اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے، تو کذّاب ہے، آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔ (انوارِ خلافت ص:۶۵ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء، انوار العلوم ج:۳ ص:۱۲۷)

لیکن حال ہی میں جب پاکستان کے دستور میں صدر اور وزیرِ اعظم کے حلف نامے میں یہ الفاظ بھی تجویز کئے گئے کہ "میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری پیغمبر ہونے پر اور اس بات پر اِیمان رکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا" تو قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اعلان فرمایا کہ:-

> میں نے اس حلف نامے کے الفاظ پر بڑا غور کیا ہے اور میں بالآخر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایک احمدی کے راستے میں اس حلف کو اُٹھانے میں کوئی روک نہیں۔ ("الفضل" چناب نگر (ربوہ) ۱۳رمئی ۱۹۷۳ء جلد ۲۶، ۲۷ نمبر ۱۰۶ ص:۱۵)

ملاحظہ فرمایئے کہ جو بات خلیفۂ دوم کے نزدیک انسان کو جھوٹا اور کذاب بنادیتی ہے اور جس کا اِقرار تلوار کے درمیان بھی جائز نہیں تھا، جب عہدۂ صدارت و وزارتِ عظمیٰ اس پر موقوف ہوگیا تو اس کے حلفیہ اِقرار میں بھی کچھ حرج نہ رہا۔

لہٰذا مرزائی صاحبان کے بارے میں حقیقت تک پہنچنے کے لئے وہ بیانات ہمیشہ گمراہ کن ہوں گے جو وہ کوئی بپتا پڑنے کے موقع پر دِیا کرتے ہیں، ان کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لئے ان کی اصل مذہبی تحریروں اور ان کے نوّے سالہ طرزِ عمل کا مطالعہ ضروری ہے، یا تو وہ اپنے تمام سابقہ عقائد، تحریروں اور بیانات سے کھلم کھلا توبہ کرکے ان سب سے براءت کا اِعلان کریں اور اس بات کا عملی ثبوت فراہم کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی پیروی سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا، یا پھر جرأت مندی سے اپنے عقائد اور بیانات کو قبول کرکے اپنی اس پوزیشن پر راضی ہوں جو ان کی روشنی میں ثابت ہوتی ہے، اس کے سوا جو بھی تیسرا راستہ اِختیار کیا جائے گا وہ محض دفع الوقتی کی ترکیب ہوگی جس سے کسی ذمہ دار اِدارے یا حق کے طلب گار کو دھوکے میں نہیں آنا چاہئے۔

***

لاہوری جماعت کی حقیقت

مرزائی صاحبان کی لاہوری جماعت، جس کے بانی محمد علی لاہوری صاحب تھے، بکثرت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتی، بلکہ مسیحِ موعود، مہدی اور مجدّد مانتی ہے، اس لئے اس پر ختمِ نبوّت کی خلاف ورزی کے الزام میں کفر عائد نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا مختصر سا جواب تو یہ ہے کہ جس شخص کا جھوٹا دعویٰ نبوّت ثابت ہو چکا ہو، اسے صرف نبی ہی نہیں، سچا ماننا اور واجب الاطاعت سمجھنا بھی کھلا کفر ہے، چہ جائیکہ اسے مسیحِ موعود، مہدی اور مجدّد اور محدَّث (صاحبِ اِلہام) قرار دِیا جائے۔ جیسا کہ پیچھے بیان کیا جاچکا ہے، کسی شخص کا دعوائے نبوّت جو دو حریف مذہب پیدا کرتا ہے، وہ اسے سچا ماننے والوں اور جھوٹا ماننے والوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جو جماعت اسے سچا قرار دیتی ہے وہ ایک مذہب کی پیرو قرار پاتی ہے، اور جو جماعت اس کی تکذیب کرتی ہے وہ دُوسرے مذہب میں شامل ہوتی ہے۔ لہٰذا جب مرزا غلام احمد قادیانی کا مدعیٔ نبوّت ہونا روزِ روشن کی طرح ثابت ہو چکا ہے تو اَب اس کو پیشوا ماننے والی تمام جماعتیں ایک ہی مذہب میں داخل ہوں گی، خواہ وہ اسے نبی کا نام دیں، یا مسیحِ موعود، مہدیٔ معہود اور مجدّد کا، لیکن اس مختصر جواب کے ساتھ لاہوری جماعت کی پوری حقیقت واضح کردینا بھی مناسب ہوگا۔

واقعہ یہ ہے کہ عقیدہ و مذہب کے اِعتبار سے ان دونوں جماعتوں میں عملاً کوئی فرق نہیں، بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اور ان کے بعد ان کے خلیفۂ اوّل حکیم نورالدین کے انتقال تک جماعتِ قادیان اور جماعتِ لاہور کوئی الگ جماعتیں نہ تھیں، اس پورے عرصے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام متبعین خواہ مرزا بشیرالدین ہوں یا محمد علی

لاہوری، پوری آزادی کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کو "نبی" اور "رسول" کہتے اور مانتے رہے۔ محمد علی لاہوری صاحب عرصۂ دراز تک مشہور قادیانی رسالے "ریویو آف ریلیجنز" کے ایڈیٹر رہے اور اس عرصے میں انہوں نے بے شمار مضامین میں نہ صرف مرزا غلام احمد صاحب کے لئے "نبی" اور "رسول" کا لفظ استعمال کیا، بلکہ ان کے لئے نبوت و رِسالت کے تمام لوازم کے قائل رہے، ان کے ایسے مضامین کو جمع کیا جائے تو ایک پوری کتاب بن سکتی ہے۔ تاہم یہاں محض نمونے کے طور پر ان کی چند تحریریں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۳ رمئی ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک بیان دیا جس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ جو شخص مرزا صاحب کی تکذیب کرے وہ "کذّاب" ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کو اگر مرزا صاحب نے کذّاب لکھا تو ٹھیک کہا۔ اس بیان میں وہ لکھتے ہیں:-

> مکذبِ مدعئ نبوّت کذّاب ہوتا ہے، مرزا صاحب ملزم مدعئ نبوّت ہے، اس کے مرید اس کو دعوے میں سچا اور دُشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔
>
> (حلفیہ شہادت بعدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور مؤرخہ ۱۳ رمئی ۱۹۰۴ء منقول از ماہنامہ "فرقان" قادیان جلد۱ نمبر۱ ماہِ جنوری ۱۹۴۲ء ص:۱۵)
>
> آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خداوند تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رِسالتوں کے دروازے بند کردیئے، مگر آپ کے متبعین کامل کے لئے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہوکر آپ کے اخلاقِ کاملہ سے نور حاصل کرتے ہیں، ان کے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔
>
> (ریویو آف ریلیجنز ج:۵ ص:۱۸۶ بحوالہ تبدیلی عقائد از محمد اسماعیل قادیانی ص:۲۲ مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر قادیان)
>
> جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں دُنیا کی اِصلاح کے لئے مامور اور نبی کر کے بھیجا ہے وہ بھی شہرت پسند نہیں، بلکہ ایک عرصۂ دراز

تک جب تک اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ لوگوں سے بیعتِ توبہ لیں، آپ کو کسی سے کچھ سروکار نہیں تھا اور سالہا سال تک گوشۂ خلوت سے باہر نہیں نکلے، یہی سنت قدیم سے انبیاء کی چلی آئی ہے۔

(ریویو جلد ۵ ص:۱۳۱، ۱۳۲، بحوالۂ بالا ص:۳۸)

مخالف خواہ کوئی ہی معنی کرے مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کرسکتا ہے، صدیق بنا سکتا ہے اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کرسکتا ہے، مگر چاہئے مانگنے والا ...... ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) وہ صادق تھا، خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔ (تقریر محمد علی صاحب در احمدیہ بلڈنگز، مندرجہ ''الحکم'' ۱۸؍جولائی ۱۹۰۸ء بحوالہ ماہنامہ ''فرقان'' قادیان جنوری ۱۹۴۲ء جلد ۱ نمبر ۱ ص:۱۱)

یہ اقتباسات تو محض بطور نمونہ محمد علی لاہوری صاحب بانی جماعتِ لاہور کی تحریروں سے پیش کئے گئے ہیں، لیکن یہ صرف انہی کا عقیدہ نہ تھا، بلکہ پوری جماعتِ لاہور نے اپنے ایک حلفیہ بیان میں انہی عقائد کا اقرار کیا ہے۔

لاہوری جماعت کا حلفیہ بیان

''پیغامِ صلح'' جماعتِ لاہور کا مشہور اخبار ہے، اس کی ۱۶؍اکتوبر ۱۹۱۳ء کی اشاعت میں پوری جماعت کی طرف سے یہ حلفیہ بیان شائع ہوا:-

معلوم ہوا کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈال دیا ہے کہ اخبارِ ھٰذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی سیّدنا وہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیحِ موعود، مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارجِ عالیہ کو اصلیت سے کم یا اِستخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے اخبار

''پیغامِ صلح'' کے ساتھ تعلق ہے، خدا تعالیٰ کو جو دِلوں کے بھید جاننے والا ہے، حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے، ہم حضرت مسیحِ موعود و مہدیٔ معہود کو اس زمانے کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔

(''پیغامِ صلح'' ۱۶/اکتوبر ۱۹۱۳ء ص:۲ بحوالہ ماہنامہ ''فرقان'' قادیان جنوری ۱۹۴۲ء ص:۱۳، ۱۴)

اس حلفیہ بیان کے بعد لاہوری جماعت کے اصل عقائد سے ہر پردہ اُٹھ جاتا ہے، لیکن جب مرزائیوں کے خلیفۂ اوّل حکیم نورالدین کا انتقال ہوتا ہے اور خلافت کا مسئلہ اُٹھتا ہے تو محمد علی لاہوری صاحب مرزا بشیرالدین محمود کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور انہیں خلیفہ تسلیم کرنے سے انکار کرکے قادیان سے لاہور چلے آتے ہیں اور یہاں اپنی الگ جماعت کی داغ بیل ڈالتے ہیں۔ ۱۴/مارچ ۱۹۱۴ء کو مرزا بشیرالدین خلیفۂ دوم مقرر کئے گئے اور ۲۲/مارچ ۱۹۱۴ء کو اس فیصلے سے اِختلاف کرنے والی جماعتِ لاہور کا پہلا جلسہ ہوا، اس جلسے میں جو قرارداد منظور کی گئی وہ یہ تھی:-

صاحبزادہ صاحب (مرزا بشیرالدین) کے اِنتخاب کو اس حد تک ہم جائز سمجھتے ہیں کہ وہ غیراحمدیوں سے احمد کے نام پر بیعت لیں، یعنی اپنے سلسلۂ احمدیہ میں ان کو داخل کرلیں، لیکن احمدیوں سے دوبارہ بیعت لینے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس حیثیت میں ہم انہیں امیر تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں، لیکن اس کے لئے بیعت کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ ہی امیر اس بات کا مجاز ہوگا کہ جو حقوق و اِختیارات صدر انجمن احمدیہ کو حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے دیئے ہیں اور اس کو اپنا جانشین قرار دِیا ہے، اس میں کسی قسم کی

دست اندازی کرے۔ (ضمیمہ "پیغامِ صلح" ۲۴؍مارچ ۱۹۱۴ء بحوالہ "فرقان" قادیان جنوری ۱۹۴۲ء ص:۷)

اس قرارداد سے واضح ہے کہ لاہوری جماعت کو اس وقت نہ جماعت قادیان کے عقائد پر اعتراض تھا اور نہ وہ مرزا بشیر الدین کو خلافت کے لئے نااہل قرار دیتے تھے، جھگڑا تھا تو اس بات پر تھا کہ تمام اختیارات انجمن احمدیہ کو دیئے جائیں نہ کہ خلیفہ کو، لیکن جب مرزا بشیر الدین محمود نے اس تجویز کو منظور نہ کیا تو محمد علی لاہوری نے لکھا:-

خلافت کا سلسلہ صرف چند روزہ ہوتا ہے، تو کس طرح تسلیم کرلیا جائے کہ اگر ایک شخص کی بیعت کرلی تو اب آئندہ بھی کرتے جاؤ۔
("پیغامِ صلح" ۲؍اپریل ۱۹۱۴ء منقول از "فرقان" حوالہ بالا ص:۷)

یہ تھا قادیانی اور لاہوری جماعتوں کا اصل اختلاف جس کی بنا پر یہ دونوں پارٹیاں الگ ہوئیں، اس سیاسی اختلاف کی بنا پر جب قادیانی جماعت نے لاہوری جماعت پر عرصۂ حیات تنگ کردیا تو لاہوری گروپ مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے پر مجبور ہوا، چنانچہ جب جماعتِ لاہور نے اپنا الگ مرکز قائم کیا تو کچھ اپنی علیحدگی کو خوبصورت بنانے کی تدبیر، کچھ قادیانی جماعت کے بغض اور کچھ مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کی فکر کی وجہ سے اس جماعت نے اپنے سابقہ عقائد اور تحریروں سے رُجوع اور توبہ کا اِعلان کئے بغیر یہ کہنا شروع کردیا کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں بلکہ مسیحِ موعود، مہدی اور مجدّد مانتے ہیں۔

قادیان اور لاہور کی جماعتوں میں کوئی فرق نہیں

لیکن اگر لاہوری جماعت کے اُن عقائد کو بھی دیکھا جائے جن کا اِعلان انہوں نے ۱۹۱۴ء کے بعد کیا ہے، تب بھی یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اُن کا یہ موقف محض ایک لفظی ہیر پھیر ہے، اور حقیقت کے اعتبار سے اُن کے اور قادیانی جماعت کے درمیان کوئی بنیادی

فرق نہیں ہے، جس طرح وہ مرزا غلام احمد کے اِلہامات کو حجت اور واجب الاتباع مانتے ہیں، اُسی طرح یہ بھی اُسے حجت اور واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔ جس طرح وہ مرزا صاحب کی تمام کفریات کی تصدیق کرتے ہیں، اُسی طرح یہ بھی اُسے واجب التصدیق قرار دیتے ہیں، جس طرح وہ مرزا صاحب کی تمام کتابوں کو اپنے لئے اِلہامی سند اور مذہبی اتھارٹی سمجھتے ہیں، اُسی طرح یہ بھی انہیں مذہبی مأخذ کی حیثیت دیتے ہیں، جس طرح وہ مرزا صاحب کے مخالفین کو کافر کہتے ہیں، اُسی طرح یہ بھی مرزا صاحب کو کافر اور جھوٹا قرار دینے والوں کے کفر کے قائل ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قادیانی جماعت مرزا صاحب کے لئے لفظ ''نبی'' استعمال کرنے کو علی الاطلاق جائز سمجھتی ہے اور لاہوری جماعت مرزا صاحب کے لئے اس لفظ کے استعمال کو صرف لغوی یا مجازی حیثیت میں جائز قرار دیتی ہے۔

اس حقیقت کی تشریح اس طرح ہوگی کہ لاہوری جماعت جن بنیادی عقیدوں میں اپنے آپ کو قادیانی جماعت سے ممتاز قرار دیتی ہے، وہ دو عقیدے ہیں:-

۱- مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے لفظ ''نبی'' کا استعمال۔

۲- غیر احمدیوں کو کافر کہنا۔

لاہوری جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی بلکہ صرف مجدد مانتی ہے اور غیر احمدیوں کو کافر کے بجائے صرف فاسق قرار دیتی ہے، اب ان دونوں باتوں کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔

نبی نہ ماننے کی حقیقت

لاہوری جماعت اگرچہ اِعلان تو یہی کرتی ہے کہ ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے بلکہ ''مجدّد'' مانتے ہیں، لیکن ''مجدّد'' کا مطلب کیا ہے؟ بعینہٖ وہ جسے قادیانی جماعت ظلّی اور بروزی نبی کہتی ہے چنانچہ محمد علی لاہوری صاحب اپنی کتاب ''النبوۃ فی الاسلام'' میں جو جماعتِ لاہور کی علیحدگی کے بہت بعد کی تصنیف ہے، لکھتے ہیں:-

انواعِ نبوت میں سے وہ نوع جو محدث کو ملتی ہے، وہ چونکہ بباعثِ اِتباع اور فنافی الرسول کے ملتی ہے، جیسا توضیح المرام میں لکھا تھا کہ وہ نوع مبشرات ہے، اس لئے وہ تحدیدِ ختمِ نبوت سے باہر ہے، اور یہ حضرت مسیحِ موعود ہی نہیں کہتے بلکہ حدیثوں نے صاف طور پر ایک طرف محدثوں کا وعدہ دے کر اور دُوسری طرف مبشرات کو باقی رکھ کر یہی اُصول قرار دِیا ہے۔ گویا نبوت تو ختم ہے، مگر ایک نوعِ نبوت باقی ہے، اور وہ نوعِ نبوت مبشرات ہیں، وہ ان لوگوں کو ملتی ہے جو کامل طور پر اِتباع حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتے ہیں اور فنافی الرسول کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ اب بعینہٖ اسی اُصول کو "چشمہ معرفت" میں جو آپ (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) کی سب سے آخری کتاب ہے، بیان کیا ہے۔ دیکھو صفحہ: ۳۲۴۔

(رُوحانی خزائن ج:۲۳ ص:۳۴۰)

تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے، مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں، یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں۔ کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے، یعنی اس کا ظل ہے، اور اسی کے ذریعے سے ہے اور اسی کا مظہر ہے۔

اب دیکھو کہ یہاں بھی نبوت کو تو ختم ہی کہا ہے، لیکن ایک قسم کی نبوت باقی بتائی ہے اور وہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ: ۱۸۲ پر یہ بھی صاف لکھ دیا ہے کہ وہ نبوت جس کو ظلی نبوت یا نبوتِ محمدیہ کہتے ہیں وہ وہی مبشرات والی نبوت ہے۔ (النبوۃ فی الاسلام ص:۱۵۰ مطبوعہ لاہور)

آگے مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کی تشریح کرتے ہوئے اور اُنہیں دُرست قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

درحقیقت جو کچھ فرمایا ہے (یعنی مرزا غلام احمد صاحب نے جو کچھ کہا ہے) گو اُس کے الفاظ میں تھوڑا تھوڑا تغیر ہو، مگر ماحصل سب کا ایک ہی ہے، یعنی یہ کہ اوّل فرمایا کہ صاحبِ خاتم ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر فرمایا کہ صاحبِ خاتم ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کی مہر سے ایک ایسی نبوّت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمتی ہونا لازم ہے۔ اب اُمتی ہونے کے معنیٰ یہی ہیں کہ کامل اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی جائے اور اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا کردیا جائے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک قسم کی نبوّت بھی مل سکتی ہے، وہ نبوّت کیا ہے؟ اس کو آخر میں جا کر صاف حل کردیا ہے کہ وہ ایک ظلّی نبوّت ہے جس کے معنیٰ ہیں فیضِ محمدی سے وحی پانا اور یہ بھی فرمایا کہ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔

(النبوۃ فی الاسلام از محمد علی لاہوری صاحب ص: ۱۵۳)

محمد علی لاہوری صاحب کی اُن عبارتوں کو اہلِ قادیان اور اہلِ ربوہ کے اُن عقائد سے ملا کر دیکھئے جو پیچھے بیان ہوچکے ہیں، کیا کہیں کوئی فرق نظر آتا ہے؟ لیکن آگے فرق ظاہر کرنے کے لئے لفظوں کا یہ کھیل بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

حضرت مسیحِ موعود نے اپنی پہلی اور پچھلی تحریروں میں ایک ہی اُصول باندھا ہے اور وہ اُصول یہ ہے کہ بابِ نبوّت تو مسدود ہے مگر ایک نوع کی نبوّت مل سکتی ہے، یوں نہیں کہیں گے کہ نبوّت کا دروازہ کھلا ہے بلکہ یہ کہیں گے کہ نبوّت کا دروازہ بند ہے، مگر ایک نوع کی نبوّت

باقی رہ گئی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ یوں نہیں کہیں گے کہ ایک شخص اب بھی نبی ہوسکتا ہے، یوں کہیں گے کہ ایک نوع کی نبوت اب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوسکتی ہے، اس کا نام ایک جگہ مبشرات، ایک جگہ جزوی نبوّت، ایک جگہ محدّثیت، ایک جگہ کثرتِ مکالمہ رکھا ہے مگر نام کوئی بھی رکھا ہو، اس کا بڑا نشان یہ قرار دیا ہے کہ وہ ایک انسانِ کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع سے مل سکتی ہے وہ فنافی الرسول(۱) سے حاصل ہوتی ہے، وہ نبوّتِ محمدیہ کی مستفاض ہے، وہ چراغِ نبوی کی روشنی ہے، وہ اصلی کوئی چیز نہیں، ظل ہے۔ (حوالۂ بالا ص:۱۵۸)

کیا یہ لفظوں کے معمولی ہیر پھیر سے ظل و بروز کا بعینہٖ وہی فلسفہ نہیں ہے جو مرزا صاحب اور قادیانی جماعت کے الفاظ میں پیچھے بیان کیا جاچکا ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو حقیقت کے لحاظ سے قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت میں فرق کیا رہ گیا؟ اور یہ صرف محمد علی لاہوری صاحب ہی کا نہیں، پوری لاہوری جماعت کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے درمیان جو مباحثہ راولپنڈی میں ہوا، اور جسے دونوں جماعتوں نے مشترک خرچ پر شائع کیا، اس میں لاہوری جماعت کے نمائندے نے صراحۃً کہا کہ:-

حضرت (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِظلال میں ایک کامل ظل ہیں، پس ان کی بیوی اس لئے اُمّ المؤمنین ہے اور یہ بھی ظلّی طور پر مرتبہ ہے۔ (مباحثہ راولپنڈی ص:۱۹۶)

نیز اس بات کا بھی اِعتراف کیا کہ:-

---

(۱) فنافی الرسول سے نبوت مل جاتی ہے تو شاید فنافی اللہ سے خدائی بھی مل جاتی ہوگی۔

حضرت مسیحِ موعود نبی نہیں، مگر آنحضرتؐ کی نبوت ان میں منعکس ہے۔ (مباحثہ راولپنڈی ص:۱۹۶)

یہ سب وہ عقائد ہیں جنہیں لاہوری جماعت اب بھی تسلیم کرتی ہے، اس سے واضح ہوگیا کہ مرزا غلام احمد کی نبوت کے سلسلے میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت میں صرف لفظی ہیر پھیر کا اِختلاف ہے۔ لاہوری جماعت اگرچہ مرزا صاحب کا لقب مسیحِ موعود اور مجدّد رکھتی ہے، لیکن ان الفاظ سے اس کی مراد بعینہٖ وہ ہے جو قادیانی جماعت ظلّی، بروزی یا غیرتشریعی یا اُمتی نبی کے الفاظ سے مراد لیتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ لاہوری جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ''مسیحِ موعود''، ''مجدّد'' اور ''مہدی'' کا یہ مقام جسے مرزا صاحب نے ہزارہا مرتبہ لفظ ''نبی'' سے تعبیر کیا اور جس کے لئے وہ خود ۱۹۱۴ء تک بلاتکلف یہی لفظ استعمال کرتے رہے، خلافت کا نزاع پیدا ہونے کے بعد اس کے لئے ''نبوّت'' کا لفظ - اور صرف لفظ - مجازی یا لغوی قرار پاگیا جسے مرزا صاحب کی عبارتوں کی تشریح کے لئے اب بھی استعمال کیا جاتا ہے، لیکن عام تحریروں میں اس کا استعمال مصلحۃً ترک کردیا گیا ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال مرحوم نے بالکل صحیح بات کہی تھی کہ:-

> تحریکِ احمدیت دو جماعتوں میں منقسم ہے جو قادیانی اور لاہوری جماعتوں کے نام سے موسوم ہیں، اوّل الذکر جماعت بانیٔ احمدیت کو نبی تسلیم کرتی ہے، آخرالذکر نے اِعتقاداً یا مصلحۃً قادیانیت کی شدّت کو کم کرکے پیش کرنا مناسب سمجھا۔
>
> (حرفِ اقبال ص:۱۴۹، المنار اکادمی مطبوعہ ۱۹۴۰ء)

یہاں یہ حقیقت بھی واضح کردینا مناسب ہے کہ لاہوری صاحبان نے جو تأویل کی ہے کہ مرزا صاحب نے ہر جگہ اپنے لئے لفظ ''نبی'' مجازی یا لغوی طور پر اِستعمال کیا ہے، حقیقی نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا۔[1] اس تأویل کے لئے انہوں نے ''حقیقی نبوّت'' کی ایک

---

(۱) اگرچہ مرزا صاحب کی بے شمار تحریریں اس دعوے کی بھی تردید کرتی ہیں۔

مخصوص اِصطلاح گھڑی ہے جو شرعی اِصطلاح سے بالکل الگ ہے، اس ''حقیقی نبی'' کے لئے انہوں نے بہت سی شرائط عائد کی ہیں، جن میں سے چند یہ بھی ہیں:-

۱- حقیقی نبی صرف وہ ہوگا جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے ہوں، نزولِ جبرائیلؑ کے بغیر کوئی حقیقی نبی نہیں ہوسکتا۔ (النبوۃ فی الاسلام، از محمد علی لاہوری ص:۲۸)

۲- حقیقی نبوّت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سابقہ شریعت کو منسوخ یا اس میں ترمیم کر سکے۔ (النبوۃ فی الاسلام ص:۴۷)

۳- حقیقی نبی کی وحی عبادات میں پڑھی جاتی ہے۔ (النبوۃ فی الاسلام ص:۵۶)

۴- ہر حقیقی نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب لائے۔ (النبوۃ فی الاسلام ص:۶۰)

حقیقی نبوت کے لئے اس طرح کی بارہ شرائط عائد کرنے کے بعد انہوں نے ثابت کیا ہے کہ چونکہ یہ شرائط مرزا صاحب کی نبوّت میں نہیں پائی جاتیں، اس لئے ان پر حقیقی معنیٰ میں لفظِ ''نبی'' کا اِطلاق دُرست نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ شریعت کی معروف اِصطلاح میں نبی کے لئے نہ کتاب لانا ضروری ہے، نہ یہ ضروری ہے کہ اس کی وحی عبادتوں میں ضرور ہی پڑھی جائے، نہ یہ لازمی ہے کہ نبی اپنے سے پہلی شریعت کو ہمیشہ منسوخ ہی کردے، اور نہ نبوّت کی تعریف میں یہ بات داخل ہے کہ اس میں وحی لانے والے ہمیشہ جبرائیل علیہ السلام ہی ہوں۔ لہٰذا ''حقیقی نبوّت'' صرف اسی نبوّت کو قرار دینا جس میں یہ ساری شرائط موجود ہوں، محض ایک ایسا حیلہ ہے جس کے ذریعے کبھی مرزا صاحب کو نبی قرار دینا اور کبھی ان کی نبوت سے اِنکار کرنا آسان ہوجائے۔ کیونکہ یہ شرائط عائد کرکے تو بہت سے انبیائے بنی اسرائیل کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ ''حقیقی نبی'' نہیں تھے، کیونکہ نہ اُن پر کتاب اُتری، نہ اُن کی وحی کی تلاوت کی گئی اور نہ وہ کوئی نئی شریعت لے کر آئے، لیکن وہ انبیاء تھے۔

تکفیر کا مسئلہ

لاہوری جماعت جس بنیاد پر اپنے آپ کو اہلِ قادیان سے ممتاز قرار دیتی ہے، وہ

اصل میں تو نبوت ہی کا مسئلہ ہے، جس کے بارے میں پیچھے واضح ہو چکا ہے کہ وہ صرف لفظی ہیر پھیر کا فرق ہے، ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔ دُوسرا مسئلہ جس کے بارے میں جماعتِ لاہور کا دعویٰ ہے کہ وہ جماعتِ قادیان سے مختلف ہے، تکفیر کا مسئلہ ہے، یعنی لاہوریوں کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان قرار دیتے ہیں، لیکن یہاں بھی بات اتنی سادہ نہیں جتنی بیان کی جاتی ہے، اس مسئلے پر اَمیرِ جماعت محمد علی لاہوری صاحب نے ایک مستقل کتاب ''ردِّ تکفیر اہلِ قبلہ'' کے نام سے لکھی ہے، اس کتاب کو بغور پڑھنے کے بعد ان کا جو نقطۂ نظر واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو مسیحِ موعود نہ ماننے والوں کی دو قسمیں ہیں:-

۱- وہ لوگ جو مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے مگر انہیں کافر اور کاذب بھی نہیں کہتے، ایسے لوگ ان کے نزدیک بلاشبہ کافر نہیں ہیں بلکہ فاسق ہیں۔

(النبوۃ فی الاسلام ص:۲۱۵)

۲- وہ لوگ جو مرزا غلام احمد کو کافر یا کاذب کہتے ہیں، ان کے بارے میں ان کا مسلک بھی یہی ہے کہ وہ ''کافر'' ہیں، چنانچہ محمد علی صاحب لکھتے ہیں:-

> گویا آپ (یعنی مرزا غلام احمد) کی تکفیر کرنے والے اور وہ منکر جو آپ کو کاذب یعنی جھوٹا بھی قرار دیتے ہیں، ایک قسم میں داخل ہیں اور ان کا حکم ایک ہے، اور دُوسرے منکروں کا حکم الگ ہے۔
>
> آگے پہلی قسم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-
>
> حضرت مسیحِ موعود نے اب بھی اپنے انکار یا اپنے دعوے کے انکار کو وجہِ کفر قرار نہیں دیا، بلکہ وجہِ کفر صرف اسی بات کو قرار دِیا ہے کہ مفتری کہہ کر اس نے مجھے کافر کہا، اس لئے اسی حدیث کے مطابق جو کافر کہنے والے پر کفر لوٹاتی ہے، اس صورت میں بھی کفر لوٹا۔
>
> چونکہ کافر کہنے والا اور کاذب کہنے والا معنیٰ یکساں ہیں یعنی مدعی

(مرزا صاحب) کی دونوں تکفیر کرتے ہیں اس لئے دونوں اس حدیث کے ماتحت خود کفر کے نیچے آجاتے ہیں۔ (ردِّ تکفیر اہلِ قبلہ مصنفہ محمد علی لاہوری صاحب ص:۲۹، ۳۰ مطبوعہ انجمن اشاعتِ اسلام ۱۹۲۶ء)

نیز لاہوری جماعت کے معروف مناظر اختر حسین گیلانی لکھتے ہیں:-

جو (مرزا صاحب) کی تکذیب کرنے والے ہیں ان کے متعلق ضرور فرمایا کہ ان پر فتویٰ کفر لوٹ کر پڑتا ہے، کیونکہ تکذیب کرنے والے حقیقۃً مفتری قرار دے کر کافر ٹھہراتے ہیں۔

(مباحثہ راولپنڈی ص:۲۵۱، مطبوعہ قادیان)

اس سے صاف واضح ہے کہ جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعوؤں میں کاذب (جھوٹا) قرار دیتے ہیں یا انہیں کافر کہتے ہیں، ان کو لاہوری جماعت بھی کافر تسلیم کرتی ہے، صرف تکفیر کی وجہ کا فرق ہے۔ جو لوگ لاہوریوں کے نزدیک کفر کے فتوے سے مستثنیٰ ہیں اور صرف فاسق ہیں وہ صرف ایسے غیر احمدی ہیں جو مرزا صاحب کو کاذب یا کافر نہیں کہتے۔ اب غور فرمایئے کہ عالمِ اسلام میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کی تکذیب نہیں کرتے؟ ظاہر ہے کہ جتنے مسلمان مرزا صاحب کو نبی یا مسیحِ موعود نہیں مانتے وہ سب ان کی تکذیب ہی کرتے ہیں لہٰذا وہ سب لاہوری جماعت کے نزدیک بھی فتویٰ کفر کے تحت آجاتے ہیں، کیونکہ مرزا صاحب کو مسیحِ موعود نہ ماننا اور ان کی تکذیب کرنا عملاً ایک ہی بات ہے، خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص:۱۶۳ مطبوعہ ۱۹۰۷ء، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۶۷)

منیر انکوائری کمیشن کی رپورٹ میں جج صاحبان نے بھی یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مرزا صاحب کو نہ ماننا اور ان کی تکذیب کرنا ایک ہی بات ہے، لہٰذا جو فتویٰ تکذیب کرنے والوں

پر لگے گا وہ درحقیقت تمام غیر احمدیوں پر عائد ہوگا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

> نمازِ جنازہ کے متعلق احمدیوں نے ہمارے سامنے بالآخر یہ موقف اِختیار کیا کہ مرزا غلام احمد کا ایک فتویٰ حال ہی میں دستیاب ہوا ہے، جس میں اُنہوں نے احمدیوں کو اِجازت دی ہے کہ وہ ان مسلمانوں کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوسکتے ہیں جو مرزا صاحب کے مکذّب اور منکر نہ ہوں۔ لیکن اس کے بعد بھی معاملہ وہیں کا وہیں رہتا ہے، کیونکہ اس فتوے کا ضروری مفہوم یہی ہے کہ اس مرحوم کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جو مرزا صاحب کو نہ مانتا ہو، لہٰذا اس اِعتبار سے یہ فتویٰ موجودہ طرزِ عمل ہی کی تائید وتصدیق کرتا ہے۔
>
> (رپورٹ تحقیقاتی عدالت پنجاب ۱۹۵۴ء ص:۲۱۲)

اب غور فرمائیے کہ فتویٰ کفر کے اِعتبار سے عملاً لاہوری اور قادیانی جماعتوں میں کیا فرق رہ گیا؟ قادیانی کہتے ہیں کہ تمام مسلمان غیر احمدی ہونے کی بنا پر کافر ہیں، اور لاہوری جماعت والے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو کاذب کہنے کی وجہ سے کافر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ فتویٰ کفر کے لوٹ کر پڑنے کی وجہ سے کافر ہیں، اب اس اندرونی فلسفے کو وہ خود طے کریں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے کی کیا وجہ ہے؟ لیکن عملی اِعتبار سے مسلمانوں کے لئے اس کے سوا اور کیا فرق پڑا کہ ؎

ستم سے باز آکر بھی جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

بعض مرتبہ لاہوری جماعت کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہم مرزا صاحب کی تکذیب کرنے والوں کو جو کافر قرار دیتے ہیں اس سے مراد ایسا کفر نہیں جو دائرۂ اسلام سے خارج کردے، بلکہ ایسا کفر ہے جو ''فسق'' کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوجاتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ''کفر'' سے ان کی مراد فسق ہی ہے تو پھر جو غیر احمدی مرزا صاحب کو کافر یا

کاذب نہیں کہتے، ان کے لئے اس لفظِ "کفر" کا اِستعمال کیوں دُرست نہیں؟ جبکہ وہ بھی لاہوریوں کے نزدیک "فاسق" ضرور ہیں۔

(دیکھئے: النبوۃ فی الاسلام ص:۲۱۵ طبع دوم، ومباحثہ راولپنڈی ص:۲۴۷)

لاہوری جماعت کی وجوہِ کفر

مذکورہ بالا تشریحات سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے درمیان بنیادی عقائد کے اعتبار سے کوئی عملی فرق نہیں، فرق اگر ہے تو وہ الفاظ و اِصطلاحات اور فلسفیانہ تعبیروں کا فرق ہے، اور ان کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ فرق لاہوری جماعت نے ضرورۃً اور مصلحۃً پیدا کیا ہے، اسی لئے ۱۹۱۴ء کے تنازعۂ خلافت سے پہلے اس کا کوئی نشان نہیں ملتا، اب منقح طور پر ان کے کفر کی وجوہ درج ذیل ہیں:-

۱- قرآن و حدیث، اِجماعِ اُمت، مرزا غلام احمد کے عقائد اور ذاتی حالات کی روشنی میں یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ مرزا غلام احمد ہرگز وہ مسیح نہیں جس کا قربِ قیامت میں وعدہ کیا گیا ہے، اور ان کو مسیحِ موعود ماننا قرآنِ کریم، متواتر اَحادیث اور اِجماعِ اُمت کی تکذیب ہے۔ لاہوری مرزائی چونکہ مرزا غلام احمد کو مسیحِ موعود مانتے ہیں، اس لئے کافر اور دائرۂ اسلام سے اسی طرح خارج ہیں جس طرح قادیانی مرزائی۔

۲- مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوّت قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے، لہٰذا اس کو کافر کہنے کے بجائے اپنا دینی پیشوا قرار دینے والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔

۳- پیچھے بتایا جاچکا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی سینکڑوں کفریات کے باوجود لاہوری جماعت اس بات کی قائل ہے کہ (معاذاللہ) وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اس میں منعکس ہوگئی تھی، اور اس اِعتبار سے اسے نبی کہنا دُرست ہے۔ یہ عقیدہ دائرۂ اسلام میں کسی طرح نہیں کھپ سکتا۔

۴- دعویٰ نبوت کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف بے شمار کفریات سے لبریز ہیں، (جن کی کچھ تفصیل آگے آرہی ہے) لاہوری جماعت مرزا صاحب کی تمام تحریروں کو حجت اور واجب الاطاعت قرار دے کر ان تمام کفریات کی تصدیق کرتی ہے، محمد علی لاہوری صاحب لکھتے ہیں:-

اور مسیحِ موعود کی تحریروں کا اِنکار درحقیقت مخفی رنگ میں خود مسیحِ موعود کا اِنکار ہے۔ (النبوۃ فی الاسلام ص:۱۱۱ طبع دوم لاہور)

یہاں یہ واضح رہنا بھی ضروری ہے کہ اسلام میں ''مجدّد'' کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ جب اسلام کی تعلیمات سے روگردانی عام ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ پھر سے لوگوں کو اِسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ان مجدّدین کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی، نہ ان کی کسی بات کو شرعی حجت سمجھا جاتا ہے، نہ وہ اپنے مجدّد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور نہ لوگوں کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ انہیں ضرور مجدّد مان کر ان کے ہاتھ پر بیعت کریں، بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ لوگ انہیں مجدّد کی حیثیت سے پہچان بھی جائیں۔ چنانچہ چودہ سو سالہ تاریخ میں مجدّدین کے ناموں میں بھی اختلاف رہا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص انہیں مجدّد تسلیم نہ کرے تو شرعاً وہ گنہگار بھی نہیں ہوتا۔ نہ وہ اپنے تجدیدی کارنامے اِلہام کی بنیاد پر پیش کرتے ہیں اور نہ اُن کے اِلہام کی تصدیق شرعاً واجب ہوتی ہے۔

اس کے بالکل برعکس لاہوری جماعت مرزا صاحب کے لئے ان تمام باتوں کی قائل ہے، لہٰذا اس کا یہ دعویٰ کہ ''ہم مرزا صاحب کو صرف مجدّد مانتے ہیں'' مغالطے کے سوا کچھ نہیں۔

***

حصہء دوم

مرزائی نبوّت کی جھلکیاں

ایک نظر میں

ہم نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ:-

"ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اُس کا جھوٹا اِعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے کی کوششیں، اسلام کے بڑے بڑے اَحکام کے خلاف غداری تھیں۔"

آئندہ صفحات میں اس کی تشریح پیش کی جارہی ہے ——————

مرزائیوں کی مزید کفریات اور گستاخیاں

عقیدۂ ختمِ نبوت کی صریح خلاف ورزی کے علاوہ مرزا صاحب کی تحریریں اور بہت سی کفریات سے بھری ہوئی ہیں، یہاں تمام کفریات کا ذِکر کرنا تو مشکل ہے لیکن نمونے کے طور پر چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:-

اللہ تعالیٰ کے بارے میں

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز قرار دِیا ہی تھا، اس کے علاوہ انہوں نے متعدّد مقامات پر اپنے آپ کو خدا کا بروز بھی قرار دِیا ہے۔ چنانچہ ۱۵/مارچ ۱۹۰۶ء کے خودساختہ اِلہامات میں ایک اِلہام یہ بھی تھا کہ:-

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ بُرُوْزِیْ۔

یعنی ”تو مجھ سے میرے بروز کے رُتبے میں ہے۔“ (ریویو آف ریلیجنز ج:۵ نمبر ۵ ماہ اپریل ۱۹۰۶ء ص:۶۲، تذکرہ ص:۵۹۶ طبع دوم)

نیز ”انجامِ آتھم“ میں اپنے اِلہامات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:-

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ۔

تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔

(اربعین ۳ ص:۲۷، رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۱۳، انجامِ آتھم ص:۴۸ طبع قادیان ۱۸۹۷ء، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۵۱)

نیز لکھتے ہیں:-

میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ

میں وہی ہوں۔ (کتاب البریہ ص:۸۷ طبع دوم قادیان ۱۹۳۲ء، رُوحانی خزائن ج:۱۳ ص:۱۰۳، آئینہ کمالات الاسلام ص:۵۶۴ طبع جدید چناب نگر (ربوہ)، رُوحانی خزائن ج:۵ ص:۵۶۴)

مزید لکھتے ہیں:-

اور دانیل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنیٰ میکائیل کے ہیں "خدا کی مانند" یہ گویا اس اِلہام کے مطابق ہے جو براہینِ احمدیہ میں ہے:

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِیْدِیْ وَتَفْرِیْدِیْ۔ (اربعین نمبر ۳ ص:۳۰ کا حاشیہ مطبوعہ قادیان ۱۹۰۰ء، رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۱۳)

قرآنِ کریم کی تحریف اور گستاخیاں

مرزا صاحب نے قرآنِ کریم میں اس قدر لفظی اور معنوی تحریفات کی ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے، یہاں تک کہ اس شخص نے یہ جسارت بھی کی ہے کہ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات جو صراحةً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی تھیں اُن کو اپنے حق میں قرار دیا اور جو اَلقاب اور اِمتیازات قرآنِ کریم نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان فرمائے تھے تقریباً سب کے سب اس نے اپنے لئے مخصوص کر لئے اور یہ کہا کہ مجھے بذریعہ وحی ان اَلقاب سے نوازا گیا ہے مثلاً مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی:-

۱- وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (حقیقۃ الوحی مندرجہ رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۸۵، تذکرہ ص:۸۳، ۶۳۴ طبع دوم)

۲- وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔
(تذکرہ ص:۴۰۶ طبع دوم)

۳- دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ (حقیقۃ الوحی ص:۷۵، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۷۸، تذکرہ ص:۶۲۶ طبع دوم)

۴- قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

(حقیقۃ الوحی ص:۷۹، روحانی خزائن ج:۲۲ ص:۸۲،۸۵)

۵- اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ (حقیقۃ الوحی ص:۸۰، روحانی خزائن ج:۲۲ ص:۸۳)

۶- اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ (حقیقۃ الوحی ص:۹۴، روحانی خزائن ج:۲۲ ص:۹۷)

۷- یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔

(حقیقۃ الوحی ص:۱۰۷، روحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۱۰)

۸- اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ (حقیقۃ الوحی ص:۱۰۱، روحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۰۵)

۹- سورۂ اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ کے بارے میں ہر شخص جانتا ہے کہ یہ سورت بطورِ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِمتیاز بتانے کے لئے نازل ہوئی تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ”ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوثر عطا کی ہے۔“ لیکن مرزا صاحب نے اس سورت کو اپنے حق میں قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دُشمن مقطوع النسل ہے) میں شانی یعنی بدگو اور دُشمن سے مراد اُن کا ایک ”شقی، خبیث، بدطینت، فاسد القلب، ہندوزادہ، بدفطرت مخالف یعنی نومسلم سعد اللہ ہے۔ (ملاحظہ ہو انجامِ آتھم ص:۵۴،۵۵، روحانی خزائن ج:۱۱ ص:۵۸،۵۹)

۱۰- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اِعزاز یعنی معراج کو بھی مرزا نے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا کہ یہ میرے بارے میں کہا گیا ہے کہ:-

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔ ”پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی طرف لے گئی۔“ (دیکھئے حقیقۃ الوحی ص:۷۶، روحانی خزائن ج:۲۲ ص:۸۱)

۱۱- اسی معراج کے ایک واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآنِ کریم نے فرمایا ہے کہ:-

ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ۔

پھر قریب ہوا، تو بہت قریب ہوگیا، دو کمانوں یا اس سے بھی قریب۔

مرزا غلام احمد نے یہ آیت بھی اپنی طرف منسوب کی ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص:۷۶، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۷۹)

۱۲- قرآنِ کریم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا:-

وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔

اور میں ایک رسول کی خوشخبری دینے کے لئے آیا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

مرزا غلام احمد نے انتہائی جسارت اور ڈھٹائی سے دعویٰ کیا کہ اس آیت میں میرے آنے کی پیش گوئی کی گئی ہے اور اَحمد سے مراد میں ہوں۔ (دیکھئے اِزالۃ الاوہام طبع اوّل ص:۶۷۳، طبع دوم ص:۱۱۷۵، مطبوعہ کاشی رام پریس لاہور ۱۳۰۸ھ، رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۴۶۳)

چنانچہ مرزائی صاحبان اسی پر ایمان رکھتے ہیں کہ اس آیت میں "احمد" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے (معاذاللہ ثم معاذاللہ) مرزا غلام احمد ہے۔ قادیانیوں کے خلیفۂ دوم مرزا بشیرالدین محمود نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے ۲۷ردسمبر ۱۹۱۵ء کو ایک مستقل تقریر کی جو "انوارِ خلافت" میں ان کی نظرِ ثانی کے بعد چھپی ہے، اس کے آغاز میں وہ کہتے ہیں:-

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیحِ موعود کا نام احمد تھا، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور کیا سورۂ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق ہے، یا حضرت مسیحِ موعود کے متعلق؟ میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیحِ موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں، لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے، اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآنِ کریم میں آیا ہے، وہ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام (یعنی مرزا غلام احمد) کے متعلق ہی ہے۔

(انوارِ خلافت ص:۱۸ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء، انوار العلوم ج:۳ ص:۸۳)

یہ شرمناک، اِشتعال انگیز، جگرسوز اور ناپاک جسارت اس رتک بڑھی کہ ایک قادیانی مبلغ سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ نے "اسمہٗ احمد" کے عنوان سے ۱۹۳۴ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں ایک مفصل تقریر کی جو اَلگ شائع ہوچکی ہے۔ اس میں اس نے صرف یہی دعویٰ نہیں کیا کہ "مذکورہ آیت میں احمد سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے مرزا غلام احمد ہے" بلکہ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سورۂ صف میں صحابہ کرامؓ کو فتح و نصرت کی جتنی بشارتیں دی گئی ہیں وہ صحابہ کرامؓ کے لئے نہیں قادیانی جماعت کے لئے تھیں۔ چنانچہ اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہتا ہے:-

پس یہ اُخریٰ[1] کتنی بے بہا نعمت ہے جس کی صحابہؓ تمنا کرتے رہے مگر وہ اسے حاصل نہ کرسکے اور آپ کو مل رہی ہے۔

(اسمہٗ احمد ص:۴۷ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء)

غور فرمایئے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَصحابِ

(۱) آیتِ قرآنی: "وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ" (الصف:۱۳) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

کرامؓ کی یہ توہین اور قرآنِ کریم کی آیات کے ساتھ یہ گھناؤنا مذاق مسلمانوں جیسا نام رکھنے کے بغیر ممکن تھا؟

مرزائی ''وحی'' قرآن کے برابر

پھر یہ جسارت یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ مرزا غلام احمد نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس پر نازل ہونے والی نام نہاد وحی (جس میں انتہائی درجے کی کفریات اور بازاری باتیں بھی موجود ہیں) ٹھیک قرآن کے برابر ہے، چنانچہ ایک فارسی قصیدے میں وہ کہتا ہے ؎

آنچہ من بشنوم ز وحیِ خدا
بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم
از خطاہا ہمیں ست ایمانم

(نزول المسیح ص:۹۹ طبع اوّل قادیان ۱۹۰۹ء، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۴۷۷)

یعنی خدا کی جو وحی میں سنتا ہوں، خدا کی قسم! میں اسے ہر غلطی سے پاک سمجھتا ہوں، قرآن کی طرح اسے تمام غلطیوں سے پاک یقین کرتا ہوں، یہی میرا ایمان ہے۔

مرزا غلام احمد نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ قرآن کی طرح میری وحی بھی حدِ اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے، اور اس کی تائید میں اُنہوں نے ایک پورا قصیدۂ اعجاز تصنیف کیا ہے جو اُن کی کتاب ''اعجازِ احمدی'' میں شائع ہوگیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی توہین

اس کے علاوہ پوری اُمتِ مسلمہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی تعظیم وتقدیس کو جزوِ ایمان سمجھتی ہے، سرکارِ دوعالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی ادنیٰ شبہ کے

تمام انبیاء سے افضل تھے، لیکن کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دُوسرے نبی کے بارے میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں فرمایا جو ان کے شایانِ شان نہ ہو، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی انسانی پستیوں کے تحت الثریٰ میں کھڑے ہوکر بھی انبیاء علیہم السلام کی شان میں جو گستاخیاں کرتے رہے، اس کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے:-

۱- یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے، اس کا سبب تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے، شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پُرانی عادت کی وجہ سے۔ (کشتی نوح حاشیہ ص:۷۰ مطبوعہ چناب نگر (ربوہ) ۱۹۵۷ء، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۷۷)

۲- مجھے کئی سال سے ذیابیطس کی بیماری ہے، پندرہ بیس مرتبہ روز پیشاب آتا ہے اور بعض وقت سو سو دفعہ ایک ایک دن میں پیشاب آتا ہے ...... ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کے لئے افیون مفید ہوتی ہے پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں ...... میں نے جواب دیا کہ اگر میں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کرکے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دُوسرا افیونی۔ (نسیم دعوت ص:۶۹ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۶ء، رُوحانی خزائن ج:۱۹ ص:۴۳۴، ۴۳۵)

۳- مرزا غلام احمد ایک نظم میں کہتے ہیں:-

ابنِ مریم کے ذِکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور اس کے بعد لکھتے ہیں:-

یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کی رُو سے خدا کی

تائید مسیح ابنِ مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔
(دافع البلاء ص:۲۰،۲۱ طبع سوم قادیان ۱۹۴۶ء، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۴۰،۲۴۱)

۴- ''اِزالۂ اوہام'' میں مرزا صاحب نے اپنی ایک فارسی نظم لکھی ہے، اس میں وہ کہتے ہیں:-

اینک منم کہ حسبِ بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم

(اِزالہ اوہام طبع اوّل ص:۱۵۸، وطبع دوم ص:۹۵۶ مطبوعہ کاشی رام پریس لاہور ۱۳۰۸ھ، رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۱۸۰)

یعنی! ''یہ میں ہوں جو بشارتوں کے مطابق آیا ہوں، عیسیٰ کی کیا مجال کہ وہ میرے منبر پر پاؤں رکھ سکے۔''

۵- خدا نے اس اُمت سے مسیحِ موعود بھیجا، جو اس پہلے مسیح سے تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دُوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ (دافع البلاء ص:۱۳ طبع قادیان ۱۹۴۶ء، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۳۳)

۶- مجھے قسم ہے، اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابنِ مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دِکھلا نہ سکتا۔ (حقیقۃ الوحی ص:۱۴۸ طبع قادیان ۱۹۰۷ء، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۵۲)

۷- مسیح کی راست بازی اپنے زمانے کے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ

شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔(۱) اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور (باعفت) رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

(مقدمہ دافع البلاء، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۱۹، ۲۲۰)

---

(۱) ناانصافی ہوگی، اگر یہاں خود مرزا صاحب کی "راست باز" سیرت کے دو ایک واقعے ذِکر نہ کئے جائیں۔ مرزا صاحب کے مرید خاص مفتی محمد صادق صاحب مرزا صاحب کے "غضِ بصر" یعنی نگاہیں نیچی رکھنے کے بیان میں لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی، ایک دفعہ اس نے کیا حرکت کی کہ جس کمرے میں حضرت بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے، وہاں ایک کونے میں کھرا تھا جس پر پانی کے گھڑے رکھے تھے، وہاں اپنے کپڑے اُتار کر اور ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی، حضرت صاحب اپنے کام تحریر میں مصروف رہے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔

(ذکرِ حبیب مؤلفہ مفتی محمد صادق ص:۳۸ قادیان ۱۹۳۶ء)

نیز ایک نوجوان عورت عائشہ نامی مرزا صاحب کے پاؤں دبایا کرتی تھی، اس کے شوہر غلام محمد لکھتے ہیں:

حضور کو مرحومہ کی خدمت پاؤں دبانے کی بہت پسند تھی۔ ("الفضل" ۲۰/مارچ ۱۹۲۸ء ص:۸)

اس کے علاوہ جو اجنبی عورتیں مرزا صاحب کے گھر میں رہتی تھیں اور ان کی مختلف خدمات پر مامور تھیں ان کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: "سیرت المہدی" از مرزا بشیر احمد ایم اے (ص:۲۱ ج:۳، ۲۱۳، ج:۳، ۲۷۳، ج:۳، ۸۸، ج:۳، ۱۶۶، ج ۳، ۳۵، ج:۳، ۳ ج:۳، ۲۵۹ ج:۱)۔

جبکہ عوام کے لئے فتویٰ یہ تھا کہ بوڑھی عورت سے بھی مصافحہ کرنا جائز نہیں۔ (ایضاً ص:۲۷۶ مطبوعہ ۱۹۲۷ء)

اور مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں:-

ایک شب دس بجے کے قریب میں تھیٹر میں چلا گیا جو مکان کے قریب ہی تھا، حضرت صاحب نے فرمایا: ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے تاکہ معلوم ہو کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ (ذکرِ حبیب ص:۱۸)

۸- نیز تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہزار ہا میری ایسی کھلی پیش گوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہوگئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں، ان کی نظیر اگر گزشتہ نبیوں میں تلاش کی جائے تو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور جگہ ان کی مثال نہیں ملے گی۔ (کشتی نوح ص:۱۴ طبع چناب نگر (ربوہ) ۱۹۵۷ء، رُوحانی خزائن ج:۱۹ ص:۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی

پھر تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت ظاہر کرکے بھی انہیں تسلی نہیں ہوئی، بلکہ مرزا غلام احمد کی گستاخیوں نے سرکارِ دوعالم رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ عظمت پر بھی دست درازی کی کوشش کی ہے، لکھا ہے کہ:-

خوب توجہ کرکے سن لو کہ اب اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں، کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا، سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں، اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے، اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔ (اربعین نمبر ۴ ص:۱۷ مطبوعہ ۱۹۰۰ء، رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۴۵، ۴۴۶)

اور خطبۂ الہامیہ کی وہ عبارت پیچھے گزر چکی ہے کہ جس میں اس نے اپنے آپ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بروزِ ثانی قرار دے کر کہا ہے کہ یہ نیا ظہور پہلے سے اشد، اقویٰ اور اکمل ہے۔ (دیکھئے: خطبۂ الہامیہ ص:۲۷۲، رُوحانی خزائن ج:۱۶ ص:۲۷۱ تا ۲۷۳)

نیز اپنے قصیدۂ اعجازیہ میں (جسے قرآن کی طرح معجزہ قرار دیا ہے) یہ شعر بھی کہا ہے کہ:-

له خسف القمر المنير وان لی
غسا القمران المشرقان اتنكر

اس (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا، اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا؟ (اعجازِ احمدی ص:۷۱ مطبوعہ قادیان ۱۹۰۲ء، رُوحانی خزائن ج:۱۹ ص:۱۸۳)

سچ ہے کہ ؎

"ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں"

صحابہؓ کی توہین

جو شخص اس دیدہ دلیری کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کی توہین کرسکتا ہو، وہ صحابہ کرامؓ کو تو کیا خاطر میں لاسکتا ہے؟ چنانچہ مندرجہ ذیل عبارتیں بلاتبصرہ پیشِ خدمت ہیں:-

۱- جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت سردار خیرالمرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔ (خطبۂ الہامیہ ص:۲۵۸ طبع چناب نگر (ربوہ)

۲- میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابنِ سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابوبکرؓ کے درجے پر ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔

(اشتہار معیار الاخیار ص:۱۱، مجموعہ اشتہارات ج:۳ ص:۲۷۸)

۳- پُرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مُردہ علی کو تلاش کرتے ہو۔

(ملفوظاتِ احمدیہ ج:۱ ص:۱۳۱)

۴-بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا وہ بھی اس عقیدے سے بے خبر تھے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج:۵ ص:۱۲۰ طبع چناب نگر(ربوہ)

یہاں "نادان صحابی" کا لفظ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے لئے استعمال کیا ہے۔ (دیکھئے خطبۂ الہامیہ ص:۱۴۹ وحقیقۃ الوحی ص:۳۳و۳۴)

اہلِ بیتؓ کی توہین

گستاخی اور جسارت کی اِنتہا ہے کہ لکھتے ہیں:-

۱-حضرت فاطمہؓ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دِکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔

(ایک غلطی کا اِزالہ حاشیہ ص:۱۱، رُوحانی خزائن ج:۱۸ حاشیہ ص:۲۱۳)

۲-میں خدا کا کُشتہ ہوں، لیکن تمہارا حسین دُشمنوں کا کُشتہ تھا، پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔

(اعجازِ احمدی ص:۸۱، رُوحانی خزائن ج:۱۹ ص:۱۹۳)

۳-تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا، اور تمہارا وِرد صرف حسین ہے کیا تو انکار کرتا ہے؟ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے، کستوری کی خوشبو کے پاس گوکا ڈھیر ہے۔

(ایضاً ص:۸۲، رُوحانی خزائن ج:۱۹ ص:۱۹۴)

۴-

کربلائیت سیرِ ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح ص:۹۹، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۴۷۷)

ترجمہ:- کربلائیت کی میں ہر آن سیر کرتا ہوں، سو حسین میرے گریبان میں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیتؓ کی توہین کے بعد اپنی اولاد کو "پنج تن" کے لقب سے مقدس قرار دیتے ہوئے کہا:-

میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اِک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہیں
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے

(دُرِّثمین اُردو ص:۴۵)

شعائرِ اسلامی کی توہین

مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:-

اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے قادیان کو تمام دُنیا کی بستیوں کی اُمّ قرار دِیا ہے، اس لئے اب وہی بستی پوری طور پر رُوحانی زندگی پائے گی جو اس کی چھاتیوں سے دُودھ پئے گی۔

(حقیقۃ الرؤیا ص:۴۵، انوار العلوم ج:۴ ص:۱۳۵)

آگے کہتے ہیں:-

حضرت مسیحِ موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دِیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے، مجھے ان کے اِیمان کا خطرہ ہے، پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا تو ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے، پھر یہ تازہ دُودھ کب تک رہے گا، آخر ماؤں کا دُودھ سوکھ جایا کرتا ہے، کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دُودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔ (حقیقۃ الرؤیا ص:۴۵، ۴۶ مطبوعہ قادیان ۱۳۳۶ھ، انوار العلوم ج:۴ ص:۱۳۶)

آج جلسے کا دن ہے اور ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے ....حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضے میں ہے جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں، اس لئے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔ (برکاتِ خلافت ص:۵ طبع قادیان ۱۹۱۴ء)

اور مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:-

زمینِ قادیان اب محترم ہے
ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے
(دُرِّ ثمین ص:۵۲)

اسلام اور مسلمانوں کی مکرم ترین شخصیات انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیت عظامؓ کی شان میں ایسی کھلم کھلا گستاخیوں کے بعد مرزا غلام احمد جیسے شخص کو نبی، رسول، اللہ کا بروز، خاتم انبیاء اور محمدِ مصطفیٰ جیسے خطابات دیئے گئے، اس کے مریدوں کو "صحابہ کرامؓ" کہا گیا اور ان کے ساتھ "رضی اللہ عنہم" لکھا گیا، مرزا غلام احمد کی بیوی کو "اُمّ المؤمنین" قرار دیا گیا، مرزا کے جانشینوں کو "خلفاء" اور "صدیقین" کے لقب عطا ہوئے، قادیان "ارضِ حرم" اور "اُمّ القریٰ" کہلایا اور اپنے سالانہ جلسے کو "حج" کہا گیا، اس کے باوجود یہ اِصرار ہے کہ مسلمان ہیں تو بس یہی، اور اِسلام ہے تو صرف قادیانیوں کے مذہب میں۔

تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو

مرزا صاحب کے چند اِلہامات

معزز اَرکانِ اسمبلی کی معلومات اور دِلچسپی کے لئے مرزا صاحب کے چند خاص اِلہامات اور اُن کی زندگی کے چند اہم گوشے پیش کرتے ہیں تاکہ وہ یہ اندازہ کرسکیں کہ مرزائی صاحبان جس شخص کو نبی اور رسول کہتے ہیں وہ کیا تھا؟ اور عقیدۂ ختمِ نبوت سے قطع نظر،

اس مزاج اور اس انداز کے انسان میں کہیں دُور دُور "نبوت" کے مقدس منصب کی کوئی بُو نظر آتی ہے؟ پہلے اِلہامات کو لیجئے جو بلا تبصرہ حاضر ہیں:-

زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے بعض اِلہامات مجھے اُن زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔ (نزول المسیح ص:۵۷ مصنف مرزا صاحب، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۴۳۵)

حالانکہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ۔ (ابراہیم:۴)

ترجمہ:- ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اپنی قوم ہی کی زبان میں تا کہ انہیں کھول کر بتادے۔

اس طرح خود مرزا صاحب نے بھی "چشمۂ معرفت" ص:۲۰۹ میں تحریر کیا ہے:-

بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور اِلہام کسی اور زبان میں جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالایطاق ہے اور ایسے اِلہام سے فائدہ کیا ہوا جو اِنسانی سمجھ سے بالاتر ہو۔ (رُوحانی خزائن ج:۲۳ ص:۲۱۸)

اب مرزا صاحب کے اِلہامات اور مکاشفات ملاحظہ فرمایئے، قرآنِ حکیم اور اپنے فیصلے کے خلاف مرزا صاحب کو ان زبانوں میں بھی اِلہامات ہوئے ہیں جن کو وہ خود بھی نہیں سمجھ سکتے۔

ہم بطور نمونہ مرزا صاحب کے چند اِلہام درج ذیل کرتے ہیں:-

۱- اَیلی اَیلی لِمَا سَبَقْتَنِی اَیلی آوس۔

ترجمہ:- اے میرے خدا اے میرے خدا مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

آخری فقرہ اسی اِلہام کا یعنی ایلی آوس بباعث سرعتِ ورود مشتبہ رہا

اور نہ اس کے کچھ معنی کھلے۔

(البشریٰ ج:۱ ص:۳۶ مجموعہ اِلہاماتِ مرزا)

۲- خدا تعالیٰ نے اس اِلہام میں میرا نام مریم رکھا، پھر جیسا کہ براہینِ احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفتِ مریمیت میں میں نے پرورِش پائی اور پردے میں نشو ونما پاتا رہا، پھر جب اس پر دو برس گزر گئے ......مریم کی طرح عیسیٰ کی رُوح مجھ میں نفخ کی گئی اور اِستعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا......اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں...... مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا بس اس طور سے میں ابنِ مریم ٹھہرا۔

(کشتی نوح ص:۴۶، ۴۷، رُوحانی خزائن ج:۱۹ ص:۵۰)

۳- یریدون ان یرو اطمثك۔

یعنی بابو اِلٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اِطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے اِنعامات دِکھائے گا، جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ بچہ ہوگیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص:۱۴۳، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۵۸۱)

۴- رَبُّنَـا عَـاجٌ، ہمارا ربّ عاجی ہے، عاج کے معنی ابھی تک نہیں کھلے۔ (براہینِ احمدیہ ہر چہار جلد اوّل ص:۵۵۶، رُوحانی خزائن ج:۱ ص:۶۶۳)

۵- ایک دفعہ ۵/مارچ ۱۹۰۵ء کے مہینے میں بوقت آمدنی لنگرخانہ کے مصارف میں بہت دِقت ہوئی کیونکہ کثرت سے

مہمانوں کی آمد تھی اور اس کے مقابل روپیہ کی آمدنی کم، اس لئے دُعا کی گئی، ۵؍مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا، میں نے اُس کا نام پوچھا، اس نے کہا: نام کچھ نہیں، میں نے کہا: آخر کچھ تو نام ہوگا، اس نے کہا: میرا نام ہے ٹیچی ٹیچی۔

(حقیقۃ الوحی ص:۳۳۲، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۳۴۶)

مرزاجی کے فرشتے نے یا پہلے جھوٹ بولا یا پھر جس نبی کا فرشتہ جھوٹ بولتا ہے وہ نبی کیسے سچا ہوسکتا ہے۔

۶- ۲۴؍فروری ۱۹۰۵ء حالتِ کشفی میں جبکہ حضرت کی طبیعت ناساز تھی ایک شیشی دِکھائی گئی جس پر لکھا ہوا تھا: خاکسار پیپرمنٹ۔

(مکاشفاتِ مرزا ص:۳۸، تذکرہ ص:۵۲۵ طبع دوم)

۷- مرزا صاحب کے ایک خاص مرید قاضی یار محمد صاحب بی او ایل پلیڈر اپنے مرتبہ ٹریکٹ نمبر ۳۴ موسوم ''اسلامی قربانی'' صفحہ ۱۲ میں تحریر کرتے ہیں:-

جیسا کہ حضرت مسیحِ موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رُجولیت کی طاقت کا اِظہار فرمایا، سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔

۸- پھر بعد اس کے خدا نے فرمایا: شعنا، نعسا۔ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں، اور ان کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے پھر بعد اس کے دو فقرے انگریزی میں جن کے الفاظ کی صحت بباعث

سرعتِ الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وہ یہ ہیں آئی لَو یو آئی شیل گو یو لارج پارٹی اوف اسلام۔ (براہینِ احمدیہ طبع دوم ص:۵۱۶، رُوحانی خزائن ج:۱ ص:۶۶۴، تذکرہ ص:۱۰۶، ۱۰۷ طبع دوم)

۹- ایک دفعہ کی حالت یاد آئی ہے، کہ انگریزی میں اوّل یہ اِلہام ہوا، آئی لَو یو۔ آئی ایم وِد یو۔ آئی شیل ہیلپ یو آئی کین وہٹ آئی وِل ڈُو۔ پھر بعد اس کے بہت زور سے جس سے بدن کانپ گیا یہ اِلہام ہوا: وی کین وٹ وی وِل ڈُو۔ اور اس وقت ایک ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا کہ ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے اور باوجود پُر دہشت ہونے کے پھر اس میں ایک لذّت تھی جس سے رُوح کو معنیٰ معلوم کرنے سے پہلے ہی ایک تسلی اور تشفی ملتی تھی اور یہ انگریزی زبان کا اِلہام اکثر ہوتا رہتا ہے۔

(تذکرہ مجموعہ اِلہاماتِ مرزا طبع دوم ص:۶۴، ۶۵، براہینِ احمدیہ حاشیہ ص:۵۸۰، ۵۸۱، رُوحانی خزائن ج:۱ ص:۵۷۱، ۵۷۲)

۱۰- کشفی طور پر ایک مرتبہ ایک شخص دِکھایا گیا اور مجھے مخاطب کر کے بولا: ہے رودر گوپال تیری استت گیتا میں لکھی ہے۔

(تذکرہ مجموعہ اِلہاماتِ مرزا ص:۳۹۰ طبع دوم)

۱۱- مجھے من جملہ اور اِلہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی اِلہام ہوا ''ہے کرشن رودر گوپاگ تیری مہما گیتا میں لکھی ہے۔''

(تذکرہ ص:۳۹۱ طبع دوم)

۱۲- جبکہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں اِنتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے'' جو کرشن

آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا تھا، وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔" (تذکرہ ص:۳۹۱ طبع دوم)

۱۳- مرزا صاحب کا ایک نام خدا تعالیٰ نے بقول مرزا بشیر الدین حسبِ ذیل رکھا: "امین الملک جے سنگھ بہادر"۔ دیکھو "الفضل" ۱۵/اپریل ۱۹۴۷ء۔

(تذکرہ مجموعہ اِلہاماتِ مرزا ص:۶۶۶ طبع دوم)

مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تحریر کرتے ہیں کہ:-

بدخیال لوگوں کو واضح رہے کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی مَحَک امتحان نہیں ہوسکتا۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص:۲۸۸ طبع لاہور، رُوحانی خزائن ج:۵ ص:۲۸۸)

اب ہم یہاں مرزا غلام احمد صاحب کی صرف دو پیش گوئیاں بطورِ نمونہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں، جنہیں پورا کرنے کے لئے جناب مرزا صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، حیلے حوالے کئے، ٹوٹکے استعمال کئے اور یہاں تک کہ رِشوت تک دینے کی بھی پیش کش کی مگر وہ پوری نہ ہوسکیں۔

محمدی بیگم سے نکاح

مرزا صاحب کی چچازاد بہن کی ایک لڑکی تھی جس کا نام محمدی بیگم تھا، والد اس لڑکی کا اپنے کسی ضروری کام کے لئے مرزا صاحب کے پاس آیا، پہلے تو مرزا صاحب نے شخصِ مذکور کو حیلوں بہانوں سے ٹالنے کی کوشش کی، مگر جب وہ کسی طرح بھی نہ ٹلا اور اس کا اِصرار بڑھا تو مرزا صاحب نے الہامِ اِلٰہی کا نام لے کر ایک عدد پیش گوئی کر دی

کہ ’’خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو اِلہام ہوا ہے کہ تمہارا یہ کام اس شرط پر ہوسکتا ہے کہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو۔‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص:۲۳۰ طبع لاہور، رُوحانی خزائن ج:۵ ص:۲۸۵،۲۸۶)

وہ شخص غیرت کا پتلا تھا، یہ بات سن کر واپس چلا گیا۔ مرزا صاحب نے بعد اَزاں ہرچند کوشش کی، نرمی، سختی، دھمکیاں، لالچ، غرض ہر طریقے کو اِستعمال کیا مگر وہ شخص کسی طرح بھی رام نہ ہوسکا، آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مرزا صاحب نے چیلنج کردیا کہ:-

میں اس پیش گوئی کو اپنے صدق و کذب کے لئے معیار قرار دیتا ہوں اور یہ خدا سے خبر پانے کے بعد کہہ رہا ہوں۔

(ملاحظہ ہو انجامِ آتھم ص:۲۲۳ طبع لاہور، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۲۲۳)

اور فرمایا کہ:-

ہر روک دُور کرنے کے بعد اس لڑکی کو خدا تعالیٰ اس عاجز کے نکاح میں لادے گا۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص:۲۸۶، رُوحانی خزائن ج:۵ ص:۲۸۶)

آخرکار مرزا صاحب کی ہزار کوششوں کے باوجود محمدی بیگم کا نکاح اُن سے نہ ہوسکا، اور سلطان محمد نامی ایک صاحب سے اس کی شادی ہوگئی، اس موقع پر مرزا صاحب نے پھر پیش گوئی کی کہ:-

نفسِ پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیرِ مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔

آگے اپنا اِلہام ان الفاظ میں بیان کیا:-

میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دُوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی۔

(مجموعہ اشتہارات ج:۲ ص:۴۳ طبع چناب نگر (ربوہ) ۱۹۷۲ء)

اور ایک موقع پر یہ دُعا کی کہ:-

اور احمد بیگ کی دُخترِ کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا، یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو......اور اگر اے خداوندا! یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذِلت کے ساتھ ہلاک کر۔

(مجموعہ اِشتہارات ج:۲ ص:۱۱۶ طبع چناب نگر (ربوہ) ۱۹۷۲ء)

لیکن محمدی بیگم بدستور اپنے شوہر کے گھر میں رہی اور مرزا صاحب کے نکاح میں نہ آنا تھا، نہ آئی، اور مرزا صاحب ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہیضے کے مرض میں مبتلا ہوکر اِنتقال کر گئے۔ (حیاتِ ناصر ص:۱۴)

اس کے بعد کیا ہوا؟ مرزا صاحب کے منجھلے صاحبزادے مرزا بشیر احمد ایم اے رقم طراز ہیں:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ سنوری نے کہ ایک دفعہ حضرت (مرزا) صاحب جالندھر جا کر قریباً ایک ماہ ٹھہرے تھے اور ان دنوں میں محمدی بیگم کے ایک حقیقی ماموں نے محمدی بیگم کا حضرت صاحب سے رشتہ کرادینے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب محمدی بیگم کا والد مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری زندہ تھا اور ابھی محمدی بیگم کا مرزا سلطان محمد سے رشتہ نہیں ہوا تھا۔ محمدی بیگم کا یہ ماموں جالندھر اور ہوشیارپور کے درمیان یکے (تانگے) میں آیا جایا کرتا تھا اور وہ حضرت صاحب (مرزا قادیانی، مؤلف) سے کچھ اِنعام کا بھی خواہاں تھا اور چونکہ محمدی بیگم کے نکاح کا عقدہ زیادہ تر اسی شخص کے ہاتھ میں تھا، اس لئے حضرت صاحب نے اس سے کچھ اِنعام کا وعدہ بھی کرلیا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے یہ شخص اس معاملے میں بدنیت تھا اور حضرت صاحب سے فقط کچھ روپیہ اُڑانا چاہتا تھا، کیونکہ بعد میں یہی شخص اور اس کے دُوسرے ساتھی اس لڑکی کے دُوسری جگہ بیاہے جانے کا موجب ہوئے۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل طبع دوم ص:۱۹۲، ۱۹۳، روایت نمبر ۱۷۹)

حالانکہ جناب مرزا صاحب خود تحریر کرتے ہیں کہ:-

ہم ایسے مرشد کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کتوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو اپنے گھر سے پیش گوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے، اپنے مکر سے، اپنے فریب سے ان کے پوری ہونے کی کوشش کرے اور کراوے۔

(سراجِ منیر ص:۲۳ طبع قادیان، رُوحانی خزائن ج:۱۲ ص:۲۷)

اور محمدی بیگم اپنے خاوند مرزا سلطان محمد کے گھر تقریباً چالیس سال بخیر وخوبی آباد رہی اور اب لاہور میں اپنے جواں سال ہونہار مسلمان بیٹوں کے ہاں ۱۹ر نومبر ۱۹۶۶ء کو اِنتقال فرماگئیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

(ہفتہ وار ''الاعتصام'' لاہور اشاعت ۲۵ر نومبر ۱۹۶۶ء)

آتھم کی موت کی پیشین گوئی

مرزا صاحب نے عبداللہ آتھم پادری سے امرتسر میں پندرہ دن تحریری مناظرہ کیا، جب مباحثہ بے نتیجہ رہا تو مرزا صاحب نے ۵ر جون ۱۸۹۳ء کو ایک عدد پیش گوئی صادر فرمادی، جس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:-

مباحثہ کے ہر دن کے لحاظ سے ایک ماہ مراد ہوگا، یعنی پندرہ ماہ میں فریقِ مخالف ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کے لئے تیار ہوں، مجھ کو ذلیل کیا جاوے، رُوسیاہ کیا جاوے، میرے گلے

میں رسہ ڈال دیا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے
لئے تیار ہوں۔ (جنگِ مقدس ص:۱۸۳، ۱۸۴ روداد مباحثہ طبع لاہور،
رُوحانی خزائن ج:۶ ص:۲۹۲، ۲۹۳)

غرض مرزا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق عبداللہ آتھم کی موت کا آخری دن ستمبر ۱۸۹۴ء بنتا تھا، اس دن کی کیفیت مرزا صاحب کے فرزندِ ارجمند جناب مرزا محمود احمد خلیفہ قادیانی کی زبانی ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:-

"قادیان میں ماتم"

آتھم کے متعلق پیش گوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں، میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا اور میری عمر کوئی پانچ ساڑھے پانچ سال کی تھی مگر مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے کہ جب آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب و اِضطراب سے دُعائیں کی گئیں۔ میں نے تو محرَّم کا ماتم بھی کبھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام ایک طرف دُعا میں مشغول تھے، اور دُوسری طرف بعض نوجوان (جن کی اس حرکت پر بعد میں بُرا بھی منایا گیا) جہاں حضرت خلیفہ اوّل مطب کیا کرتے تھے اور آج کل مولوی قطب الدین صاحب بیٹھتے ہیں، وہاں اِکٹھے ہوگئے اور جس طرح عورتیں بین ڈالتی ہیں، اس طرح انہوں نے بین ڈالنے شروع کردیئے، ان کی چیخیں سو سو گز تک سنی جاتی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی زبان پر یہ دُعا جاری تھی کہ یا اللہ! آتھم مرجائے، یا اللہ! آتھم مرجائے، مگر اس کہرام اور آہ وزاری کے نتیجے میں آتھم تو نہ مرا۔

(خطبہ مرزا محمود احمد مندرجہ "الفضل" قادیان ۲۰/جولائی ۱۹۴۰ء)

اور اس قادیانی اِضطراب پر مزید روشنی مرزا کے منجھلے صاحبزادے بشیر احمد ایم اے کی روایت سے پڑتی ہے کہ ابا جان نے آتھم کی موت کے لئے کیا کیا تدبیریں اِختیار کیں اور کون کون سے ٹونکے استعمال کئے، چنانچہ تحریر کرتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب آتھم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیحِ موعود نے مجھ سے اور میاں حامد علی سے فرمایا کہ اتنے چنے (مجھے تعداد یاد نہیں رہی کہ کتنے چنے آپ نے بتائے تھے) لے لو اور ان پر فلاں سورت کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو (مجھے وظیفہ کی تعداد بھی یاد نہیں رہی) میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے وہ سورت یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ وہ کوئی چھوٹی سی سورت تھی جیسے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ الخ اور ہم نے یہ وظیفہ قریب ساری رات صَرف کر کے ختم کیا تھا۔ وظیفہ ختم کرنے پر ہم وہ دانے حضرت صاحب (مرزا قادیانی) کے پاس لے گئے، کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا، وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا۔ اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی طرف لے گئے اور فرمایا: دانے کسی غیر آباد کنویں میں ڈالے جائیں گے۔ اور فرمایا کہ جب میں دانے کنویں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہئے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے ایک غیر آباد کنویں میں ان دانوں کو پھینک دیا اور جلدی سے منہ پھیر کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔ (سیرت المہدی ج:۱ طبع دوم ص:۱۷۸، روایت نمبر:۱۶۰)

مگر دُشمن ایسا سخت جان نکلا کہ بجائے ۵ ستمبر کے ۶ ستمبر کا سورج بھی غروب ہوگیا مگر وہ نہ مرا اور یہ پیش گوئی بھی جھوٹی نکلی۔

تمہی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ دُشنام طرازی کبھی نہیں کرتے، انہوں نے کبھی گالیوں کے جواب میں بھی گالیاں نہیں دیں، اس معیار کے مطابق مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل عبارتیں ملاحظہ فرمائیں:-

علماء کو گالیاں

۱-اے بدذات فرقۂ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے، اب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑ وگے، اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے اِیمان کا پیالہ پیا، وہی عوام کالانعام کو بھی پلوادیا۔ (انجامِ آتھم ص:۲۱، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۲۰)

۲-بعض جاہل سجادہ نشین اور فقیری اور مولویت کے شتر مرغ۔

(ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۱۸، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۳۰۲)

۳-مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔

(ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۲۵، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۳۰۹)

۴-ہمارے دعوے پر آسمان نے گواہی دی مگر اس زمانے کے ظالم مولوی اس سے بھی منکر ہیں، خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اور اس کے تمام گروہ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ۔ (۱)

(ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۵۰، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۳۳۰)

(۱) یعنی ان پر ہزار ہزار بار لعنت کے جوتے پڑیں۔

۵-اے بدیانت، خبیث، نابکار۔ (ایضاً)

۶-اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بطالوی اور ہامان سے مراد نومسلم سعد اللہ ہے۔

(ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۵۶، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۳۴۰)

۷-نامعلوم کہ یہ جاہل اور وحشی فرقہ اب تک کیوں شرم وحیا سے کام نہیں لیتا، مخالف مولویوں کا منہ کالا کیا۔

(ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۵۸، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۳۴۲)

مسلمانوں کو گالیاں

۸- تلك كُتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة والمودة وينتفع مِن معارفها ويقبلني ويصدق دعوتي الّا ذرّية البغايا الذين ختم الله علىٰ قلوبهم فهم لا يقبلون۔

(آئینہ کمالات ص:۵۴۷، ۵۴۸، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۵۴۷، ۵۴۸)

ترجمہ:- ان میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اُن کے معارف سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (زناکاروں) کی اولاد جن کے دِلوں پر خدا نے مہر کردی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔

۹-

اِنَّ العِدیٰ صاروا خنازیر الفلا
ونسائهم من دونهن الاَکْلُب

(نجم الہدیٰ ص:۱۰ مصنفہ مرزا غلام احمد، رُوحانی خزائن ج:۱۴ ص:۵۳)

ترجمہ:- میرے دُشمن جنگلوں کے سوَر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔

۱۰- جو شخص اپنی شرارت سے بار بار کہے گا (کہ پادری آتھم کے زندہ رہنے سے مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط اور عیسائیوں کی فتح ہوئی) اور کچھ شرم و حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلے کا انصاف کی رُو سے جواب دے سکے، انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔

(انوار الاسلام ص:۳۰ مصنفہ مرزا غلام احمد، رُوحانی خزائن ج:۹ ص:۳۱)

یہ شیریں زبانی ملاحظہ فرمایئے اور مرزائیوں سے پوچھئے!

محمدؐ بھی تیرا، جبریلؑ بھی، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرفِ شیریں ترجمان تیرا ہے یا میرا

***

حصہ سوم

لَنْ تَجْتَمِعَ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ
میری اُمت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہوگی۔
(حدیثِ نبوی، ابنِ ماجہ ص:۲۹۲ ابواب الفتن)

عالمِ اسلام کا فیصلہ

گزشتہ صفحات میں جو ناقابلِ انکار دلائل پیش کیے گئے ہیں، ان کی وجہ سے اس بات پر پوری اُمتِ اسلامیہ کا اِجماع ہو چکا ہے کہ مرزائی مذہب کے متبعین کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ ہم اپنی اس یادداشت کے ساتھ علمائے کرام کے اُن فتاویٰ اور عدالتی مقدمات کے فیصلوں کی مطبوعہ نقول بطورِ ضمیمہ منسلک کر رہے ہیں جو عالمِ اسلام کے مختلف مکاتبِ فکر، مختلف حلقوں اور اِداروں نے شائع کیے ہیں۔ لیکن ان کا خلاصہ ذیل میں پیشِ خدمت ہے:

فتاویٰ

مرزائیوں کے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہونے پر عالمِ اسلام میں جو فتوے دیئے گئے ان کا شمار بھی مشکل ہے، تاہم چند اہم مطبوعہ فتاویٰ کا حوالہ درج ذیل ہے:۔

۱- رجب ۱۳۳۶ھ میں اِستفتاء برِصغیر کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء سے کیا گیا تھا، جو "فتویٰ تکفیرِ قادیان" کے نام سے شائع ہوا تھا، اس میں دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون،

رائے پور، دہلی، کلکتہ، بنارس، لکھنؤ، آگرہ، مرادآباد، لاہور، امرتسر، لدھیانہ، پشاور، راولپنڈی، ملتان، ہوشیار پور، گورداسپور، جہلم، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، گجرات، حیدرآباد دکن، بھوپال اور رام پور کے تمام مکاتبِ فکر اور تمام دینی مراکز کے علماء نے باتفاق مرزائیوں کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو فتوٰی تکفیرِ قادیان شائع کردہ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند، ضلع سہارنپور)

۲- اسی قسم کا ایک فتوٰی ۱۹۲۵ء میں دفتر اہلِ حدیث امرتسر کی طرف سے ''فسخِ نکاحِ مرزائیاں'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اور اس میں برِصغیر کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کے دستخط موجود ہیں۔

۳- مقدمہ بہاولپور میں جو فتاوٰی پیش ہوئے ان میں برِصغیر کے علاوہ بلادِ عربیہ کے فتاوٰی بھی شامل تھے۔ (دیکھئے فتاوٰی مندرجہ ''حجتِ شرعیہ'' شائع کردہ مجلس تحفظ ختمِ نبوت لاہور وملتان)

۴- ایک فتوٰی "مؤسسة مكة للطباعة والاعلام" کی طرف سے سعودی عرب میں شائع ہوا ہے جس میں حرمین شریفین، بلادِ حجاز وشام کے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کا فیصلہ درج ہے، اس کے چند جملے یہ ہیں:-

لا شك ان اذنابه من القاديانية واللاهورية كلّها كافرون۔

(القاديانية في نظر علماء الأُمّة الإسلامية ص:۱۱ طبع مکہ مکرمہ)

ترجمہ:- اس میں شک نہیں کہ مرزا غلام احمد کے تمام متبعین خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری سب کافر ہیں۔

پاکستان کے ۳۳ علماء کا مطالبۂ ترمیم

۱۹۵۳ء میں پاکستان کے دستور پر غور کرنے کے لئے تمام مکاتبِ فکر کے مُسلّمہ نمائندہ علماء کا جو مشہور اِجتماع ہوا اس میں ایک ترمیم یہ بھی تھی کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے کر پنجاب اسمبلی میں ان کے لئے ایک نشست مخصوص کر دی جائے اور دُوسرے علاقوں کے قادیانیوں کو بھی اس نشست کے لئے کھڑے ہونے اور

ووٹ دینے کا حق دے دیا جائے۔اس ترمیم کو علماء نے ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا ہے:-

ترمیم

یہ ایک نہایت ضروری ترمیم ہے، جسے ہم پورے اِصرار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ملک کے دستور سازوں کے لئے یہ بات کسی طرح موزوں نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک کے حالات اور مخصوص اِجتماعی مسائل سے بے پروا ہو کر محض اپنے ذاتی نظریات کی بنا پر دستور بنانے لگیں۔انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ملک کے جن علاقوں میں قادیانیوں کی بڑی تعداد مسلمانوں کے ساتھ ملی جلی ہے، وہاں اس قادیانی مسئلے نے کس قدر نازک صورتِ حال پیدا کر دی ہے۔ان کو پچھلے دور کے بیرونی حکمرانوں کی طرح نہ ہونا چاہئے جنہوں نے ہندو مسلم مسئلے کی نزاکت کو اس وقت تک محسوس کر کے ہی نہ دیا جب تک متحدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ دونوں قوموں کے فسادات سے خون آلودہ نہ ہو گیا۔جو دستور ساز حضرات خود اس ملک کے رہنے والے ہیں، ان کی یہ غلطی بڑی افسوس ناک ہوگی کہ وہ جب تک پاکستان میں قادیانی مسلم تصادم کو آگ کی طرح بھڑکتے ہوئے نہ دیکھ لیں اس وقت تک انہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ یہاں ایک قادیانی مسلم مسئلہ موجود ہے جسے حل کرنے کی شدید ضرورت ہے، اس مسئلے کو جس چیز نے نزاکت کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے وہ یہ ہے کہ قادیانی ایک طرف مسلمان بن کر مسلمانوں میں گھستے بھی ہیں اور دُوسری طرف عقائد، عبادات اور اِجتماعی شیرازہ بندی میں مسلمانوں سے نہ صرف الگ بلکہ ان کے خلاف صف آراء بھی ہیں۔اور مذہبی

طور پر تمام مسلمانوں کو علانیہ کافر قرار دیتے ہیں۔ اس خرابی کا علاج آج بھی یہی ہے اور پہلے بھی یہی تھا (جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے اب سے بیس برس پہلے فرمایا تھا) کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے دیا جائے۔

رابطۂ عالمِ اسلامی کی قرارداد

مکہ مکرمہ کے مقدس شہر میں جو مرکزِ اسلام کی حیثیت رکھتا ہے، ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ مطابق اپریل ۱۹۷۴ء میں پورے عالمِ اسلام کی دینی تنظیموں کا ایک عظیم الشان اِجتماع منعقد ہوا، جس میں اسلامی ممالک بلکہ مسلم آبادیوں کی ۱۴۴ تنظیموں کے نمائندے شامل تھے۔ یہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک کے مسلمانوں کا ایک نمائندہ اِجتماع تھا۔ اس میں مرزائیت کے بارے میں جو قرارداد منظور ہوئی وہ مرزائیت کے کفر ہونے پر تازہ ترین اِجماعِ اُمت کی حیثیت رکھتی ہے، اس قرارداد کا متن حسبِ ذیل ہے:-

القادیانیة نحلة هدّامة تتخذ من اسم الإسلام شعارًا لتسوية أغراضها الخبيثة وأبرز مخالفتها للإسلام ادّعاء زعيمها النبوّة وتحريف النصوص القرآنية وإبطالهم للجهاد، القاديانية ربيبة الإستعمار البريطاني ولا تظهر الّا فى ظل حمايته، تخون القاديانية قضايا الأُمّة الإسلامية وتقف موالية للإستعمار والصهيونية، تتعاون مع القوى الناهضة للإسلام وتتخذ هذه القوىٰ واجهة لتحطيم العقيدة الإسلامية وتحريفها وذٰلك بما يأتي:-

ا:... إنشاء معابد تمولها القوى المعادية ويتمّ فيها التضليل بالكفر القادياني المنحرف۔

ب:... فتح مدارس ومعاهد وملاجیء للأيتام وفيها جميعًا تمارس القاديانية نشاطها التخريبى لحساب القوى المعادية للإسلام وتقوم القاديانية بنشر ترجمات محرفة لمعانى القرآن الكريم بمختلف اللغات العالمية۔

ولمقاومة خطرها قرر المؤتمر:-

۱- تقوم كل هيئة إسلامية بحصر النشاط القاديانى فى معابدهم ومدارسهم وملاجئهم وكل الأمكنة التى يمارسون فيها نشاطهم الهدام۔ فى منطقها وكشف القاديانيين والتعريف بهم للعالم الإسلامى تفاديا للوقوع فى حبائلهم۔

۲- إعلان كفر هٰذه الطائفة وخروجها عن الإسلام۔

۳- عدم التعامل مع القاديانيين أو الأحمديين ومقاطعتهم إقتصاديًا واجتماعيًا وثقافيًا وعدم التزوّج منهم وعدم دفنهم فى مقابر المسلمين ومعاملتهم باعتبارهم كفّارًا۔

۴- مطالبة الحكومات الإسلامية بمنع كل نشاط لأتباع ميرزا غلام أحمد مدعى النبوّة واعتبارهم اقلية غير مسلمة ويمنعون من تولى الوظائف الحساسة للدولة۔

۵- نشر مصورات لكل التحريفات القاديانية فى القرآن الكريم مع حصر الترجمات القاديانية لمعانى القرآن والتنبيه عليها ومنع تداول هٰذه الترجمات۔

ترجمہ قرارداد

قادیانیت ایک باطل فرقہ ہے، جو اپنی اَغراضِ خبیثہ کی تکمیل کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اِسلام کی بنیادوں کو ڈھانا چاہتا ہے۔ اسلام کے قطعی اُصولوں سے اس کی مخالفت ان باتوں سے واضح ہے:-

الف:- اس کے بانی کا دعویٰ نبوّت کرنا۔

ب:- قرآنی آیات میں تحریف۔

ج:- جہاد کے باطل ہونے کا فتویٰ دینا۔

قادیانیت کی داغ بیل برطانوی سامراج نے رکھی اور اس نے اسے پروان چڑھایا۔ وہ سامراج کی سرپرستی میں سرگرمِ عمل ہے۔ قادیانی اسلام دُشمن قوتوں کا ساتھ دے کر مسلمانوں کے مفادات سے غداری کرتے ہیں، اور ان طاقتوں کی مدد سے اسلام کے بنیادی عقائد میں تحریف وتبدیل اور بیخ کنی کے لئے کئی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً:-

الف:- دُنیا میں مساجد کے نام پر اِسلام دُشمن طاقتوں کی کفالت سے اِرتداد کے اَڈّے قائم کرنا۔

ب:- مدارس، اسکولوں، یتیم خانوں اور اِمدادی کیمپوں کے نام پر غیر مسلم قوتوں کی مدد سے ان ہی کے مقاصد کی تکمیل۔

ج:- دُنیا کی مختلف زبانوں میں قرآنِ کریم کے تحریف شدہ نسخوں کی اشاعت وغیرہ۔

ان خطرات کے پیشِ نظر کانفرنس میں طے کیا گیا کہ:-

۱- دُنیا بھر کی ہر اِسلامی تنظیم اور جماعتوں کا فریضہ ہے کہ وہ

قادیانیت اور اس کی ہر قسم کی اسلام دُشمن سرگرمیوں کی، ان کے معابد، مراکز، یتیم خانوں وغیرہ میں کڑی نگرانی کریں اور ان کی تمام در پردہ سیاسی سرگرمیوں کا محاسبہ کریں، اور اس کے بعد ان کے پھیلائے ہوئے جال، منصوبوں، سازشوں سے بچنے کے لئے عالمِ اسلام کے سامنے انہیں پوری طرح بے نقاب کیا جائے۔

۲-اس گروہ کے کافر اور خارج اَز اِسلام ہونے کا اعلان کیا جائے۔

۳- اور یہ کہ اس وجہ سے انہیں مقاماتِ مقدسہ حرمین وغیرہ میں داخلے کی اجازت نہیں دی جاسکے گی۔ مسلمان قادیانیوں سے کسی قسم کا معاملہ نہیں کریں گے، اور اِقتصادی، معاشرتی، اِجتماعی، عائلی وغیرہ ہر میدان میں ان کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔

۴-کانفرنس تمام اسلامی ملکوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ قادیانیوں کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائیں، ان کے تمام وسائل اور ذرائع کو ضبط کیا جائے اور کسی قادیانی کو کسی اسلامی ملک میں کسی قسم کا بھی حصہ دارانہ عہدہ نہ دیا جائے۔

۵- قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات سے لوگوں کو خبردار کیا جائے اور ان کے تمام تراجمِ قرآن کا شمار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے، اور ان تمام تراجم کی ترویج کا انسداد کیا جائے۔

***

عدالتوں کے فیصلے

اب ان عدالتی فیصلوں کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے جن میں مرزائیوں کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دِیا گیا ہے۔

فیصلہ مقدمۂ بہاولپور

باجلاس جناب منشی محمد اکبر خان صاحب بی اے، ایل ایل بی ڈسٹرکٹ جج ضلع بہاولپور بمقدمہ مسماۃ غلام عائشہ بنت مولوی اِلٰہی بخش سکنہ احمد پور شرقیہ، ریاست بہاولپور۔ بنام عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد سکنہ موضع مہند تحصیل احمد پور شرقیہ، ریاست بہاولپور۔ دعویٰ دلاپانے ڈگری اِستقرار یہ مشعر تنسیخِ نکاح فریقین بوجہ اِرتداد شوہر مدعا علیہ تاریخ فیصلہ ۷ رفروری ۱۹۳۵ء۔

عدالتِ مذکور نے مقدمے کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد آخر میں اپنا فیصلہ مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کیا اور سنایا:۔

> اُوپر کی تمام بحث سے یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ مسئلہ ختمِ نبوّت اسلام کے بنیادی اُصولوں میں سے ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بایں معنیٰ نہ ماننے سے کہ آپ آخری نبی ہیں اِرتداد واقع ہوجاتا ہے، اور یہ کہ عقائدِ اِسلامی کی رُو سے ایک شخص کلمۂ کفر کہہ کر بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔
>
> مدعا علیہ، مرزا غلام احمد صاحب کو عقائدِ قادیانی کی رُو سے نبی مانتا ہے اور ان کی تعلیم کے مطابق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اُمتِ محمدیہ میں

قیامت تک سلسلۂ نبوت جاری ہے یعنی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دُوسرے شخص کو نیا نبی تسلیم کرنے سے جو قباحتیں لازم آتی ہیں ان کی تفصیل اُوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اس لئے مدعا علیہ اس اِجماعی عقیدۂ اُمت سے منحرف ہونے کی وجہ سے مرتد سمجھا جاوے گا اور اگر اِرتداد کے معنی کسی مذہب کے اُصولوں سے بکلی اِنحراف کے لئے جاویں تو بھی مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے ایک نئے مذہب کا پیرو سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے قرآن کی تفسیر اور معمول بہ مرزا صاحب کی وحی ہوگی، نہ کہ احادیث واقوالِ فقہاء جن پر کہ اس وقت تک مذہبِ اسلام قائم چلا آیا ہے۔ اور جن میں سے بعض کے مستند ہونے کو خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

علاوہ ازیں احمدی مذہب میں بعض اَحکام ایسے ہیں کہ شرعِ محمدی پر مستزاد ہیں، اور بعض اس کے خلاف ہیں۔ مثلاً چندہ ماہواری کا دینا جیسا کہ اُوپر دِکھایا گیا ہے زکوٰۃ پر ایک زائد حکم ہے۔ اسی طرح غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا، کسی احمدی کی لڑکی غیر احمدی کو نکاح میں نہ دینا، کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، شرعِ محمدی کے خلاف اعمال ہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے ان اُمور کی توجیہیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ کیوں غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے، کیوں ان کو نکاح میں لڑکی نہیں دیتے، لیکن یہ توجیہیں اس لئے کارآمد نہیں کہ یہ اُمور ان کے پیشواؤں کے اَحکام میں مذکور ہیں۔ اس لئے وہ ان کے نقطۂ نگاہ سے

شریعت کا جزو سمجھے جائیں گے جو کسی صورت میں بھی شرعِ محمدی کے موافق تصوّر نہیں ہو سکتے۔ اس کے ساتھ جب یہ دیکھا جاوے کہ وہ تمام غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں تو ان کے مذہب کو مذہبِ اسلام سے ایک جدا مذہب قرار دینے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ کے گواہ مولوی جلال الدین شمس نے اپنے بیان میں مسیلمہ وغیرہ کاذب مدعیانِ نبوّت کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ گواہ مذکور کے نزدیک دعویٔ نبوّتِ کاذبہ اِرتداد ہے اور کاذب مدعیٔ نبوّت کو جو مان لے وہ مرتد سمجھا جاتا ہے۔

مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کاذب مدعیٔ نبوّت ہیں، اس لئے مدعا علیہ بھی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا ابتدائی تنقیحات جو ۴/نومبر ۱۹۲۶ء کو عدالت منصفی احمد پور شرقیہ سے وضع کی گئی تھیں بحقِ مدعیہ ثابت قرار دی جا کر یہ قرار دِیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اِختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے، لہٰذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخِ اِرتدادِ مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے، اور اگر مدعا علیہ کے عقائد کو بحثِ مذکورہ بالا کی روشنی میں دیکھا جاوے تو بھی مدعا علیہ کے اِدعاء کے مطابق مدعیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اُمتی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور کہ اس کے علاوہ جو دیگر عقائد مدعا علیہ نے اپنی طرف منسوب کئے ہیں وہ گو عام اِسلامی عقائد کے مطابق ہیں لیکن ان عقائد پر وہ انہی معنوں پر عمل پیرا سمجھا جاوے گا جو معنی کہ مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں، اور یہ معنی چونکہ ان معنوں کے مغائر ہیں جو جمہور اُمت آج تک لیتی آئی، اس لئے

بھی وہ مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا ہے اور ہر دو صورتوں میں وہ مرتد ہی ہے اور مرتد کا نکاح اِرتداد سے فسخ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ڈگری بدیں مضمون بحقِ مدعیہ صادر کی جاتی ہے کہ وہ تاریخِ اِرتدادِ مدعاعلیہ سے اس کی زوجہ نہیں رہی، مدعیہ خرچۂ مقدمہ بھی ازاں مدعاعلیہ لینے کی حق دار ہوگی۔

اس ضمن میں مدعاعلیہ کی طرف سے ایک سوال یہ پیدا کیا گیا ہے کہ ہر دو فریق چونکہ قرآن مجید کو کتابُ اللہ سمجھتے ہیں اور اہلِ کتاب کا نکاح جائز ہے، اس لئے بھی مدعیہ کا نکاح فسخ قرار نہیں دینا چاہئے۔ اس کے متعلق مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جب دونوں فریق ایک دُوسرے کو مرتد کہتے ہیں تو ان کے اپنے اپنے عقائد کی رُو سے بھی ان کا باہمی نکاح قائم نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح جائز ہے نہ کہ مردوں سے بھی۔ مدعیہ کے دعوے کی رُو سے چونکہ مدعاعلیہ مرتد ہوچکا ہے اس لئے اہلِ کتاب ہونے کی حیثیت سے بھی اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ مدعیہ کی یہ حجت وزن دار پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس بنا پر بھی وہ ڈگری پانے کی مستحق ہے۔

مدراس ہائی کورٹ وغیرہ کے فیصلے کا جواب

مرزائیوں کی طرف سے مدراس ہائی کورٹ کے فیصلے کا حوالہ بڑے زور و شور سے دیا جاتا ہے، فاضل جج نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے:-

مدعاعلیہ کی طرف سے اپنے حق میں چند نظائرِ قانونی کا بھی حوالہ دیا گیا تھا، ان میں سے پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلہ جات کو

عدالتِ عالیہ چیف کورٹ نے پہلے واقعات مقدمہ ھٰذا پر حاوی نہیں سمجھا اور مدراس ہائی کورٹ کے فیصلے کو عدالتِ معلّٰی اجلاس خاص نے قابلِ پیروی قرار نہیں دیا۔ باقی رہا عدالتِ عالیہ چیف کورٹ بہاولپور کا فیصلہ بمقدمہ مسماۃ جندوڈی بنام کریم بخش اس کی کیفیت یہ ہے کہ یہ فیصلہ جناب مہتہ اودھوداس صاحب جج چیف کورٹ کے اجلاس سے صادر ہوا تھا اور اس مقدمے کا صاحبِ موصوف نے مدراس ہائی کورٹ کے فیصلے پر ہی اِنحصار رکھتے ہوئے فیصلہ فرمایا تھا اور خود ان اِختلافی مسائل پر جو فیصلہ مذکور میں درج تھے کوئی محاکمہ نہیں فرمایا تھا۔ مقدمہ چونکہ بہت عرصے سے دائر تھا اس لئے صاحبِ موصوف نے اسے زیادہ عرصہ معرضِ تعویق میں رکھنا پسند نہ فرما کر باتباع فیصلہ مذکور اسے طے فرمادیا۔ دربارِ معلّٰی نے چونکہ اس فیصلے کو قابلِ پابندی قرار نہیں دیا جس فیصلے کی بنا پر کہ وہ فیصلہ صادر ہوا اس لئے فیصلہ زیرِ بحث بھی قابلِ پابندی نہیں رہتا۔

فریقین میں سے مختار مدعیہ حاضر ہے اسے حکم سنایا گیا، مدعاعلیہ کارروائی مقدمہ ھٰذا ختم ہونے کے بعد جبکہ مقدمہ زیرِ غور تھا فوت ہوگیا ہے۔ اس کے خلاف یہ حکم زیرِ آرڈر ۲۲ رول ۶ ضابطہ دیوانی تصوّر ہوگا۔ پرچہ ڈگری مرتب کیا جاوے اور مثل داخلِ دفتر ہو۔

۷ رفروری ۱۹۳۵ء بمطابق ۳ رذیقعدہ ۱۳۵۳ھ

بمقام بہاول پور

دستخط

محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج ضلع بہاول نگر

ریاست بہاول پور (بحروف انگریزی)

فیصلہ مقدمۂ راولپنڈی

باجلاس جناب شیخ محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی سول اپیل ۱۹۵۵ء
امۃ الکریم بنت کرم الٰہی راجپوت جنجوعہ مکان نمبر ۵۵-B محلّہ ٹرنک بازار راولپنڈی (مرزائی)
بنام لیفٹیننٹ نذیر الدین ملک خلف ماسٹر محمد دین اعوان محلّہ کرشن پورہ راولپنڈی (مسلمان)
تاریخِ فیصلہ ۳ر جون ۱۹۵۵ء

عدالتِ مذکورہ نے مقدمہ کی تفصیلات پر بحث کرنے کے بعد آخر میں اپنا فیصلہ مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کیا اور فیصلہ سنایا:-

مندرجہ بالا صورت میں، میں حسبِ ذیل نتائج پر پہنچا ہوں:-

۱-مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ پیغمبرِ اسلام خدا کے آخری نبی تھے، اور ان کے بعد کسی اور نبی کو نہیں آنا ہے۔

۲-مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ جسے ہمارے نبیؐ کے آخری ہونے پر ایمان نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہے۔

۳-مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔

۴-مرزا غلام احمد نے خود اپنے اعلانات کے مطابق یہ دعویٰ کیا کہ ان پر ایسی وحی آتی ہے جو وحیٔ نبوّت کے برابر ہے۔

۵-خود مرزا غلام احمد نے اپنی پہلی کتابوں میں معیار رکھے ہیں وہ خود ان کے دعویٔ نبوّت کی تکذیب کرتے ہیں۔

۶-انہوں نے اپنے مکمل پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا، ظل اور بروز کا سارا قصہ محض ڈھونگ ہے۔

۷-نبی کریمؐ کے بعد کسی پر وحیٔ نبوّت نہیں آسکتی، اور جو ایسا دعویٰ کرتا ہے، اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔

مندرجہ بالا اِستدلال اور نتائج کی بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ اِبتدائی

سماعت کرنے والی عدالت کا فیصلہ صحیح ہے اور میں سارے فیصلے کی توثیق کرتا ہوں۔

مسماۃ امۃ الکریم کی اپیل میں کوئی وزن نہیں اور میں اپیل خارج کرتا ہوں۔

جہاں تک لیفٹینٹ نذیر الدین کی اپیل کا تعلق ہے، اس کے متعلق مسٹر ظفر محمود ایڈووکیٹ نے مجھے بہت کم باتیں بتائیں۔ امۃ الکریم کے جہیز کا سامان ان کے قبضے میں پایا گیا، اس کی قیمت لگائی جا چکی ہے، ان کی اپیل میں بھی کوئی وزن نہیں ہے اس لئے اسے بھی خارج کرتا ہوں۔ چونکہ دونوں فریقوں کی اپیل خارج ہوگئی ہے، اس لئے میں خرچے کے متعلق کوئی حکم نہیں دیتا۔

دستخط

شیخ محمد اکبر

سیشن جج بمقام راولپنڈی (۳/جون ۱۹۵۵ء)

مقدمہ جیمس آباد کا فیصلہ

فیملی سوٹ نمبر ۹/ ۱۹۶۹ء مسماۃ امۃ الہادی دختر سردار خان- مدعیہ

بنام:- حکیم نذیر احمد برق- مدعا علیہ

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے، اور اس طرح خود غیر مسلم قرار پایا ہے، غیر موثر ہے اور اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعا علیہ کی بیوی نہیں۔

تنسیخ نکاح کے بارے میں مدعیہ کی درخواست کا فیصلہ اس کے حق

میں کیا جاتا ہے اور مدعاعلیہ کو ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ مدعیہ کو اپنی
بیوی قرار نہ دے، مدعیہ اس مقدمے کے اِخراجات بھی وصول
کرنے کی حق دار ہے۔

یہ فیصلہ ۱۳؍جولائی ۱۹۷۱ء کو شیخ محمد رفیق گریجہ کے جانشین جناب قیصر احمد حمیدی نے جو ان کی جگہ جیمس آباد کے سِول اور فیملی کورٹ جج مقرر ہوئے ہیں کھلی عدالت میں پڑھ کر سنایا۔

ماریشس سپریم کورٹ میں سب سے بڑا مقدمہ

''مسجد روز ہل کے مقدمہ'' کو تاریخِ ماریشس کا سب سے بڑا مقدمہ کہا جاتا ہے، کیونکہ پورے دو سال تک سپریم کورٹ نے بیانات لئے، شہادتیں سنیں اور پہلی مرتبہ یہ فیصلہ دیا کہ:-

''مسلمان الگ اُمت ہیں اور قادیانی الگ''

یہ مقدمہ لڑنے کے لئے مسلمانوں اور قادیانیوں دونوں نے دُوسرے ممالک سے مشہور وکلاء منگوائے۔ قادیانیوں سے مسجد واپس لینے کے سلسلے میں روز ہل کے جن مسلمانوں نے کام کیا ان میں محمود اسحاق جی، اسماعیل حسن جی، ابراہیم حسن جی، قابلِ ذکر ہیں، یہ لوگ وہاں کے تجارتی حلقوں میں بڑا مقام رکھتے تھے، انہوں نے جو مقدمہ دائر کیا اس کی بنیاد یہ تھی:-

دعویٰ

''روز ہل کی مسجد جہاں مسلمانوں کے حنفی (سنی) فرقے کے لوگ نماز پڑھتے تھے یہ مسجد انہوں نے تعمیر کروائی تھی اور مسلسل قابض چلے آرہے تھے، اس پر قادیانیوں نے قبضہ کرلیا ہے جن کا تعلق اُمتِ اِسلامیہ سے نہیں ہے، قادیانی ہم مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے، ہمارے پیچھے ان کی نماز نہیں ہوتی، ایسی صورت میں ان کو مسجد سے

باہر نکالا جائے۔"

چنانچہ ۲۶ رفروری ۱۹۱۹ء کو یہ مقدمہ دائر ہوا، قادیانیوں کے خلاف ۲۱ شہادتیں پیش کی گئیں، ان شہادتوں میں مولانا عبداللہ رشید نواب کی شہادت خاص طور سے قابلِ ذِکر ہے، آپ نے عدالتِ عالیہ میں نہایت جرأت و بے باکی سے قادیانیوں کو بے نقاب کیا اور سینکڑوں کتب، اخبارات، رسائل و جرائد پیش کر کے عدالت کو یہ باور کرانے کی یہ کامیاب کوشش کی کہ قادیانی اور مسلمان الگ الگ اُمتیں ہیں، مرزا غلام احمد کی کتب اور حوالے مولانا رشید نے پیش کئے۔

قادیانیوں کی طرف سے مولوی غلام محمد بی اے نے وکلاء کی مدد کی اور جوابِ دعویٰ تیار کیا، مولوی غلام محمد اس مقصد کے لئے خاص طور سے قادیان گیا تھا۔ مسلمانوں کے وکلاء میں مسٹر رولرڈ کے سی، ای سویز، سی ای اسنوف اور ای نیاریک تھے، جبکہ قادیانیوں کا وکیل مسٹر آر پزانی تھا۔

عدالتِ عالیہ کی کارروائی کے دوران ہزاروں مسلمان موجود ہوتے، اور ملک میں پہلی مرتبہ یہ علم ہوا کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے بھیس میں اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں۔

چنانچہ ۱۹ رنومبر ۱۹۲۰ء کو چیف جج سرائے ہرچیز وڈر نے یوں فیصلہ پڑھ کر سنایا:-

فیصلہ

"عدالتِ عالیہ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ مدعا علیہ (قادیانی) کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ روز ہل مسجد میں اپنی پسند کے اِمام کے پیچھے نماز اُدا کریں، اس مسجد میں صرف مدعی (مسلمان) ہی نماز اُدا کرسکیں گے، اپنے اِعتقادات کی روشنی میں۔"

اسی عدالت کے ایک دُوسرے جج جناب ٹی ای روزلی نے بھی اس فیصلے سے اِتفاق کیا۔

مصوّرِ پاکستان علامہ اقبال کی رائے

آخر میں شاعرِ مشرق، مصوّرِ پاکستان علامہ اقبال صاحب کے کچھ اِرشادات پیش کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے مرزائیت کی اسلام دُشمنی محسوس کر کے ساری اُمت کو اس خطرے سے خبردار کرنے کے لئے بے شمار مضامین لکھے ہیں، ان تمام مضامین کو یہاں پیش کرنا مشکل ہے، البتہ چند ضروری اِقتباسات پیشِ خدمت ہیں۔ وہ اسٹیٹس مین کی ۱۰ر جون کی اشاعت میں فرماتے ہیں:۔

> اسلام لازماً ایک دِینی جماعت ہے جس کی حدود مقرّر ہیں یعنی وحدتِ اُلوہیت پر اِیمان، انبیاء پر اِیمان اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ رِسالت پر اِیمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ ایک حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ اِمتیاز ہے۔ اور اس امر کے لئے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملتِ اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں؟ مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں، لیکن اُنہیں ملتِ اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعے وحی کے تسلسل پر اِیمان رکھتے ہیں۔ اور رسولِ کریمؐ کی ختمِ نبوّت پر اِیمان نہیں رکھتے، جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حدِ فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کرسکا، اِیران میں بہائیوں نے ختمِ نبوّت کے اُصول کو صریحاً جھٹلایا، لیکن ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ وہ ایک

الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں...... میری رائے میں تو قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں، یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں یا پھر ختمِ نبوّت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اُصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کریں، ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقۂ اِسلام میں ہو، تا کہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔ (حرفِ اقبال ص:۱۲۷، ۱۲۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۵ء)

اور ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:-

نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختمِ نبوّت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا اور مغربیت کی ہوا نے اسے حفظِ نفس کے جذبے سے بھی عاری کر دیا ہے، بعض ایسے نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔ (حرفِ اقبال ص:۱۱۶)

آگے ہندوستان کی غیر مسلم حکومت سے خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

حکومت کو موجودہ صورتِ حالات پر غور کرنا چاہئے اور اس معاملے میں جو قومی وحدت کے لئے اشد اہم ہے عام مسلمانوں کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہئے، اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے...... سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے......؟ وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص کو تلعُّب بالدین (دِین کے ساتھ کھیل) کرتے پائے، اس کے دعاوی کو تقریر و تحریر کے ذریعے سے جھٹلایا جائے، پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے، حالانکہ اس کی وحدت خطرے میں ہو۔ اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو اگرچہ وہ

تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔

اگر کوئی گروہ جو اصل جماعت کے نقطۂ نظر سے باغی ہے حکومت کے لئے مفید ہے تو حکومت اس کی خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے، دُوسری جماعتوں کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوسکتی، لیکن یہ توقع رکھنی بے کار ہے کہ خود جماعت ایسی قوتوں کو نظر انداز کردے جو اس کے اِجتماعی وجود کے لئے خطرہ ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے بعض لوگ ایک دُوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں، لہٰذا ان کے فتووں کا کوئی اعتبار نہیں رہا، اس کا جواب دیتے ہوئے شاعرِ مشرق تحریر فرماتے ہیں:-

اس مقام پر یہ دُہرانے کی غالباً ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے بے شمار فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا، جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں اگرچہ وہ ایک دُوسرے پر اِلحاد کے فتوے ہی دیتے ہوں۔ (حرفِ اقبال ص:۱۱۷،۱۱۸)

پھر شاعرِ مشرق قادیانی مسئلے کا حل تجویز کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریقِ کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرلے، یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا، اور مسلمان اُن سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملے میں اختیار کرتا ہے۔ (ایضاً)

یہ وہ مطالبہ ہے جو کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے انگریز کی حکومت سے کیا تھا، اب جو مملکت شاعرِ مشرق کے خوابوں کی تعبیر کی حیثیت سے انہی کا نام لے کر وجود میں آئی ہے یہ اس کا پہلا فریضہ ہے کہ وہ شاعرِ مشرق کی اس آرزو کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

***

"خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں"

حصہ چہارم

ضمیمہ

بعض مرزائی مغالطے

چند شبہات کا اِزالہ

جب مسلمانوں کی طرف سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو مرزائی صاحبان طرح طرح سے مغالطے دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں مختصراً ان مغالطوں کا ایک جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

کلمہ گو کی تکفیر کا مسئلہ

مرزائیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ جو شخص کلمہ گو ہو، اور اپنے مسلمان ہونے کا اِقرار کرتا ہو، کسی بھی شخص کو اسے کافر قرار دینے کا حق نہیں پہنچتا۔ یہاں سب سے پہلے تو یہ بوالعجبی ملاحظہ فرمایئے کہ یہ بات ان لوگوں کی طرف سے کہی جارہی ہے جو دُنیا کے ستر کروڑ[1] مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر کہتے ہیں اور جو کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پر اور اس کے تمام ضروری تقاضوں پر صحیح معنیٰ میں ایمان رکھنے والوں کو دائرۂ اسلام سے خارج، شقی، بدطینت، یہاں تک کہ "کنجریوں[2] کی اولاد" قرار دینے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔

---

(۱) بلکہ ایک ارب سے زائد۔

(۲) مرزا صاحب کہتے ہیں کہ "میری کتابوں کو ہر شخص محبت کی نگاہ سے دیکھ کر ان کے معارف سے فائدہ اُٹھاتا اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے، سوائے "بغایا" (فاحشاؤں، کنجریوں) کی اولاد کے جن کے دِلوں پر اللہ نے مہر لگادی، وہ انہیں نہیں مانتے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام ص:۵۴۷، ۵۴۸، طبع جدید چناب نگر (ربوہ)

گویا ہر ''کلمہ گو'' کو مسلمان کہنا صرف یک طرفہ حکم ہے جو صرف غیر احمدیوں پر عائد ہوتا ہے، اور خود مرزائی صاحبان کو کھلی چھٹی ہے کہ خواہ وہ مسلمانوں کو کتنی شدومد سے کافر کہیں، خواہ انہیں بازاری گالیاں دیں، خواہ ان کے اکابر اور مقدس ترین شخصیات کی ناموس پر حملہ آور ہوں۔ اُن کے ''اسلام'' میں کبھی کوئی فرق نہیں آسکتا اور نہ ان پر کلمہ گو کو کافر کہنے کا اِلزام لگ سکتا ہے۔ یہ ہے اس مرزائی مذہب کا انصاف جو شرم وحیا اور دیانت واخلاق کا منہ نوچ کر اپنے آپ کو رُوحانیتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہورِ ثانی قرار دیتا ہے۔

پھر خدا جانے یہ اُصول کہاں سے گھڑا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو کلمہ پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو وہ مسلمان ہے اور اسے کوئی شخص کافر قرار نہیں دے سکتا۔ سوال یہ ہے کہ کیا مسیلمہ کذّاب کلمۂ شہادت نہیں پڑھتا تھا؟ پھر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے اسے کافر قرار دے کر اس کے خلاف جہاد کیوں کیا؟ اور خود مرزا غلام احمد نے جا بجا نہ صرف مسیلمہ کذّاب بلکہ آپ کے بعد اپنے سوا ہر مدعیٔ نبوّت کو کافر ورکذّاب کیوں کہا؟ اگر آج کوئی نیا مدعیٔ نبوّت کلمہ پڑھتا ہوا اُٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء کو جھٹلائے، آخرت کے عقیدے کا مذاق اُڑائے، قرآنِ کریم کو اللہ کی کتاب ماننے سے انکار کرے، اپنے آپ کو افضل الانبیاء قرار دے، نماز روزے کو منسوخ کردے، جھوٹ، شراب، زِنا، سود اور قمار کو جائز کہے اور کلمہ ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کے سوا اِسلام کے ہر حکم کی تکذیب کردے تو کیا اسے پھر بھی ''کلمہ گو'' ہونے کی بنا پر مسلمان ہی سمجھا جائے گا؟ اگر اِسلام ایسا ہی ڈھیلا ڈھالا جامہ ہے جس میں کلمہ پڑھنے کے بعد دُنیا کا ہر بُرے سے بُرا عقیدہ اور بُرے سے بُرا عمل سما سکتا ہے تو پھر فضول ہی اسلام کے بارے میں یہ دعوے کئے جاتے ہیں کہ وہ دُنیا کے تمام مذاہب میں سب سے زیادہ بہتر، مستحکم، منظم اور باقاعدہ مذہب ہے۔

جو لوگ ہر ''کلمہ گو'' کو مسلمان کہنے پر اِصرار کرتے ہیں، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کلمہ (معاذ اللہ) کوئی منتر یا ٹونا ٹوٹکا ہے جسے ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد اِنسان ہمیشہ کے لئے

''کفر پُروف'' ہو جاتا ہے اور اس کے بعد بُرے سے بُرا عقیدہ بھی اسے اسلام سے خارج نہیں کر سکتا؟

اگر عقل و خرد اور اِنصاف و دیانت دُنیا سے بالکل اُٹھ ہی نہیں گئی تو اِسلام جیسے علمی اور عقلی دِین کے بارے میں یہ تصوّر کیسے کیا جاسکتا ہے کہ محض چند الفاظ کو زبان سے ادا کرنے کے بعد اِنسان جہنمی سے جنتی اور کافر سے مسلمان بن جاتا ہے، خواہ اس کے عقائد اللہ اور رسول کی مرضی کے بالکل خلاف ہوں؟

واقعہ یہ ہے کہ کلمہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" (معاذ اللہ) کوئی جادو یا طلسم نہیں ہے، یہ ایک معاہدہ اور اِقرار نامہ ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کو معبودِ واحد قرار دینے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول ماننے کا مطلب یہ معاہدہ کرنا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کی تصدیق کروں گا۔ لہٰذا اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی جتنی باتیں ہم تک تواتر اور قطعیت کے ساتھ پہنچی ہیں ان سب کو دُرست تسلیم کرنا "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پر اِیمان کا لازمی جزء اور اس کا ناگزیر تقاضا ہے، اگر کوئی شخص ان متواتر قطعیات میں سے کسی ایک چیز کو بھی دُرست ماننے سے انکار کردے تو درحقیقت وہ کلمۂ توحید پر اِیمان نہیں رکھتا، خواہ زبان سے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" پڑھتا ہو، اس لئے اس کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔ عقیدۂ ختمِ نبوت چونکہ قرآنِ کریم کی بیسیوں آیات اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینکڑوں اِرشادات سے بطریقِ تواتر ثابت ہے، اس لئے باجماعِ اُمت وہ اُنہی قطعیات میں سے ہے جن پر اِیمان لانا کلمۂ طیبہ کا لازمی جزو ہے اور جس کے بغیر اِنسان مسلمان نہیں ہوسکتا۔

اس سلسلے میں بعض ان احادیث سے اِستدلال کی کوشش کی جاتی ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی علامتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلے کی طرف رُخ کرے اور ہمارا ذبح کیا ہوا جانور کھائے وہ مسلمان ہے۔'' لیکن جس شخص کو بھی بات سمجھنے کا سلیقہ ہو وہ حدیث کے اُسلوب و انداز

سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہاں مسلمان کی کوئی قانونی اور جامع ومانع تعریف نہیں کی جارہی بلکہ مسلمانوں کی وہ معاشرتی علامتیں بیان کی جارہی ہیں جن کے ذریعے مسلم معاشرہ دُوسرے مذاہب اور معاشروں سے ممتاز ہوتا ہے، اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس شخص کی ظاہری علامتیں اس کے مسلمان ہونے کی گواہی دیتی ہوں، اس پر خواہ مخواہ بدگمانی کرنا یا بلاوجہ اس کی عیب جوئی کرنا دُرست نہیں، لیکن اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ اگر وہ خود مسلمانوں کے سامنے علانیہ کفریات کا اِقرار کرتا پھرے، بلکہ ساری دُنیا کو ان کفریات کی دعوت دے کر اپنے متبعین کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے، تب بھی وہ صرف مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے کی وجہ سے مسلمان کہلانے کا مستحق ہوگا، خواہ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ" اور اس کے تقاضوں کا بھی قائل نہ ہو۔

درحقیقت اس حدیث میں مسلمان کی تعریف نہیں بلکہ اس کی ظاہری علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ مسلمان کی پوری تعریف درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں بیان کی گئی ہے:-

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَيُؤْمِنُوْا بِیْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ (رواہ مسلم عن ابی ہریرۃؓ ج:۱ ص:۳۷)

ترجمہ:- مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور مجھ پر اِیمان لائیں اور ہر اُس بات پر جو میں لے کر آیا ہوں۔

اس میں مسلمان کی پوری حقیقت بیان کردی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہر تعلیم کو ماننا "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ" کا لازمی جزو ہے۔ اور آپ کا یہ ارشاد قرآنِ کریم کی اُس آیت سے ماخوذ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:-

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

(النساء:٦٥)

ترجمہ:- پس نہیں، تمہارے رَبّ کی قسم یہ لوگ مؤمن نہ ہوں گے جب تک یہ تمہیں اپنے ہر متنازعہ معاملے میں حَکَم نہ مان لیں، پھر تمہارے فیصلے سے اپنے دِل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اُسے خوشی سے تسلیم نہ کریں۔

یہ ہے کلمہ گو کی حقیقت، اور اس کے برخلاف محض کلمہ پڑھ لینے کے بعد ہمیشہ کے لئے کفر سے محفوظ ہوجانے کا تصوّر ان دُشمنانِ اسلام کا پیدا کردہ ہے جو یہ چاہتے تھے کہ اسلام اور کفر کی درمیانی حدِ فاصل کو مٹا کر اسے ایک ایسا معجونِ مرکب بنادیا جائے جس میں اپنے سیاسی اور مذہبی مفادات کے مطابق ہر بُرے سے بُرے عقیدے کی ملاوٹ کی جاسکے۔

اِنتہا یہ ہے کہ بعض لوگ مسلمان کی تعریف کے سلسلے میں اس آیتِ قرآنی کو بھی پیش کرنے سے نہیں چوکتے جس میں ارشاد ہے:-

لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ (النساء:۹۵)

یعنی جو شخص تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مؤمن نہیں۔

چلئے پہلے تو مسلمان ہونے کے لئے کم از کم کلمہ پڑھنا ضروری تھا، اس آیت کو مسلمان کی تعریف میں پیش کرنے کے بعد اس سے بھی چھٹی ہوگئی، اب مسلمان ہونے کے لئے صرف ''السلام علیکم'' بلکہ صرف ''سلام'' کہہ دینا بھی کافی ہوگیا، اور ہر وہ ہندو، پارسی، بدھسٹ اور عیسائی یہودی بھی مسلمان بننے کے قابل ہوگیا جو مسلمانوں کو ''سلام'' کہہ کر خطاب کرلے، والعیاذ باللہ العظیم۔

مسلمانوں کی باہم تکفیر کے فتوے اور اُن کی حقیقت

اصل مسئلے سے توجہ ہٹانے کے لئے دُوسرا مغالطہ مرزائیوں کی طرف سے یہ دیا

جاتا ہے کہ جو علماء ہم پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں، وہ خود آپس میں ایک دُوسرے کو کافر قرار دیتے آئے ہیں، لہٰذا ان فتووں کا اِعتبار اُٹھ گیا ہے۔ لیکن اس ''دلیل'' کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ چونکہ بعض عطائیوں اور ڈاکٹروں نے کچھ لوگوں کا غلط علاج کیا ہے، اس لئے اب کوئی ڈاکٹر مستند نہیں رہا، اب پوری میڈیکل سائنس ہی ناکارہ ہوگئی ہے اور وہ طبّی مسئلے بھی قابلِ اعتبار نہیں رہے جن پر تمام دُنیا کے ڈاکٹر متفق ہیں۔

حال ہی میں مرزائی جماعت کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے ''ہم غیر احمدیوں کے پیچھے کیوں نماز نہیں پڑھتے'' اور اس میں مسلمان مکاتبِ فکر کے باہمی اختلافات اور ان فتاویٰ کو اِنتہائی مبالغہ آمیز انداز میں پیش کیا گیا جن میں ایک دُوسرے کی تکفیر کی گئی ہے۔ لیکن اوّل تو اس کتابچے میں بعض ایسے فتووں کا حوالہ ہے جن کے بارے میں پوری ذمہ داری سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے کہنے والوں کی طرف بالکل غلط منسوب کئے گئے ہیں۔ دُوسرے اس کتابچے میں اگرچہ کافی محنت سے وہ تمام تشدّد آمیز مواد اِکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو باہمی اختلافات کے دوران منظرِ عام پر آیا ہے۔ لیکن ان بیسیوں اِقتباسات میں مسلمان مکاتبِ فکر کے ایک دُوسرے پر کفر کے فتوے کل پانچ ہیں، باقی فتوے نہیں بلکہ وہ عبارتیں ہیں جو ان کے افسوس ناک باہمی جھگڑوں کے درمیان ان کے قلم یا زبان سے نکلیں، ان میں ایک دُوسرے کے خلاف سخت زبان تو بے شک استعمال کی گئی ہے لیکن انہیں کفر کے فتوے قرار دینا کسی طرح دُرست نہیں۔

تیسرے یہ پانچ فتوے بھی اپنے اپنے مکاتبِ فکر کی مکمل نمائندگی نہیں کرتے، یعنی ایسا نہیں ہے کہ جن مکاتبِ فکر سے وہ تعلق رکھتے ہیں وہ پورا مکتبِ فکر ان فتووں سے متفق ہو، اس کے بجائے ہر مسلمان مکتبِ فکر میں محقق اور اِعتدال پسند علماء نے ہمیشہ اس بے اِحتیاطی اور عجلت پسندی سے شدید اِختلاف کیا ہے، جو اس قسم کے فتووں میں روا رکھی گئی ہے۔ لہٰذا ان چند فتاویٰ کو پیش کر کے یہ تأثر دینا بالکل غلط، بے بنیاد اور گمراہ کن ہے کہ یہ سارے مکاتبِ فکر ایک دُوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس کے بجائے حقیقت یہ ہے کہ

ہر مکتبِ فکر میں ایک عنصر ایسا رہا ہے جس نے دُوسرے کی مخالفت میں اتنا تشدد کیا کہ وہ تکفیر کی حد تک پہنچ جائے، لیکن اسی مکتبِ فکر میں ایک بڑی تعداد ایسے علماء کی ہے جنہوں نے فروعی اِختلافات کو ہمیشہ اپنی حدود میں رکھا اور ان حدود سے نہ صرف یہ کہ تجاوز نہیں کیا بلکہ اس کی مذمت کی ہے، اور عملاً یہی محتاط اور اِعتدال پسند عنصر غالب رہا ہے، جس کی واضح مثال یہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں کا کوئی مشترک مسئلہ پیدا ہوا ہے ان تمام مکاتبِ فکر کے مل بیٹھنے میں بعض حضرات کے فتوے کبھی رُکاوٹ نہیں بنتے۔

یہ مسلمان فرقے جن کی فرقہ بندی کا پروپیگنڈا دُنیا بھر میں گلا پھاڑ پھاڑ کر کیا گیا ہے اور جن کے اِختلافات کا شور مچا مچا کر لوگوں نے اپنے باطل نظریات کی دُکانیں چمکائی ہیں، وہی تو ہیں جو ۱۹۵۱ء میں پاکستان کی دستوری بنیادیں طے کرنے کے لئے جمع ہوئے اور کسی ادنیٰ اختلاف کے بغیر اِسلامی دستور کے اساسی اُصول طے کر کے اُٹھے، جبکہ پروپیگنڈا یہ تھا کہ اس قسم کا اِتفاق ایک اَمرِ محال ہے۔ ۱۹۵۳ء ہی میں انہوں نے قادیانیت کے مسئلے پر اجتماعی طریقے سے ایک مشترکہ موقف اِختیار کیا۔ ۱۹۷۲ء میں دستور سازی کے دوران شیر وشکر رہ کر اس بنیادی کام میں شریک رہے۔ دُنیا بھر میں شور تھا کہ یہ لوگ مل کر مسلمان کی متفقہ تعریف بھی نہیں کر سکتے، لیکن ۱۹۷۲ء میں انہوں نے ہی کامل اتفاق و اتحاد سے اس پروپیگنڈے کی قلعی کھولی۔ اور اَب پھر یہ مرزائیت کے کھلے کفر کے مقابلے میں شانہ بشانہ موجود ہیں۔ غرضیکہ جب بھی اسلام اور مسلمانوں کا کوئی مشترکہ مذہبی مسئلہ سامنے آیا، تو ان کے باہمی مذہبی اختلافات اِجتماعی موقف اختیار کرنے میں کبھی سدِ راہ ثابت نہیں ہوئے، لیکن کیا کبھی کسی نے دیکھا ہے کہ اس قسم کے اِجتماعات میں کسی مرزائی کو بھی دعوت دی گئی ہو؟ اس طرزِ عمل پر غور کرنے سے چند باتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں:۔

اوّل یہ کہ باہم ایک دُوسرے کی تکفیر کے فتوے انفرادی حیثیت رکھتے ہیں، کسی مکتبِ فکر کی نمائندہ حیثیت نہیں، ورنہ یہ مکاتبِ فکر کبھی بحیثیت مسلمان جمع نہ ہوتے۔

دُوسرے یہ کہ ہر مکتبِ فکر میں غالب عنصر وہی ہے جو فروعات کو فروعات ہی کے

دائرے میں رکھتا ہے اور آپس کے اختلافات کو تکفیر کا ذریعہ نہیں بناتا، ورنہ اس قسم کے اجتماعات کو قبولِ عام حاصل نہ ہوتا۔

تیسرے یہ کہ اسلام کے بنیادی عقائد جو واقعۃً ایمان اور کفر میں حدِ فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں ان میں یہ سب لوگ متفق ہیں۔

لہٰذا اگر کچھ حضرات نے تکفیر کے سلسلے میں غلو اور تشدد کی رَوِش اِختیار کی ہے تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکالا جاسکتا ہے کہ اب دُنیا میں کوئی شخص کافر ہو ہی نہیں سکتا، اور اگر یہ سب لوگ مل کر بھی کسی کو کافر کہیں تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

کیا دُنیا میں عطائی قسم کے لوگ علاج کر کے انسانوں پر مشقِ ستم نہیں کرتے؟ بلکہ کیا ماہر سے ماہر ڈاکٹر سے بھی غلطی نہیں ہوتی؟ لیکن کیا کبھی کوئی انسان جو عقل سے بالکل ہی معذور نہ ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ ان انفرادی غلطیوں کی سزا کے طور پر ڈاکٹروں کے طبقے کی کوئی بات قابلِ تسلیم نہیں ہونی چاہئے۔ کیا عدالتوں کے فیصلوں میں ججوں سے غلطیاں نہیں ہوتیں؟ یا ججوں کا کوئی فیصلہ مانا ہی نہ جائے؟ کیا مکانات، سڑکوں اور عمارتوں کی تعمیر میں انجینئر غلطی نہیں کرتے؟ لیکن کبھی کسی ذی ہوش نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ان غلطیوں کی بناء پر تعمیر کا ٹھیکہ انجینئروں کی بجائے گورکنوں کو دے دیا جائے؟ پھر یہ کہ اگر چند جزوی نوعیت کے فتووں میں بے احتیاطیاں یا غلطیاں ہوئی ہیں تو اس کا مطلب یہ کیسے نکل آیا کہ اب اسلام اور کفر کے فیصلے قرآن وسنت کے بجائے مرزائی تحریفات کی بنیاد پر کرنے چاہئیں۔

شاعرِ مشرق مصورِ پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے بالکل صحیح بات کہی تھی:-

> مسلمانوں کے بے شمار فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں، اگرچہ وہ ایک دُوسرے پر اِلحاد کے فتوے دیتے ہوں۔

(حرفِ اقبال ص: ۱۲۷ مطبوعہ المنار اکادمی لاہور ۱۹۴۷ء)

دو روایتیں

مرزائی صاحبان نے لاکھوں احادیث کے ذخیرے میں سے دو ضعیف و سقیم روایتیں نکال کر اور انہیں من مانا مفہوم پہنا کر ان سے اپنی خود ساختہ نبوّت کے لئے سہارا لینے کی کوشش کی ہے، اس لئے یہاں ان پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔

۱- قولوا خاتم النبیّین ولا تقولوا لا نبیّ بعدہ۔

پہلی مجہول الاسناد روایت ''دُرِّ منثور'' سے لی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:-

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) خاتم النبیین کہو، اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

پہلے تو اس بات پر غور فرمایئے کہ یہ روایت کہاں سے لائی گئی ہے، اگر آپ حدیث کی کسی معروف کتاب میں اسے تلاش کرنا چاہیں گے تو آپ کو مایوسی ہوگی، کیونکہ یہ روایت بخاری، مسلم تو کجا نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، دارمی، مسندِ احمد، غرض حدیث کی کسی دستیاب کتاب میں موجود نہیں! اسے لایا کہاں سے گیا ہے؟ علامہ سیوطیؒ کی ''دُرِّ منثور'' سے جس کے بارے میں ادنیٰ طالبِ علم بھی یہ جانتا ہے کہ اس میں ہر قسم کی رطب و یابس، ضعیف اور موضوع روایات بھی بغیر کسی چھان پھٹک کے صرف جمع کردی گئی ہیں، پھر حدیث میں سارا مدار اس کی سند پر ہوتا ہے اور روایت کی کوئی سند معلوم نہیں۔ اب یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں مدعیانِ نبوّت کا ''دَجل'' نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک طرف تو مرزائی صاحبان کی نگاہ میں قرآنِ کریم کی صاف اور صریح آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں متواتر اور صحیح احادیث ناقابلِ اِلتفات ہیں، اور دُوسری طرف یہ مجہول الاسناد روایت جس کا علمِ حدیث کی رُو سے کچھ بھی اعتبار نہیں، ایسی قطعی اور یقینی ہے کہ اسے ختمِ نبوت جیسے متواتر، قطعی اور اِجماعی عقیدے کو توڑنے کے لئے پیش کیا جا رہا ہے،

کیا کسی نبی کی نبوّت ایسی ہی روایات سے ثابت ہوا کرتی ہے؟ لیکن یہ بات اس شخص سے کہی جائے جو کسی علمی یا عقلی قاعدے اور ضابطے کا پابند ہو، اور جہاں عقل، علم اور اخلاق پر مبنی ہر بات کا جواب سوائے خودساختہ اِلہام کے اور کچھ نہ ہو، وہاں دلائل و براہین کا کتنا انبار لگادیجئے مرزا صاحب کے الفاظ میں اس کا جواب یہی ملے گا کہ ''خدا نے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں تحریفِ معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حَکَم ہوکر آیا ہے اس کا اِختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرے میں جس انبار کو چاہے خدا سے علم پاکر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پاکر رَدّ کردے۔'' (اربعین ۳ ص:۸ (حاشیہ)، مطبوعہ ۱۹۰۰ء، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۴۰۱)

پھر اس روایت میں جو بات بیان کی گئی ہے اس کا مرزائی اِعتقادات سے دُور دُور کوئی واسطہ نہیں، بلکہ یہ روایت تو نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے میں مرزائی نظریے کی صریح تردید کر رہی ہے، اس کا مقصد محض اتنا ہے کہ اگر صرف یہ جملہ بولا جائے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا'' تو ایک ناواقف آدمی اسے مسیح علیہ السلام کے نزولِ ثانی کے عقیدے کے خلاف سمجھ سکتا ہے، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام بھی تشریف نہیں لائیں گے، لہٰذا جو مقصد ''خاتم النبیین'' کہنے سے مکمل طور پر حاصل ہوسکتا ہے اس کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو ناواقفوں کے لئے کسی غلط فہمی کا سبب بن سکتے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لَا نبی بعدی'' فرمایا تو ساتھ ساتھ ایک دو مرتبہ نہیں سینکڑوں مرتبہ اس کی تشریح بھی فرمادی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا، ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنھیں پہلے ہی سے نبوّت حاصل ہے اور جو بہت پہلے پیدا ہوچکے ہیں، وہ دوبارہ نزول فرمائیں گے، اس کے برخلاف اگر کوئی دُوسرا شخص صرف اتنا جملہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو صرف اتنی بات سننے والا کوئی ناواقف انسان کسی غلط فہمی کا شکار ہوسکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب اس قول کی تشریح خود دُرِّ منثور ہی میں موجود ہے:-

عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ عِنْدَ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ۔ فَقَالَ الْمُغِیْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: حَسْبُكَ اِذَا قُلْتَ خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ فَاِنَّا کُنَّا نُحَدِّثُ اَنَّ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَام خَارِجٌ فَاِنْ هُوَ خَرَجَ فَقَدْ کَانَ قَبْلَهٗ وَبَعْدَهٗ۔ (دُرِّ منثور ج:۵ ص:۲۰۴)

ترجمہ:- حضرت شعبیؒ (جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے سامنے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرمائے، جو خاتم الانبیاء ہیں اور جن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ: ''خاتم الانبیاء'' کہہ دینا کافی تھا، کیونکہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے والے ہیں، جب وہ نازل ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آئیں گے۔

لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی یہ ہدایت، اگر بالفرض سنداً ثابت ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے مطابق ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ:-

حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ۔ (صحیح بخاری ج:۱ ص:۲۴)

ترجمہ:- لوگوں سے وہ باتیں بیان کرو جن کو وہ سمجھ سکیں۔

اور اس روایت سے مرزائی اعتقادات کو نہ صرف یہ کہ کوئی سہارا نہیں ملتا، بلکہ یہ صراحۃً ان کی تردید کرتی ہے، ورنہ جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعلق ہے، امام

احمد بن حنبلؒ کی مسند میں خود اُن کی یہ روایت موجود ہے:-

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: لَا يَبْقَىٰ بَعْدِیْ مِنَ النُّبُوَّةِ شَیْءٌ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ۔ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهٗ۔ (مسندِ امام احمد ج:۶ ص:۱۲۹، کنزالعمال)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد نبوّت کا کوئی جزء باقی نہیں رہے گا سوائے مبشرات کے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مبشرات کیا چیز ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے خواب جو کوئی مسلمان خود دیکھے یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔

کیا اس کے بعد بھی اس بات میں کوئی شک و شبہ رہ جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک نبوّت کی ہر قسم اور سوائے اچھے خوابوں کے اُس کا ہر جزء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا اور اَب کسی بھی شخص کو کسی بھی صورت میں یہ منصب عطا نہیں کیا جاسکتا۔

۲- دُوسری ضعیف روایت سنن ابن ماجہ سے نقل کی جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیمؓ کا اِنتقال ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا۔

اگر یہ زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے۔

اس حدیث کا حال بھی یہ ہے کہ حدیث کے ناقد ائمہ نے اسے ضعیف بلکہ باطل قرار دِیا ہے، اِمام نوویؒ جیسے بلند پایہ محدث فرماتے ہیں:-

هٰذَا الْحَدِيْثُ بَاطِلٌ۔ (موضوعاتِ کبیر ص:۵۸)

یہ حدیث باطل ہے۔

اس حدیث کے ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کے بارے میں اِمام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ثقہ نہیں ہے، اِمام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ "منکر الحدیث" ہے، اِمام نسائیؒ لکھتے ہیں کہ "متروک الحدیث" ہے، اِمام جوزجانیؒ کہتے ہیں کہ "اس کا اعتبار نہیں"، اِمام ابوحاتمؒ کا ارشاد ہے کہ یہ "ضعیف الحدیث" ہے۔

(ملاحظہ ہو تھذیب التھذیب ج:۱ ص:۱۴۴،۱۴۵)

البتہ اس روایت کے الفاظ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کے اثر کے طور پر اس طرح مروی ہیں:-

لَوْ قُضِيَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ لَعَاشَ ابْنُهٗ وَلٰكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔

ترجمہ:- اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت مقدّر ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے زندہ رہتے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

ان الفاظ نے ابنِ ماجہ کی ضعیف روایت کی حقیقت بھی واضح کردی ہے کہ اس کا اصل مقصد کیا ہے؟ اور وہ ختمِ نبوّت کے خلاف تو کیا ہوتی درحقیقت اس سے یہ عقیدہ اور زیادہ پختہ، مؤکد اور ناقابلِ تردید ہو جاتا ہے۔

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ صحیح بخاری قرآنِ کریم کے بعد تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے، لہٰذا اگر کوئی ضعیف روایت کہیں اور آئی ہو تو اس کی تشریح صحیح بخاری کے الفاظ سے بھی کی جائے گی اور ضعیف روایت صحیح بخاری کے الفاظ کے مطابق بنائی جائے گی، اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو ضعیف روایت کو چھوڑ کر صحیح بخاری کی روایت کو اِختیار کیا جائے گا۔ مرزا صاحب کا حال تو یہ ہے کہ وہ صحیح مسلم کی ایک حدیث کو محض اس بناپر ترک کردیتے ہیں کہ اِمام بخاریؒ نے اسے ذِکر نہیں کیا، چنانچہ "اِزالۂ اوہام" میں لکھتے ہیں:-

یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں اِمام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو

ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین اِمام محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے چھوڑ دیا ہے۔ (اِزالہ اوہام ج:۱ ص:۹۳ طبع پنجم، رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۲۰۹، ۲۱۰)

حالانکہ صحیح مسلم خود نہایت معتبر ہے اور اِمام بخاریؒ کا محض کسی روایت کو چھوڑ دینا اس کے ضعف کی دلیل نہیں، اس کے برخلاف ابنِ ماجہ کی یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح بخاری میں اس کی واضح تشریح موجود ہے، مگر مرزائی صاحبان ہیں کہ اسے بار بار اپنی دلیل کے طور پر پیش کئے جارہے ہیں، وجہ ظاہر ہے کہ کوئی صحیح دلیل ہو تو پیش کی جائے۔ اگر ایسی روایت میں صراحۃً عقیدۂ ختمِ نبوّت کی تردید کی گئی ہو تب بھی وہ ایک متواتر عقیدے کے معاملے میں قطعاً قابلِ اعتبار نہ ہوتی، اور یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ اگر اسے صحیح مان لیا جائے تب بھی اس میں محض ایک مفروضے کا بیان ہے، جس کے وجود میں آنے کا کوئی اِمکان نہیں۔ اگر حضرت ابراہیمؓ کی زندگی میں یہ بات کہی جاتی تب تو اس سے کسی درجے میں یہ بات نکل سکتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی زندگی ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جیسی بات ارشاد فرمائی تھی، وہاں چونکہ نبوّت کے جاری رہنے کا شبہ ہوسکتا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بالکل دُوسری تعبیر اِختیار فرمائی اور اس شبہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا اور اِرشاد فرمایا کہ:-

لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:- اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔

مطلب یہ ہے کہ میرے بعد چونکہ نبوّت کا دروازہ بند ہوچکا ہے، اس لئے حضرت عمرؓ نبی نہیں بن سکتے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر مدینہ طیبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرّر فرمایا تو ان سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

اَمَا تَرضیٰ اَنْ تَکُوْنَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِیْ۔ (رواہ البخاری ومسلم واللفظ لمسلم)

ترجمہ:- کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام (کہ کوہِ طور پر جاتے وقت حضرت موسیٰ انہیں نائب بنا کر گئے تھے) لیکن میرے بعد نبوّت نہیں۔

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ محض نائب بنا کر جانے میں دی تھی لیکن چونکہ اس سے ختم نبوّت کے خلاف غلط فہمی کا اندیشہ تھا اس لئے آپ نے فوراً "اِلَّا اَنَّهٗ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِیْ" (مگر میرے بعد کوئی نبوّت باقی نہیں) فرما کر اس اندیشے کا خاتمہ فرما دیا۔

البتہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات چونکہ ان کی وفات کے بعد کہی جا رہی تھی اور ان کے زندہ رہنے کا کوئی اِمکان ہی باقی نہیں رہا تھا، اس لئے الفاظ یہ استعمال کئے گئے کہ "اگر وہ زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے" لیکن چونکہ زندہ نہیں رہے اس لئے نبی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا یہ ایسا ہی ہے جیسے قرآنِ کریم میں ہے کہ "لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" (اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کچھ معبود ہوتے تو زمین و آسمان میں فساد مچ جاتا) ظاہر ہے کہ یہ محض ایک مفروضہ ہے اور اگر کوئی شخص اس سے یہ اِستدلال کرنے بیٹھ جائے کہ معاذ اللہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبودوں کا وجود ممکن ہے تو یہ زبردستی نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ تھی لاکھوں احادیثِ نبوی کے ذخیرے میں سے مرزائی "اِستدلال" کی کل کائنات جس کی بنیاد پر اِصرار کیا جاتا ہے کہ قرآنِ کریم کی بیسیوں آیات کو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں صریح اور متواتر اَحادیث کو اور اُمتِ مسلمہ کے قطعی اِجماع کو چھوڑ کر مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کرو، ورنہ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔

قرآنِ کریم کی ایک آیت

مسلمانوں کو متاثر کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ مرزا صاحب کی ''نبوت'' کے لئے قرآنِ کریم سے بھی کوئی تائید تلاش کی جاتی، تا کہ کم از کم کہنے کو یہ کہا جا سکے کہ قرآن سے بھی ''اِستدلال'' کیا گیا ہے، اس مقصد کے لئے قرآنِ کریم کی جو آیت مرزائی صاحبان کی طرف سے تلاش کر کے لائی گئی ہے وہ یہ ہے:-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (النساء:٦٩)

ترجمہ:- اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے اِنعام کیا ہے، یعنی نبیوں کے ساتھ اور صدیقوں کے ساتھ اور شہداء کے ساتھ اور صالحین کے ساتھ اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔

اس آیت کو بار بار پڑھ کر دیکھئے، کیا اس میں خوردبین لگا کر بھی کہیں یہ بات نظر آتی ہے کہ نبوّت کا سلسلہ جاری ہے؟ اور کوئی شخص اب بھی نبی بن سکتا ہے؟ لیکن جو مذہب ''دمشق'' سے ''قادیان'' مراد لے سکتا ہو، جسے قرآن میں بھی ''قادیان'' کا ذِکر دِکھائی دیتا ہو، اور جو ''خاتم النبیین'' کا ایسا مطلب نکال سکتا ہو جس سے تمام ''نبوتوں کا سرتاج'' نبوت کا دروازہ کھلا رہے، وہ اس آیت سے بھی نبوّت کے جاری رہنے پر اِستدلال کر لے، تو کون سی تعجب کی بات ہے۔

اس آیت میں صاف طور سے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والا آخرت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھی ہوگا، لیکن مرزائی صاحبان اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ خود نبی بن جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں لفظ

"مَعَ" (ساتھ) استعمال ہوا ہے، جو اس معنیٰ میں بھی لیا جا سکتا ہے کہ انسان انبیاء وغیرہ کے گروہ کے محض ساتھ ہی نہیں ہوگا، بلکہ ان میں شامل ہو جائے گا۔ لیکن جو شخص مذکورہ بالا آیت کے الفاظ سے بالکل ہی آنکھیں بند کر کے نہیں بیٹھ گیا وہ دیکھ سکتا ہے کہ اس آیت کے آخر میں یہ اِرشاد فرمایا گیا ہے:-

وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقًا۔

اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔

اس آخری جملے میں لفظ رفیق نے یہ بات واضح کردی کہ اگر بالفرض کہیں "مَعَ" کے معنیٰ کچھ اور ہو بھی سکتے ہیں تو یہاں سوائے ساتھی بننے کے کوئی اور مطلب نہیں، کیونکہ آگے اس کی تشریح کے لئے صراحۃً لفظ "رَفِيْقًا" آرہا ہے۔

پھر اگر (معاذ اللہ) مطلب یہی تھا کہ ہر شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کر کے نبی بن سکتا ہے تو کیا پوری اُمت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والا ایک مرزا غلام احمد ہی پیدا ہوا ہے، اور کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کی۔ حالانکہ قرآن (معاذ اللہ) یہ کہہ رہا ہے کہ جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ نبیوں کے زُمرے میں شامل ہو جائے گا۔ اگر اسی کا نام "اِستدلال" ہے تو نہ جانے قرآن کی معنوی تحریف کیا چیز ہوگی؟

***

بعض صوفیاء کے غلط حوالے

مرزائی صاحبان بعض صوفیاء کے ناتمام اور مبہم حوالے ڈھونڈ کر انہیں اپنی خودساختہ نبوّت کی تائید میں پیش کرتے ہیں، ان کے پیش کئے ہوئے ایسے غلط حوالوں کا مسلمانوں کی طرف سے اِنتہائی مدلل اور اِطمینان بخش جواب دیا جاچکا ہے اور بار بار دِیا جاچکا ہے، یہاں اس کو بالتفصیل دُہرانے کی ضرورت نہیں، البتہ چند اُصولی حقائق کی طرف اشارہ ضروری ہے۔

دِین میں اقوالِ سلف کی حقیقت

سب سے پہلے یہ بات قابلِ ذِکر ہے کہ دِین کا اصل سرچشمہ قرآنِ کریم، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اِجماعِ اُمت ہے، اور اِکا دُکا افراد کی ذاتی آراء اس مسئلے پر کبھی اثر انداز نہیں ہوسکتیں جو دِین کے ان بنیادی سرچشموں میں وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہو، خاص طور سے نبوّت و رِسالت جیسا بنیادی عقیدہ تو خبرِ واحد سے بھی ثابت نہیں ہوتا، چہ جائیکہ اسے کسی اِنفرادی تحریر سے ثابت کیا جائے۔ اس لئے اس مسئلے میں قرآن وحدیث کی متواتر تصریحات اور اِجماعِ اُمت کے خلاف اگر کچھ اِنفرادی تحریریں ثابت ہو بھی جائیں تو وہ قطعی طور پر خارج اَز بحث ہیں، اور انہیں بطورِ اِستدلال پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا جن صوفیاء کے مبہم جملوں سے مرزائی صاحبان سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی تشریح وتوجیہ سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ اگر بالفرض ان کی تحریروں کا مفہوم عقیدۂ ختمِ نبوت سے متضاد ثابت ہوجائے تو اس مستحکم اور مُسلّمہ عقیدے کو کوئی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے، بلکہ جس کسی نے اُن کے کلام کی صحیح تشریح پیش کی ہے اس کا اصل مقصد صرف

یہ ہے کہ ان پر ایک غلط اِلزام لگایا گیا ہے، جسے انصاف اور دیانت کی رُو سے رفع کرنا ضروری ہے۔ بالفاظِ دیگر ان حضرات کی تحریروں کو ختمِ نبوّت سے متصادم بناکر پیش کرنے سے عقیدۂ ختمِ نبوّت پر کوئی اِلزام عائد نہیں ہوتا بلکہ ان بزرگوں پر یہ اِلزام عائد ہوتا ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے کلام کی تشریح میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کا دِفاع نہیں بلکہ ان بزرگوں کا دِفاع ہے، لہٰذا وہ ہمارے موضوعِ بحث سے خارج ہے۔

مرزائی مذہب میں اقوالِ سلف کی حقیقت

دُوسری بات یہ ہے کہ مرزائی صاحبان کو تو اپنے مذہب کے مطابق کسی بھی درجے میں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان بزرگوں کے اقوال سے اِستدلال کریں، کیونکہ کتنے ہی معاملات ایسے ہیں جن میں انہوں نے اِجماعِ اُمت کو بھی دُرست قرار نہیں دیا، بلکہ اسے حجتِ شرعیہ ماننے سے ہی انکار کیا ہے۔ چنانچہ عقیدۂ نزولِ مسیحؑ کی تردید کرتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:-

جبکہ پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے اِمکانِ غلطی ہے تو پھر اُمت کا کورانہ اِتفاق یا اِجماع کیا چیز ہے؟

(اِزالہ اوہام ج:۱ ص:۱۷۱ طبع دوم ۱۹۰۲ء، رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۱۷۲)

اور آگے لکھتے ہیں:-

میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارے میں عام خیال مسلمانوں کا، گو ان میں اولیاء بھی داخل ہوں، اِجماع کے نام سے معصوم نہیں ہوسکتا۔ (حوالہ بالا ج:۱ ص:۲۰۷، رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۱۷۲)

اور جب اِجماع کا یہ حال ہے تو سلف کے اِنفرادی اقوال کی حیثیت تو خودبخود واضح ہوجاتی ہے، چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

اور اَقوالِ سلف وخلف درحقیقت کوئی مستقل حجت نہیں، اور ان کے

اِختلاف کی حالت میں وہ گروہ حق پر ہوگا جن کی رائے قرآنِ کریم کے مطابق ہے۔ (اِزالہ اوہام حصہ دوم ص:۲۶۹ طبع دوم ۱۹۰۲ء، رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۳۸۹)

نیز مرزا لکھتے ہیں:-

ومن تفوّہ بکلمۃ لیس لہ اصل صحیح فی الشرع ملہمًا کان أو مجتھدًا فبہ الشیاطین متلاعبۃ۔

یعنی ''اگر کوئی شخص کوئی ایسی بات زبان سے نکال دے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو وہ صاحبِ اِلہام ہو یا مجتہد ہو تو درحقیقت وہ شیاطین کا کھلونا ہے۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام ص:۲۱ طبع چناب نگر (ربوہ) مصنفہ ۱۸۹۳ء، رُوحانی خزائن ج:۵ ص:۲۱)

لہٰذا مرزائی صاحبان کے لئے قرآنِ کریم کی صریح آیات اور متواتر اَحادیث کو چھوڑ کر چند صوفیاء کے اقوال سے اِستدلال کیسے دُرست ہوسکتا ہے؟

صوفیائے کرام کا اُسلوب

تیسری اُصولی بات یہ ہے کہ دُنیا کے مُسلّمہ اُصول کے مطابق ہر علم وفن کا موضوع، اس کی غرض وغایت، اس کی اِصطلاحات اور اس کے ماہرین جدا ہوتے ہیں، اور اسی اِعتبار سے ہر ہر علم وفن کا اُسلوبِ بیان بھی الگ ہوتا ہے۔ جو شخص کسی علم وفن کا ماہر اور تجربہ کار نہ ہو، بسا اوقات اس فن کی کتابیں پڑھ کر شدید غلط فہمیوں کا شکار ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی عام آدمی میڈیکل سائنس کی کتابیں پڑھ کر اس سے اپنا علاج شروع کردے تو یہ اس کی ہلاکت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ یہی معاملہ اسلامی علوم کا ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد اور تصوّف میں سے ہر ایک علم کا وظیفہ، اس کی اِصطلاحات اور اس کا اُسلوب بالکل الگ ہے، اور ان میں سب سے زیادہ دقیق اور پیچیدہ تعبیرات ان کتابوں میں ملتی ہیں جو تصوّف

اور اس کے فلسفے پر لکھی گئی ہیں، کیونکہ ان کتابوں کا تعلق نظریات اور ظاہری اعمال کے بجائے ان باطنی تجربات اور ان واردات و کیفیات سے ہے جو صوفیائے کرام پر اپنے اَشغال کے دوران طاری ہوتی ہیں، اور معروف الفاظ و کلمات کے ذریعے ان کا بیان دُشوار ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں تک دِین کے بنیادی مسائل، عقائد اور عملی اَحکام کا تعلق ہے وہ نہ علمِ تصوّف کا موضوع ہیں اور نہ علمائے اُمت نے تصوّف کی کتابوں کو ان معاملات میں کوئی مأخذ یا حجت قرار دِیا ہے۔ اس کے بجائے عقائد کی بحثیں علمِ کلام میں اور عملی اَحکام وقوانین کے مسائل علمِ فقہ میں بیان ہوتے ہیں اور انہی علوم کی کتابیں اس معاملے میں معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ خود صوفیائے کرام ان معاملات میں انہی علوم کی کتابوں کی طرف رُجوع کرتے ہیں، اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص تصوّف کے ان باطنی اور نفسیاتی تجربات سے نہ گزرا ہو، اس کے لئے ان کتابوں کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔ بسا اوقات ان کتابوں میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جن کا بظاہر کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض اوقات جو مفہوم بادی النظر معلوم ہوتا ہے وہ بالکل عقل کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن لکھنے والے کی مراد کچھ اور ہوتی ہے، اس قسم کی عبارتوں کو ''شطحیات'' کہا جاتا ہے، اس لئے کسی بنیادی عقیدے کے مسئلے میں تصوّف کی کتابوں سے اِستدلال ایک ایسی اُصولی غلطی ہے جس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

اس اُصول کو خود اکابر صوفیاء نے بھی تسلیم کیا ہے، حضرت مجدّد الف ثانیؒ تصوّف کے بھی اِمام ہیں، لیکن وہ تحریر فرماتے ہیں:-

> پس مقرر شد کہ معتبر در اثباتِ اَحکامِ شرعیہ کتاب وسنت است وقیاس مجتہدان و اِجماعِ اُمت نیز مثبتِ اَحکام است، بعد از یں چہار ادلۂ شرعیہ، ہیچ دلیلے مثبتِ اَحکامِ شرعیہ نمی تواند شد۔ اِلہام مثبتِ حل وحرمت نہ بود وکشف از باطن اثباتِ فرض وسنت نہ نماید۔
>
> (مکتوب ۵۵ مکتوبات حصہ ہفتم دفتر دوم ص:۱۵)

ترجمہ:- پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ اَحکامِ شرعیہ کے اِثبات میں کتاب وسنت کا اعتبار ہے، مجتہدین کے قیاس اور اُمت کے اِجماع سے بھی اَحکام ثابت ہوتے ہیں، ان چار دلائلِ شرعیہ کے بعد کسی بھی دلیل سے اَحکام ثابت نہیں ہوسکتے، اِلہام سے حلت وحرمت ثابت نہیں ہوتی، باطنی کشف سے فرض وسنت ثابت نہیں ہوتے۔

ایک اور جگہ صوفیاء کی ''شطحیات'' سے کلامی مسائل مستنبط کرنے کا ذِکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

قائل آں سخناں شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی، کلام محمد عربی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام درکار است، نہ کلام محی الدین ابنِ عربی وصدر الدین قونیوی وعبدالرزاق کاشی۔ ما را بہ نص کار است نہ بفص، فتوحاتِ مدنیہ از فتوحاتِ مکیہ مستغنی ساختہ است۔

(مکتوبات حصہ اوّل، دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۱۰)

ترجمہ:- یہ باتیں خواہ شیخ کبیر یمنی نے کہی ہوں، یا شیخ اکبر شامی نے، ہمیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام چاہئے، نہ محی الدین ابنِ عربیؒ، صدر الدین قونیویؒ اور عبدالرزاق کاشیؒ کا کلام، ہمیں ''نص'' (یعنی قرآن وحدیث) سے غرض ہے نہ کہ فص سے (یہ ابنِ عربیؒ کی فصوص الحکم کی طرف اشارہ ہے) فتوحاتِ مدنیہ نے ہمیں فتوحاتِ مکیہ سے مستغنی کردیا ہے۔

ان تین بنیادی باتوں کے بعد عقائد کے اس بنیادی مسئلے میں جو قرآن وحدیث اور اِجماعِ اُمت کی رُو سے کفر و اِسلام کا مسئلہ ہے، صوفیائے کرام کی کتابوں سے اِستدلال قطعی طور پر خارج از بحث ہے، اور اگر بالفرض بعض صوفیاء سے اس قسم کی ''شطحیات'' ثابت بھی ہوں تو ان سے عقیدۂ ختمِ نبوّت کی قطعیت اور اِستحکام میں ذرّہ برابر کمی نہیں آتی۔

البتہ یہ دُرست ہے کہ جن صوفیائے کرامؒ پر یہ اِلزام لگایا گیا ہے کہ وہ غیر تشریعی نبوّت کے باقی رہنے کے قائل ہیں، اُن پر یہ ایک ایسا اِتہام ہے جو محض ان کی اِصطلاحات اور اُسلوبِ بیان سے ناواقفیت کی بنا پر عائد کیا گیا ہے، یہاں ہم ان کے کلام کی صحیح تشریح کریں تو اس کے لئے طویل مضمون درکار ہوگا، اور چونکہ ہماری مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں یہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کا نہیں، بلکہ ان بزرگوں کا دِفاع ہے، اس لئے یہ ہمارے موضوع سے خارج بھی ہے۔ لیکن یہاں ان حضرات کی بعض صریح عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ وہ پوری اُمت کی طرح ختمِ نبوّت کے عقیدے پر مستحکم ایمان رکھتے ہیں۔

مجدّد الف ثانیؒ کی عبارت میں مرزا کی صریح تحریف

اس سلسلے میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد صاحب کی یہ ڈھٹائی اور دیدہ دلیری ملاحظہ فرمایئے کہ انہوں نے اپنی نبوّت ثابت کرنے کے لئے مجدّد الف ثانیؒ کی ایک عبارت نقل کی ہے اور اس میں ایک لفظ خود اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے، لکھتے ہیں:-

> بات یہ ہے کہ جیسا مجدّد صاحب سرہندیؒ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس اُمت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبۂ اِلٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے، لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت اُمورِ غیبی اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔
>
> (حقیقۃ الوحی ص:۳۹۰ مطبوعہ ۱۹۰۷ء، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۴۰۶)

حالانکہ حضرت مجدّد صاحبؒ کی جس عبارت کا حوالہ مرزا صاحب نے دیا ہے وہ یہ ہے:-

> واذا کثر ھٰذا القسم من الکلام مع واحدٍ منھم یسمّٰی محدَّثًا۔
>
> (مکتوبات جلد دوم ص:۹۹)

ترجمہ:- اور جب اللہ کی طرف سے اس قسم کا کلام کسی کے ساتھ بکثرت ہونے لگے تو اُسے محدَّث کہا جاتا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت مجدّد صاحبؒ کی عبارت میں ''محدّث'' کے لفظ کو مرزا صاحب نے کس طرح ''نبی'' کے لفظ سے بدل دیا، محمد علی لاہوری صاحب اس کا اِعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

> جب ہم مجدّد صاحب سرہندیؒ کے مکتوبات کو دیکھتے ہیں تو وہاں یہ نہیں پاتے کہ کثرتِ مکالمہ ومخاطبہ پانے والا نبی کہلاتا ہے، بلکہ وہاں لفظ محدَّث ہے۔ (النبوۃ فی الاسلام ص:۲۴۸ لاہور طبع دوم)

پھر آگے اس صریح خیانت کی تأویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ درحقیقت مرزا صاحب نے یہاں لفظ ''نبی'' کو ''محدّث'' ہی کے معنی میں استعمال کیا ہے اور:-

> اگر اس توجیہ کو قبول نہ کیا جائے تو حضرت مسیحِ موعود پر یہ اِلزام عائد ہوگا کہ آپ نے نعوذ باللہ اپنی مطلب براری کے لئے مجدّد صاحب کی عبارت میں تحریف کی ہے۔
>
> (النبوۃ فی الاسلام از محمد علی لاہوری ص:۲۴۸)

حالانکہ مرزا صاحب خود لفظِ ''نبی'' کو اپنے کلام میں ''محدّث'' کے معنی میں استعمال کرتے تو ایک بات بھی تھی، حضرت مجدّد صاحبؒ کی طرف زبردستی لفظ ''نبی'' منسوب کرکے اُسے ''محدّث'' کے معنی میں قرار دینا کون سی شریعت، کون سے دِین اور کون سی عقل کی رُو سے جائز ہے؟ حیرت ہے ان لوگوں کی عقلوں پر جو مرزا صاحب کے کلام میں ایسی ایسی صریح خیانتیں دیکھتے ہیں، اور پھر بھی انہیں نبی، مسیحِ موعود اور مجدّد قرار دینے پر مصر ہیں۔

مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

دُوسرے بزرگ جن کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ وہ ختمِ نبوّت کے

خلاف نبوت کی کسی قسم کو جائز سمجھتے ہیں، مُلّا علی قاریؒ ہیں، لیکن ان کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیے:-

التحدی فرع دعوی النبوة ودعوی النبوة بعد نبینا صلی الله علیه وسلم کفر بالإجماع۔ (ملحقات شرح فقہ اکبر ص:۲۰۱)

ترجمہ:- اس قسم کا چیلنج دعویٰ نبوّت کی ایک شاخ ہے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرنا بہ اِجماع کفر ہے۔

یہ عبارت مُلّا علی قاریؒ نے اس شخص کے بارے میں لکھی ہے جو محض معجزے میں دُوسرے کے مقابلے پر غلبہ پانے کا دعویٰ کر رہا ہو، اس سے ظاہر ہے کہ یہاں گفتگو محض غیر تشریعی نبوّت میں ہے، اور اس کا دعویٰ بھی مُلّا علی قاریؒ نے کفر قرار دِیا ہے۔

شیخ ابنِ عربیؒ اور شیخ شعرانیؒ

شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ کی طرف خاص طور پر یہ بات زور و شور سے منسوب کی جاتی ہے کہ وہ غیر تشریعی نبوّت کے قائل ہیں، مگر ان کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:-

فما بقی لِلْأولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوة إلّا التعریفات وانسدّت أبواب الأوامر الإلٰھیة والنّھی فمن ادّعاھا بعد محمّد صلی الله علیه وسلم فھو مدع شریعة اوحی بھا إلیه سواء وافق بھا شرعنا أو خالف۔ (فتوحاتِ مکیہ ج:۳ ص:۵۱)

ترجمہ:- پس نبوّت کے ختم ہوجانے کے بعد اولیاء اللہ کے لئے صرف معارف باقی رہ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی امر (کسی چیز کے حکم) یا نہی (کسی چیز سے منع کرنا) کے دروازے بند ہوچکے۔ اب ہر وہ شخص جو اس کا دعویٰ کرے وہ درحقیقت شریعت کا مدعی ہے خواہ اس کا اِلہام ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔

اس عبارت نے واضح کردیا کہ:-

۱- شیخ اکبرؒ کے نزدیک مدعیٔ شریعت صرف وہ نہیں ہے جو شریعتِ محمدیہ کے بعد نئے اَحکام لائے بلکہ وہ مدعیٔ نبوّت بھی ان کے نزدیک مدعیٔ شریعت ہے جس کی وحی بالکل شریعتِ محمدیہ کے موافق ہی ہو۔

۲- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس طرح نئی شریعت کا دعویٰ ختمِ نبوت کا اِنکار ہے، شریعتِ محمدیہ کے موافق وحی کا دعویٰ بھی ختمِ نبوّت کا اِنکار ہے۔

۳- شیخ اکبرؒ کے نزدیک تشریعی نبوّت سے مراد وہ نبوّت ہے جسے شریعت نبوّت کہے، خواہ وہ نبوّت شریعتِ جدیدہ کی مدعی ہو اور خواہ شریعتِ محمدیہ کی موافقت کا دعویٰ کرے، پس غیر تشریعی نبوّت سے مراد وہ کمالاتِ نبوّت اور کمالاتِ ولایت ہوں گے جن پر شریعت نبوّت کا اِطلاق نہیں کرتی اور وہ نبوّت نہیں کہلاتے۔

عارف باللہ اِمام شعرانیؒ نے ''الیواقیت والجواہر'' میں شیخ اکبرؒ کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرتے ہوئے اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں:-

فإن كان مكلّفًا ضربنا عنقه وإلّا ضربنا عنه صفحا۔

(الیواقیت والجواہر ج:۲ ص:۳۸۰)

ترجمہ:- اگر وہ شخص مکلّف یعنی عاقل بالغ ہو تو ہم پر اس کا قتل واجب ہے، ورنہ اس سے اِعراض کیا جائے گا۔

***

حصہ پنجم

مرزائیت کی اِسلام دُشمنی
ایک نظر میں

- .... اِستعماری اور سامراجی کردار
- .... جہاد کی تنسیخ
- .... عالمِ اسلام سے غداری
- .... اکھنڈ بھارت
- .... سیاسی عزائم، منصوبے اور سرگرمیاں

ہم نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ:-

جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے اَحکام کے خلاف غداری تھیں، نیز یہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا، اور اس کا واحد مشن مسلمانوں کے اِتحاد کو تباہ کرنا اور اِسلام کو جھٹلانا تھا۔ نیز ان کے پیروکار، چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اِسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

آئندہ صفحات میں اس کی تشریح
پیش کی جارہی ہے ——————

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سیاسی پس منظر

۳۰ رجون کو قومی اسمبلی میں پیش کی گئی ہماری قرارداد میں مرزا غلام احمد کے جہاد کو ختم کرنے کی کوششوں کا بھی ذِکر ہے، اور یہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اِتحاد کو تباہ کرنا تھا، اور یہ کہ مرزائی خواہ انہیں کوئی بھی نام دِیا جائے، اسلام کے فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

ہم ان حسبِ ذیل چار باتوں کا جائزہ مرزائی تحریرات اور ان کی سرگرمیوں اور عزائم کی روشنی میں لیتے ہیں:-

الف:- مرزائیت سامراجی اور اِستعماری مقاصد اور اِرادوں کی پیداوار ہے۔

ب:- ان مقاصد کے حصول کے لئے جہاد کو نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالمِ اسلام میں قطعی حرام، ناجائز اور منسوخ کرانا۔

ج:- ملتِ مسلمہ کے شیرازۂ اِتحاد اور وحدتِ ملت کو منتشر اور تباہ کرنا۔

د:- پورے عالمِ اسلام اور پاکستان میں تخریبی اور جاسوسی سرگرمیاں۔

یورپی اِستعمار اور مرزائیت

پہلی بات کہ مرزا صاحب اور اس کے پیروکار یورپی اِستعمار کے آلہ کار رہیں، ایسی

کھلی حقیقت ہے جس کا نہ صرف مرزا قادیانی کو اِعتراف ہے بلکہ وہ فخر و مباہات کے ساتھ ببانگِ دہل ان باتوں کا اپنی ہر تحریر اور تصنیف میں اعلان کرتے پھرتے ہیں۔ وہ بلا جھجک اپنے کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا اور خاندانی وفادار اور سلطنتِ انگلشیہ کو آقائے ولی نعمت اور رحمتِ خداوندی اور انگریزوں کی اطاعت کو مقدس دِینی فریضہ قرار دیتے ہیں۔ ادھر انگریزی حکام اور سامراج بھی دِل کھول کر ان کی وفاشعاریوں کو سراہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یورپ اور برطانیہ مرزا کو اپنے اِستعماری اور اِسلام دُشمن مقاصد کے لئے کن طریقوں سے اِستعمال کرتے رہے۔

اٹھارھویں صدی کا نصفِ آخر اور یورپی استعمار

اٹھارھویں صدی عیسوی کے نصفِ آخر ہی میں یورپی سامراج دُنیا کے بیشتر حصوں پر اپنے نوآبادیاتی عزائم کے ساتھ حملہ آور ہوا، ان سامراجی طاقتوں میں برطانیہ پیش پیش تھا، اطالوی، فرانسیسی اور پرتگالی براعظم افریقہ کو اطالوی سومالی لینڈ، فرانسیسی سومالی لینڈ، پرتگالی مشرقی افریقہ، جرمنی مشرقی افریقہ اور برطانوی مشرقی افریقہ میں منقسم کرنے کے بعد مشرقِ وسطیٰ کے بعض علاقوں میں سامراجی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ اٹلی نے اریٹیریا، فرانس نے جزیرہ مڈگاسکر اور برطانیہ نے رہوڈیشیا اور یوگنڈا کو نوآبادیوں میں تقسیم کر دیا۔ نام نہاد خودمختار علاقوں میں یونین آف ساؤتھ افریقہ کے علاوہ مصر، حبشہ اور لائیٹریا کا شمار ہوتا تھا۔ یورپی سامراج نے اس زمانے میں ہندوستان، برما اور لنکا کو زیرِ نگین لانے کے لئے کشمکش کا آغاز کر دیا تھا اور بحرِ ہند کو اپنی اِستعماری سرگرمیوں کی آماجگاہ بنالیا۔ مشرقی ساحل پر ملائی ریاستوں میں سنگاپور ایک اہم بحری اڈّہ تھا، جس کو بنیاد بنا کر بحرِ ہند، بحرالکاہل، ڈچ ایسٹ انڈیز اور جنوبی آسٹریلیشیا کو جدا جدا کیا جاسکتا تھا، استعماری طاقتوں کو اپنے مذموم اِرادوں کی تکمیل میں اس وقت زیادہ آسانی ہوگئی جب ۱۷۶۹ء میں نہرِ سویز کی تعمیر کا مرحلہ اختتام پذیر ہوا، اس کی وجہ سے راسِ اُمید کا لمبا چکر لگانے کی بجائے بحیرۂ قلزم

اور بحیرۂ احمر کا آسان راستہ اختیار کیا جانے لگا، ۱۸۷۸ء تک برطانیہ جبرالٹر اور مالٹا کو زیرِ اثر لاکر قبرص پر تسلط جما چکا تھا، عدن ۱۸۳۹ء میں محکوم بنایا جاچکا تھا، اب پورے جنوب مغربی ایشیا پر قبضہ کرنا باقی تھا۔

انگریز اور برِصغیر

انگریز نے جب برِصغیر اور عالمِ اسلام میں اپنا پنجۂ استبداد جمانا شروع کیا تو اس کی راہ میں دو باتیں رُکاوٹ بننے لگیں۔ ایک تو مسلمانوں کی نظریاتی وحدت، دینی معتقدات سے غیر متزلزل وابستگی اور مسلمانوں کا وہ تصوّرِ اُخوّت جس نے مغرب و مشرق کو جسدِ واحد بنا کے رکھ دیا تھا۔ دُوسری بات مسلمانوں کا لافانی جذبۂ جہاد جو بالخصوص عیسائی یورپ کے لئے صلیبی جنگوں کے بعد وبالِ جان بنا ہوا تھا۔ اور آج ان کے سامراجی منصوبوں کے لئے قدم قدم پر سدِ راہ ثابت ہو رہا تھا۔ اور یہی جذبۂ جہاد تھا جو مسلمانوں کی ملّی بقاء اور سلامتی کے لئے گویا حصار اور قلعے کا کام دے رہا تھا۔ انگریزی سامراج ان چیزوں سے بے خبر نہ تھی، اس لئے اپنی معروف ابلیسی سیاست ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' (Divide and Rule) سے عالمِ اسلام کی جغرافیائی اور نظریاتی وحدت کو ٹکڑے کرنا چاہا۔ دُوسری طرف عالمِ اسلام بالخصوص برِصغیر میں نہایت عیاری سے مناظروں اور مُباحثوں کا بازار گرم کر کے مسلمانوں میں فکری اِنتشار اور تذبذب پیدا کرنا چاہا۔ اور اس کے ساتھ ہی انگریزوں پر سلطان ٹیپو شہیدؒ، سیّد احمد شاہ شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے بعد جماعتِ مجاہدین کی مجاہدانہ سرگرمیاں اور علمائے حق کا ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر جہاد کا فتویٰ دینا اور بالآخر ۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادی میں نہ صرف ہندوستان بلکہ باہر عالمِ اسلام میں مغربی اِستعمار کے خلاف مجاہدانہ تحریکات سے یہ حقیقت اور بھی عیاں ہو کر سامنے آگئی کہ جب تک مسلمانوں کے اندر جذبۂ جہاد قائم ہے، سامراج کبھی بھی اور کہیں بھی اپنا قدم مضبوطی سے نہیں جما سکے گا۔ مسلمانوں کی یہ چیز نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دُنیا میں

یورپ کے لئے وبالِ جان بنی ہوئی تھی۔

مرزا صاحب کے نشو ونما کا دور اور عالمِ اسلام کی حالت

انیسویں صدی کا نصفِ آخر جو مرزا صاحب کے نشو ونما کا دور ہے، اکثر ممالکِ اسلامیہ جہادِ اسلامی اور جذبۂ آزادی کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ برِ صغیر کے حالات تو مختصراً معلوم ہو چکے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہی زمانہ ہے جب برِ صغیر کے باہر پڑوسی ملک افغانستان میں ۱۸۷۸-۷۹ء میں برطانوی افواج کو افغانوں کے جذبۂ جہاد و سرفروشی سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو بالآخر انگریزوں کی شکست اور پسپائی پر ختم ہو جاتا ہے۔

ترکی میں ۱۸۷۶ء سے لے کر ۱۸۷۸ء تک انگریزوں کی خفیہ سازشوں اور درپردہ معاہدوں کو دیکھ کر جذبۂ جہاد بھڑکتا ہے، طرابلس الغرب میں شیخ سنوسی، الجزائر میں امیر القادر (۱۸۸۰ء) اور رُوس کے علاقے داغستان میں شیخ محمد شامل (۱۸۷۰ء) بڑی پامردی اور جانفشانی سے فرانسیسی اور رُوسی اِستعمار کو للکارتے ہیں۔ ۱۸۸۱ء میں مصر میں مصری مسلمان سربکف ہو کر انگریزوں کی مزاحمت کرتے ہیں۔

سوڈان میں انگریز قوم قدم جمانا چاہتی ہے تو ۱۸۸۱ء میں مہدی سوڈانی اور ان کے درویش جہاد کا پھریرا بلند کر کے بالآخر انگریز جنرل گارڈن اور اس کی فوج کا خاتمہ کرتے ہیں۔

اسی زمانے میں خلیجِ عرب، بحرین، عدن وغیرہ میں برطانوی فوجیں مسلمانوں کے جہاد اور اِستخلاصِ وطن کے لئے جاں فروشی اور جاں نثاری کے جذبے سے دوچار تھیں۔

مسلمانوں کی ان کامیابیوں کے اسباب کا ذِکر کرتے ہوئے ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ "مسلمانوں میں دِینی سرگرمی بھی کام کرتی تھی، کہتے تھے کہ فتح پائی تو غازی مرد کہلائے، حکومت حاصل کی، مر گئے تو شہید ہو گئے، اس لئے مرنا یا مار ڈالنا بہتر ہے اور پیٹھ دِکھانا بے کار۔" (تاریخ برطانوی ہند ص:۳۰۲ مطبوعہ ۱۹۳۵ء)

ایک حواری نبی کی ضرورت

ایک برطانوی دستاویز ''دی ارائیول آف برٹش ایمپائر اِن انڈیا'' میں ہے، اور بیرونی تمام شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ: ''۱۸۶۹ء میں انگلینڈ سے برطانوی مدبروں اور مسیحی رہنماؤں کا ایک وفد اس بات کا جائزہ لینے برِ صغیر آیا کہ مسلمانوں کو رام کرنے کی ترکیب اور برطانوی سلطنت سے وفاداری کے راستے نکالنے پر غور کیا جائے۔ اس وفد نے ۱۸۷۰ء میں دو رپورٹیں پیش کیں، جن میں کہا گیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے رُوحانی رہنماؤں کی اندھا دُھند پیروکار ہے، اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اپاسٹالک پرافٹ (Apostolic Prophet) (حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے تو بہت سے لوگ اس کے گرد اِکٹھے ہو جائیں گے، لیکن مسلمانوں میں ایسے کسی شخص کو ترغیب دینا مشکل نظر آتا ہے۔ یہ مسئلہ حل ہو جائے تو پھر ایسے شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں بطریقِ احسن پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ اب کہ ہم پورے ہندوستان پر قابض ہیں تو ہمیں ہندوستانی عوام اور مسلمان جمہور کی داخلی بے چینی اور باہمی اِنتشار کو ہوا دینے کے لئے اس قسم کے عمل کی ضرورت ہے۔''

(The Arrival of British Empire in India، بحوالہ عجمی اسرائیل ص:۱۹)

سامراجی ضرورتیں..... مرزا صاحب اور اُن کا خاندان

یہ ماحول تھا۔ اور سامراجی ضرورتیں جس کی تکمیل مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوّت اور تنسیخِ جہاد کے اعلان نے کی اور بقول علامہ اقبال یہ حالات تھے کہ ''قادیانی تحریک فرنگی انتداب کے حق میں اِلہامی سند بن کر سامنے آئی۔'' (حرفِ اقبال ص:۱۴۵)

انگریز کو مرزا غلام احمد سے بڑھ کر کوئی اور موزوں شخص ان کے مقاصد کے لئے مل بھی نہیں سکتا تھا، اس لئے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کی حمایت اور مسلم دُشمنی اس کو خاندانی ورثے میں ملی تھی۔

مرزا کا والد غلام مرتضٰی اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں داخل ہوا، اور سکھوں کے لئے قابلِ قدر خدمات انجام دیں، پہلے سکھوں سے مل کر مسلمانوں سے لڑا، جس کے صلے میں رنجیت سنگھ نے ان کو کچھ جائیداد واگزار کردی۔

مرزا صاحب کی سیرت میں ہے کہ ۱۸۴۲ء میں ان کا والد ایک پیادہ فوج کا کمیدان بنا کر پشاور روانہ کیا گیا اور ہزارہ کے مفسدے (یعنی سیّد احمد شہیدؒ اور مجاہدین کے جہاد) میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے (آگے ہے) کہ یہ تو تھا سرکار کا نمک حلال ۱۸۴۸ء کی بغاوت میں ان کے ساتھ اس کے بھائی غلام محی الدین (مرزا غلام احمد کے چچا) نے بھی اچھی خدمات انجام دیں، ان لوگوں نے سکھوں کے باغیوں سے مقابلہ کیا، ان کو شکستِ فاش دی۔ (سیرتِ مسیح موعود ص: ۳، ۴ مرتبہ مرزا بشیرالدین محمود مطبوعہ اللہ بخش سٹیم پریس قادیان، انوارالعلوم ج: ۳ ص: ۳۳۳)

۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادی میں مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضٰی نے انگریز کا حقِ نمک یوں ادا کیا کہ خود مرزا غلام احمد کو اعتراف ہے کہ:-

میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے، میرا والد غلام مرتضٰی گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربارِ گورنری میں کرسی ملی تھی، اور جن کا ذکر مسٹر گریفن کی تاریخ رئیسانِ پنجاب میں ہے۔" اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکارِ انگریزی کو امداد دی تھی۔" یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانۂ غدر کے وقت سرکارِ انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ (اشتہار واجب الاظہار منسلک کتاب البریہ ص: ۱۳ از مرزا غلام احمد، رُوحانی خزائن ج: ۱۳ ص: ۴)

اس کے بعد مرزا غلام احمد کے والد اور بھائی غلام قادر کو انگریزی حکام نے اپنی خوشنودی کے اظہار اور ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر جو خطوط لکھے، ان خطوط کا

تذکرہ بھی محولہ بالا کتاب میں مرزا غلام احمد نے کیا ہے کہ مسٹر ولسن نے ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کو لکھا ہے کہ:-

میں خوب جانتا ہوں بلاشبہ آپ اور آپ کا خاندان سرکارِ انگریزی کا جاں نثار، وفادار اور ثابت قدم خدمت گار رہا ہے۔

(خط ۱۱رجون ۱۸۴۹ء لاہور مراسلہ ص:۳۵۳ حوالۂ بالا ص:۴)

مسٹر رابرٹ کسٹ کمشنر لاہور بنام مرزا غلام مرتضیٰ اپنے خطوط مؤرخہ ۲۰رستمبر ۱۸۸۵ء میں ۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادی میں انگریز کے لئے ان کی خدمات کے اِعتراف اور اس کے بدلے خلعت اور خوشنودی سے نوازنے کی اطلاع دیتے ہیں۔

یہ خاندانی اطاعت جس شخص کی گھٹی میں شامل تھی اس نے اپنی وفاشعاریوں کا یوں اِعتراف کیا ہے، ''ستارۂ قیصر'' میں مرزا صاحب لکھتا ہے:-

مجھ سے سرکارِ انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور اِشتہارات چھپوا کر اس ملک میں اور نیز دُوسرے بلادِ اِسلام میں ایسے مضمون شائع کئے کہ گورنمنٹِ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دِل سے اس دولت کا شکر گزار اور دُعا گو رہے، اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اُردو، فارسی، عربی میں تالیف کرکے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں اور یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکے اور مدینے میں بھی بخوشی شائع کردیں۔ اور رُوم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ اور بلادِ شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا اشاعت کردی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلیظ خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم مُلّاؤں کی

تعلیم سے ان کے دِلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش اِنڈیا کے تمام مسلمانوں میں اس کی نظیر کوئی مسلمان دِکھا نہیں سکا۔ (ستارۂ قیصر ص:۳، ۴ مرزا غلام احمد قادیانی، رُوحانی خزائن ج:۱۵ ص:۱۱۴)

یہی نہیں بلکہ پورے برٹش اِنڈیا میں اتنی "بے نظیر" خدمت کرنے والے شخص نے بقولِ خود انگریزی اطاعت کے بارے میں اتنا کچھ لکھا کہ پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ (تریاق القلوب ص:۱۵ مطبوعہ ۱۹۰۴ء، رُوحانی خزائن ج:۱۵ ص:۱۵۵)

مرزا صاحب سرکارِ برطانیہ کے متعلق لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو ایک چٹھی میں اپنے خاندان کو پچاس برس سے وفادار، جاں نثار اور اپنے آپ کو انگریز کا خود کاشتہ پودا لکھتا ہے اور اپنی ان وفاداریوں اور اِخلاص کا واسطہ دے کر اپنے اور اپنی جماعت کے لئے خاص نظرِ عنایت کی اِلتجا کرتا ہے۔ (تبلیغِ رِسالت ج:۷ ص:۱۹۰، مجموعہ اشتہارات ج:۳ ص:۲۱)

***

حصہ ششم

ہو اگر قوت فرعون کی درپردہ مرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللّٰہی
(اقبال: ضربِ کلیم)

اِسلام کے ایک قطعی عقیدہ "جہاد" کی تنسیخ

انگریز کی ان وفاشعاریوں کا نتیجہ تھا کہ مرزا قادیانی نے کھلم کھلا جہاد کے منسوخ ہونے کا اِعلان کردیا۔ جہاد اِسلام کا ایک مقدس دِینی فریضہ ہے، اسلام اور مسلمانوں کی بقا کا دارومدار اسی پر ہے، شریعتِ محمدی نے اسے قیامت تک اسلام اور عالمِ اسلام کی حفاظت اور اِعلاءِ کلمۃ اللہ کا ذریعہ بنایا ہے۔ قرآنِ کریم کی بے شمار آیات اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار اَحادیث اور خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی عملی زندگی، ان کا جذبۂ جہاد وشہادت یہ سب باتیں جہاد کو ہر دور میں مسلمانوں کے لئے ایک ولولہ انگیز عبادت بناتی رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے:-

اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ (ابوداود، نحوہ)

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ۔

ترجمہ:- اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فتنہ وشرارت باقی نہ رہے اور دِین اللہ کا ہوجائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دُوسری حدیث میں فریضۂ جہاد کی تا قیامت ابدیت اس طرح ظاہر فرمائی ہے:-

لَنْ يَّبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔ (مسلم ومشکوٰۃ ص: ۳۳۰)

ترجمہ:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ یہ دِین قائم رہے گا، اور مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک جہاد کرتی رہے گی۔

لیکن مرزا غلام احمد نے انگریز کے بچاؤ اور تحفظ اور عالمِ اسلام کو ہمیشہ ان کی طوقِ غلامی میں باندھنے اور کافر حکومتوں کے زیرِ سایہ مسلمانوں کو اپنی سیاسی اور مذہبی سازشوں کا شکار بنانے کی خاطر نہایت شدّومدّ سے عقیدۂ جہاد کی مخالفت کی۔ اور نہ صرف برِصغیر میں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں جہاں جہاں بھی اس کو ظاہری اور خفیہ سرگرمیوں کا موقع مل سکا جہاد کے خلاف نہایت شدّت سے پروپیگنڈا کیا۔ مرزا صاحب کو جہاد حرام کرانے کی ضرورت کیا تھی؟ اس کا جواب ہمیں لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کے نام قادیانی جماعت کے ایڈریس مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان مؤرخہ ۴ر جولائی ۱۹۲۱ء سے نہایت واضح طور پر مل سکتا ہے، جس میں کہا گیا:-

جس وقت آپ (مرزا غلام احمد) نے دعویٰ کیا، اس وقت تمام عالمِ اسلام جہاد کے خیالات سے گونج رہا تھا۔ اور عالمِ اسلام کی ایسی حالت تھی کہ وہ پٹرول کے پیپہ کی طرح بھڑکنے کے لئے صرف ایک دیاسلائی کا محتاج تھا۔ مگر بانیٔ سلسلہ نے اس خیال کی لغویت اور خلافِ اسلام اور خلافِ امن ہونے کے خلاف اس قدر زور سے تحریک شروع کی کہ ابھی چند سال نہیں گزرے تھے کہ گورنمنٹ کو اپنے دِل میں اِقرار کرنا پڑا کہ وہ سلسلہ جسے وہ امن کے لئے خطرے کا موجب خیال کر رہی تھی اس کے لئے غیر معمولی اعانت کا موجب تھا۔ (حوالۂ بالا)

جہاد منسوخ ہونے اور دُنیا سے جہاد کا حکم تاقیامت اُٹھ جانے پر مرزا صاحب کس شدّومدّ سے زور دیتے ہیں، ان کا اندازہ ان کی حسبِ ذیل عبارت سے لگایا جاسکتا ہے، اپنی کتاب اربعین ۴ میں ص:۱۵ کے حاشیہ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

جہاد یعنی دِینی لڑائیوں کی شدّت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں(۱) اس قدر شدّت تھی کہ ایمان لانا بھی اس سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا، اور پھر بعض قوموں کے لئے بجائے اِیمان کے صرف جزیہ دے کر مؤاخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا، اور پھر مسیحِ موعود (یعنی بزعمِ خود مرزا صاحب) کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کردیا گیا۔ (رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۴۳)

ضمیمہ خطبۂ اِلہامیہ ص:۲۸ پر لکھتے ہیں:-

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اُٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمادیا ہے کہ مسیحِ موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہوجائیں گے۔ سو اَب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں، ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا۔ (رُوحانی خزائن ج:۱۶ ص:۲۸، ۲۹)

---

(۱) نعوذ باللہ یہ ایک برگزیدہ پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتنا صریح بہتان ہے، مؤمنوں اور شیر خوار بچوں کو اگر قتل کرتا تھا تو فرعون اور اس کا لشکر، مرزا صاحب نے اس انداز میں یہ بات پیش کی گویا اِیمان لانے کے باوجود اور شیر خوار بچوں کی بھی شریعتِ موسوی میں بچنے کی گنجائش نہیں تھی۔

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص:۳۹ میں مرزا صاحب کا یہ اعلان درج ہے کہ:-

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دِین کا اِمام ہے
دِیں کی تمام جنگوں کا اب اِختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دُشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اِعتقاد

(تبلیغِ رسالت ج:۹ ص:۴۹، مجموعہ اشتہارات ج:۳ ص:۲۹۷،۲۹۸)

نیز انگریزی حکومت کے نام ایک معروضہ جو ریویو آف ریلیجنز بابت ۱۹۰۲ء جلد:۱ ص:۲۹۸ نمبر ۱۲ شائع ہوا تھا، مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

یہی وہ فرقہ (یعنی مرزا صاحب کا اپنا فرقہ) ہے جو دِن رات کوشش کررہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بے ہودہ رسم کو اُٹھادے۔ (از ریویو آف ریلیجنز ص:۸۳۵، ۸۳۸، بحوالہ علمی محاسبہ ص:۶۳۶ طبع جدید)

رسالہ "گورنمنٹِ انگریز اور جہاد" صفحہ:۱۴ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

دیکھو میں (غلام احمد قادیانی) ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں، وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔

(رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۱۵)

ان تمام عبارات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک جہاد کی مخالفت کا حکم خاص حالات سے مجبوریوں کا تقاضا نہیں بلکہ اب اسے ہمیشہ کے

لئے منسوخ، حرام اور ختم سمجھا جائے، نہ اس کے لئے شرائط پوری ہونے کا انتظار رہے اور کسی پوشیدہ طور پر بھی اس کی تعلیم جائز نہیں۔

''تریاق القلوب'' ص: ۳۲۲ میں لکھتے ہیں کہ:-

اس فرقہ (مرزائیت) میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں، نہ اس کا انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم ہرگز ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دِین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں۔ (رُوحانی خزائن ج:۱۵ ص:۵۱۷، ۵۱۸، مجموعہ اشتہارات ج:۳ ص:۳۵۷)

اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہوگیا۔ (از ضمیمہ خطبۂ اِلہامیہ ص:۱۷ طبع چناب نگر (ربوہ) مرزا قادیانی، رُوحانی خزائن ج:۱۶ ص:۱۷)

سوآج سے دِین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔ (ایضاً)

مرزائی تأویلات کی حقیقت

نسخِ جہاد کے بارے میں ان واضح عبارات کے باوجود مرزائیوں کی دونوں جماعتیں آج کہتی ہیں کہ چونکہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی سلطنت قائم ہوگئی اور وسائلِ جہاد مفقود تھے، اس لئے وقتی طور پر جہاد کو موقوف کیا گیا۔ آیئے ہم اس تأویل اور مرزا کی غلط وکالت کا جائزہ لیں:

۱- پچھلی چند عبارات سے ایک منصف مزاج شخص بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کے ہاں جہاد کی ممانعت ایک وقتی حکم نہیں، نہ وہ کچھ وقت کے لئے موقوف بلکہ وہ مکمل طور پر جہاد کے خاتمہ اس کے انتظار تک کی نفی اور ظاہری اور پوشیدہ قسم کی تعلیم کو بھی ناجائز اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دِین کے لئے لڑنا ممنوع اور منسوخ قرار دیتے ہیں۔

۲- اگر مرزا صاحب ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی سلطنت کے قدم جمانے کی وجہ سے مجبوراً جہاد کی مخالفت کرتے ہیں، تو ۱۸۵۷ء اور اس سے قبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد کے فوراً بعد مجاہدین سیّد احمد شہیدؒ کے جہاد میں مرزا صاحب اور ان کا پورا خاندان سکھوں اور انگریزی اِستعمار کے لئے میدان ہموار کرنے کے لئے جانی اور مالی قربانیاں دیتے رہے، جس کا مرزا صاحب نے انگریزی حکام کے نام خطوط اور چٹھیوں میں بڑے فخر سے اِعتراف کیا ہے اور ان مساعی کی نہ صرف تائید کی بلکہ تحسین بھی کی ہے۔ ان کے خاندانی بزرگوں نے سکھوں سے مسلمانوں کے جہاد میں سکھوں کی حمایت کی۔ مرزا صاحب کے والد نے ۱۸۵۷ء میں پچاس سوار سرکارِ انگریز کی اِمداد کے لئے فراہم کیے، مرزا غلام احمد نے ۱۸۵۷ء میں جہادِ آزادی کے غیور اور جاں نثار مجاہدین کو جہلاء اور بدچلن کہا (براہین احمدیہ جلد اوّل صفحہ الف اشتہار اسلامی انجمنوں سے التماس)۔ انگریز کے ہاتھوں ہندوستان میں مسلمانوں کی مظلومیت پر ہند کا ذرّہ ذرّہ اشکبار تھا، اسلامیانِ ہند کی عظمتیں لٹ رہی تھیں، ہزار سالہ عظمتِ رفتہ پاش پاش ہو رہی تھی، علماء اور شرفاء ہند کو سوّر کے چمڑوں میں سی کر اور زندہ جلا کر دہلی کے چوکوں میں پھانسی پر لٹکایا جا رہا تھا، اور انگریزوں کا شقی القلب نمائندہ جنرل نکلسن، ایڈورڈ سے ایسے آئینی اختیارات مانگ رہا تھا کہ مجاہدینِ آزادی کے زندہ حالت میں چمڑے اُدھیڑے جاسکیں اور انہیں زندہ جلایا جاسکے۔ مگر وہ شقی اور ظالم نکلسن مرزا غلام احمد اور اس کے خاندان کو ہندوستان میں اپنے مفادات کا نگراں اور وفادار ٹھہرا رہا تھا۔ جنرل نکلسن نے مرزا غلام قادر کو سند دی جس میں لکھا کہ ۱۸۵۷ء میں خاندانِ قادیان ضلع گورداسپور کے تمام دُوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا (سیرتِ مسیحِ موعود ص:۴ ازمرزا بشیرالدین محمود طبع قادیان)۔ اور وہی مرزا صاحب جو ابھی تک اپنے تشریعی نبی ہونے کی حیثیت سے سامنے نہیں آئے تھے۔ اور خود "براہینِ احمدیہ" اور دیگر تحریروں میں جہاد کے فرض، واجب اور غیر منقطع ہونے کا اِعتراف کر چکے تھے۔ دعویٰ نبوت کے بعد ایک قطعی حکم کو حرام قرار دیتے ہوئے عملاً بھی قرآنِ کریم کی تمام آیاتِ جہاد، خمس وفیٔ کو منسوخ قرار

دے کر تشریعی نبی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں لیکن جس دور میں وہ جہاد کو فرض کہتے ہیں کیا مرزا صاحب خود عملی طور پر بھی اس پر عمل پیرا رہے ہے اس کا جواب ہمیں انگریز لیفٹیننٹ گورنر کے نام چٹھی سے مل جاتا ہے، وہ اس درخواست میں اپنی اصل حقیقت کو اس طرح واشگاف الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں:-

> میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک (گویا ۱۸۳۹ء سے لے کر جو ۱۸۵۷ء سے بہت کا پہلے کا زمانہ ہے) جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں، اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دِلوں کو گورنمنٹِ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں۔ اور ان کم فہموں کے دِلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دُور کروں جو ان کی دِلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔ (تبلیغِ رسالت ج:۷ ص:۱۰ مطبوعہ قادیان پریس قادیان اگست ۲۲ء، مجموعہ اشتہارات ج:۳ ص:۱۱)

۳- تیسری بات یہ ہے کہ بالفرض ہم تسلیم کئے دیتے ہیں کہ مرزا صاحب نے برِصغیر میں انگریزی سلطنت کی وجہ سے بعض مجبوریوں کی بنا پر اتنی شدّومدّ سے جہاد کی مخالفت کی۔ لیکن اگر حقیقت یہی ہوتی تو مرزا صاحب کی ممانعتِ جہاد اور اِطاعتِ انگریز کی تبلیغ صرف برٹش اِنڈیا تک محدود ہوتی مگر یہاں تو ایسے کھلے شواہد اور قطعی ثبوت موجود ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریک وتبلیغ کا اصل محرک نہ صرف اِنڈیا بلکہ پورے عالمِ اسلام اور دُنیا بھر کے مسلمانوں کے دِلوں سے جذبۂ جہاد نکالنا اور انگریزوں کے لئے یا کسی بھی کافر سلطنت کے لئے راستہ ہموار کرنا تھا۔ تاکہ اس طرح ایک نئی اُمت اور نئے نبی کے نام سے پوری ملتِ مسلمہ اور اُمتِ محمدیہ کا سارا نظام درہم برہم کیا جائے، اور پورے عالمِ اسلام کو انگریز یا ان کے حلیفوں کے قدموں میں لاگرایا جائے اس لئے مرزا صاحب نے مخالفتِ جہاد کی تبلیغ صرف برٹش انڈیا تک محدود نہ رکھی۔ اور نہ صرف اُردو لٹریچر پر اِکتفا کیا بلکہ

فارسی، عربی، انگریزی میں لٹریچر لکھ کر بلادِ رُوم، شام، مصر، اِیران، افغانستان، بخارا یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ تک پھیلاتا رہا تاکہ بخارا میں اگر زارِ رُوس کے لشکر آئیں تو کوئی مسلمان ہاتھ مزاحمت کے لئے نہ اُٹھائے۔ فرانس، تیونس، الجزائر اور مراکش پر لشکر کشی ہو تو مسلمان جہاد کو حرام سمجھیں۔ عرب اور مصری دِل و جان سے انگریز کے مطیع بن جائیں، اور ترک و افغان کی غیرتِ اِیمانی ہمیشہ کے لئے جذبہٴ جہاد سے خالی ہو کر سرد پڑ جائے۔

اس سلسلے میں مرزا صاحب کے اِعترافات دیکھئے، وہ لکھتے ہیں:-

میں نے صرف اس قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلینڈ کی سچی اطاعت کی طرف جھکا دیا، بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اُردو میں تالیف کر کے ممالکِ اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا۔ (تبلیغِ رِسالت ج:۷ ص:۱۰ بنام لیفٹنٹ گورنر، مجموعہ اشتہارات ج:۳ ص:۱۱)

اسی کتاب کے صفحہ:۱۷ پر لکھتے ہیں:-

اس کے بعد میں نے عربی اور فارسی میں بعض رسائل تالیف کر کے بلادِ شام و رُوم اور مصر اور بخارا وغیرہ کے اطراف روانہ کئے اور ان میں اس گورنمنٹ کے اوصافِ حمیدہ درج کئے اور بخوبی ظاہر کیا کہ اس محسن گورنمنٹ کے ساتھ جہاد قطعاً حرام ہے، اور ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے وہ کتابیں مفت تقسیم کیں، اور بعض شریف عربوں کو وہ کتابیں دے دے کر بلادِ شام و رُوم کی طرف روانہ کیا، بعض عربوں کو مکہ اور مدینہ کی طرف بھیجا گیا، بعض بلادِ فارس کی طرف بھیجے گئے، اور اسی طرح مصر میں بھی کتابیں بھیجی گئیں اور یہ ہزار ہا روپیہ کا خرچ تھا، جو محض نیک نیتی سے کیا گیا۔ (تبلیغِ رِسالت ج:۳ ص:۱۶۶، مجموعہ اشتہارات ج:۲ ص:۱۲۶، ۱۲۷)

اور یہ سب کچھ مرزا صاحب نے اس لئے کیا کہ:-

تا کہ کج طبیعتیں ان نصیحتوں سے راہِ راست پر آجائیں اور وہ طبیعتیں اس گورنمنٹ کا شکر کرنے اور اس کی فرمانبرداری کے لئے صلاحیت پیدا کریں اور مفسدوں کی بلائیں کم ہو جائیں۔

(نور الحق حصہ اوّل ص:۳۲، ۳۳، رُوحانی خزائن ج:۸ ص:۴۱)

تبلیغِ رسالت جلد:۷ ص:۱۷ میں اس ساری جدوجہد کا حاصل مرزا صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ:-

میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے مسئلۂ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے، کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلۂ جہاد کا انکار کرنا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ج:۳ ص:۲۴۷)

''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' ضمیمہ ص:۷ میں لکھتے ہیں:-

جو شخص میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیحِ موعود مانتا ہے، اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعی حرام ہے کیونکہ مسیح آچکا خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے اس گورنمنٹِ انگریزی کا سچا خیر خواہ اس کو بننا پڑتا ہے۔

یہ حقیقت کہ مرزائی تبلیغ و تلقین اور تمام کوششوں کے محرکات اور مقاصد کیا تھے؟ مرزائی مذہب کے بانی کے مذکورہ اقوال سے خود ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس پر بھی اگر تأویل کے پردوں میں اس حقیقت کو چھپایا جاتا ہے تو آنکھیں کھولنے کے لئے حسبِ ذیل واقعات اور اِعترافات کافی ہیں کہ مرزا صاحب نہ صرف ہندوستان میں بلکہ آزاد اِسلامی ممالک میں بھی کسی قسم کے جہاد کے روادار نہ تھے۔ افغانستان کے امیر اَمان اللہ خان کے عہدِ حکومت میں نعمت اللہ خان مرزائی اور عبداللطیف مرزائی کو علماءِ افغانستان کے متفقہ فتوے سے مرتد قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔ اس قتل کے محرکات یہی تھے کہ یہ لوگ مبلغین کے پردے میں جہاد کے

خلاف تعلیم دیتے تھے، اور یہ محض اس لئے کہ انگریزوں کا اِقتدار چھا جائے، حالانکہ افغانستان میں جہادِ اسلامی کی شرائط مکمل موجود تھیں۔ اس سلسلے میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کا خطبۂ جمعہ مندرجہ "الفضل" مؤرخہ ۶/اگست ۱۹۳۵ء ملاحظہ کیجئے:-

> عرصۂ دراز کے بعد اِتفاقاً ایک لائبریری میں ایک کتاب ملی، جو چھپ کر نایاب بھی ہوگئی تھی، اس کتاب کا مصنف ایک اطالوی انجینئر جو افغانستان میں ذمہ دار عہدے پر فائز تھا، وہ لکھتا ہے کہ صاحبزادہ عبداللطیف (قادیانی) کو اس لئے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے تو حکومتِ افغانستان کو خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ اس سے افغانوں کا جذبۂ حریت کمزور ہوجائے گا، اور ان پر انگریزوں کا اِقتدار چھاجائے گا۔

ایسے معتبر راوی کی روایت سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر صاحبزادہ عبداللطیف خاموشی سے بیٹھے رہتے اور جہاد کے خلاف کوئی لفظ بھی نہ کہتے تو حکومتِ افغانستان کو انہیں شہید کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی، اخبار "الفضل" بحوالہ امان افغان مؤرخہ ۳/مارچ ۱۹۲۵ء نے افغانستان گورنمنٹ کے وزیرِ داخلہ کے حوالے سے مندرجہ ذیل بیان نقل کیا:-

> کابل کے دو اَشخاص مُلّا عبدالحلیم و مُلّا نور علی دُکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہوچکے تھے، اور لوگوں کو اس عقیدے کی تلقین کرکے انہیں راہ سے بھٹکا رہے تھے، ان کے خلاف مدّت سے ایک اور دعویٰ دائر ہوچکا تھا اور مملکتِ افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے پائے گئے، جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دُشمنوں کے ہاتھ بک چکے تھے۔

خلیفۂ قادیان اپنے ایک خطبۂ جمعہ مندرجہ اخبار "الفضل" مؤرخہ یکم نومبر

۱۹۳۴ء میں اعتراف کرتا ہے کہ نہ صرف مسلم ممالک بلکہ غیر مسلم ممالک اور اقوام بھی مرزائیوں کو آلہ کار سمجھتے تھے، دُنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے، چنانچہ جب قبرص میں احمدیہ عمارت کی اِفتتاح کی تقریب میں ایک جرمن انگریز نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔

اسلامی جہاد منسوخ مگر مرزائی جہاد جائز

۴- یہ امر حیرت اور تعجب کا باعث ہے کہ ایک طرف تو قادیانیوں نے جہاد کو اتنی شدومد سے منسوخ اور حرام قرار دِیا مگر دُوسری طرف انگریزوں کی فوج میں شامل ہوکر مسلمانوں کے ساتھ لڑنا نہ صرف ان کے لئے جائز بلکہ ضروری تھا۔ گویا ممانعتِ جہاد کی یہ ساری جدوجہد صرف انگریزوں اور کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد سے روکنے کے لئے تھی کہ وہ نہ تو اپنی عزت و ناموس اور نہ ملک وملت کی بقاء کے لئے لڑیں نہ اپنے دِین، اسلامی شعائر، معابد ومساجد کے لئے علمِ جہاد بلند کریں لیکن انگریزی اِقتدار کے فروغ وتحفظ کے لئے ان کی فوجوں میں شامل ہوکر بلادِ اِسلامیہ پر بمباری ایک مقدس فریضہ تھا، مرزا محمود احمد نے کہا:-

> صداقت کے قیام کے لئے گورنمنٹ کی فوج میں شامل ہوکر ان ظالمانہ روکوں کو دفع کرنے کے لئے گورنمنٹ کی مدد احمدیوں کا مذہبی فریضہ ہے۔ (خطبہ مرزا محمود احمد "الفضل" ۲؍مئی ۱۹۱۹ء)

قادیانی جماعت نے لارڈ ریڈنگ کو اپنے ایڈریس میں بھی اپنی جنگی خدمات کا ذِکر کرتے ہوئے کہا کہ کابل سے جنگ میں ہماری جماعت نے علاوہ ہرقسم کی مدد کے ایک ڈبل کمپنی اور ایک ہزار اَفراد کے نام بھرتی کے لئے پیش کئے اور ہمارے موجودہ اِمام کے چھوٹے بھائی چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں رضاکارانہ کام کرتے رہے۔

("الفضل" ۴؍جولائی ۱۹۲۱ء)

ایک اور خطبہ جمعہ میں مرزا محمود احمد نے کہا کہ شاید کابل کے ساتھ ہمیں کسی وقت جہاد ہی کرنا پڑتا (آگے چل کر کہا کہ) پس نہیں معلوم کہ ہمیں کب خدا کی طرف سے دُنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے، ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہئے کہ دُنیا کو سنبھال سکیں۔

("الفضل" ۲۷ر فروری، ۲ر مارچ ۱۹۲۲ء)

امن و آتشی اور اِسلامی نظریۂ جہاد کو مُلّاؤں کے وحشیانہ اور جاہلانہ بے ہودہ خیالات قرار دینے والے مرزائیوں کے حقیقی خدوخال مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی کے ان الفاظ سے اور بھی عیاں ہو جاتے ہیں، انہوں نے کہا کہ:-

اب زمانہ بدل گیا ہے، دیکھو پہلے جو مسیح (حضرت عیسیٰ) آیا تھا اسے دُشمنوں نے صلیب پر چڑھا دیا، مگر اَب مسیح اس لئے آیا ہے کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اُتار دے۔

(عرفانِ اِلٰہی ص:۹۴، انوار العلوم ج:۴ ص:۴۱۵)

"تقدیرِ اِلٰہی" کے ص:۲۹ پر مرزا محمود احمد نے کہا:-

پھر خدا تعالیٰ نے آپ کا نام عیسیٰ رکھا ہے تا کہ پہلے عیسیٰ کو تو یہودیوں نے صلیب پر لٹکا دیا تھا مگر آپ (مرزا غلام احمد) اس زمانے کے یہودی صفت لوگوں کو سولی پر لٹکائیں۔ (انوار العلوم ج:۴ ص:۴۸۲)

اس سے اندازہ ہوا کہ اسلام کے نظریۂ جہاد کو منسوخ قرار دینے اور سارے عالمِ اسلام میں اس کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے بعد اپنے لئے اور سامراجی مقاصد کے لئے جہاد اور قتال کو جائز قرار دینے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا جا رہا تھا۔ ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ مرزائیوں کے نزدیک مسلمانوں کا کافروں یا خود ان کے خلاف لڑنا تو ہمیشہ کے لئے حرام تھا، مگر عیسائیت کے جھنڈے تلے یا کسی کافر حکومت کے مفاد میں یا خود مرزائیوں کے لئے جہاد اور قتال اور لڑنا لڑانا سب جائز ہے۔

مرزا غلام احمد اور مرزائیوں کی تبلیغی خدمات کی حقیقت

افغانستان اور دیگر اِسلامی ممالک میں قادیانیوں کے تبلیغ کے نام پر اِستعماری سرگرمیوں سے ان کی تبلیغِ اسلام کی خدمات کی قلعی تو کھل جاتی ہے مگر بہت سے لوگ مرزا صاحب کی خدمات کے سلسلے میں ان کے مدافعتِ اِسلام میں مناظرانہ بحث ومباحثہ اور علمی کوششوں کا ذِکر کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آریہ سماج اور عیسائیوں سے اسلام کے دِفاع میں بڑے معرکے سر کئے اور اَب بھی قادیانی دُنیا میں اسلام کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں، اس لئے ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے ہم اس غلط فہمی کو جس میں بالعموم تعلیم یافتہ افراد بھی مبتلا ہوتے ہیں، مرزا صاحب کی ایک دو عبارتوں ہی سے دُور کرنا چاہتے ہیں جو بانیٔ قادیانیت کے تبلیغی مقاصد اور نیت کو خود ہی بڑی خوبی سے عیاں کر رہی ہیں کہ انہوں نے عیسائی مشنریوں کو اِشتعال انگیز تحریروں اور اِسلام پر ان کے جارحانہ حملوں سے مسلمانوں کے اندر انگریزوں کے خلاف پُرجوش رَدِّعمل کا خطرہ محسوس کیا تو اس عام جوش کو دَبانے کے لئے حکمتِ عملی کی بنا پر عیسائیوں کا کسی قدر سختی سے جواب دیا اور سخت کتابیں عیسائیوں کے خلاف لکھیں۔

''تریاق القلوب'' مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ۲۸/ اکتوبر ۱۹۰۲ء ضمیمہ ۳ بعنوان ''گورنمنٹِ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست'' میں مرزا غلام احمد اپنے بیس برس کی تمام علمی اور تصنیفی کاوِش کا خلاصہ مسلمانوں کے دِل سے جہاد اور خونی مہدی وغیرہ کے معتقدات کا اِزالہ اور انگریز کی وفاداری پیدا کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

> اب میں اپنی گورنمنٹِ محسنہ کی خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ میری خدمت ہے جس کی نظیر برٹش اِنڈیا میں ایک بھی اِسلامی خاندان پیش نہیں کرسکتا، یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر

لمبے زمانے تک جو بیس برس کا زمانہ ہے ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکورہ بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خود غرض کا کام نہیں ہے، بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کے دِل میں اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی ہے۔ ہاں اس بات کا اِقرار کرتا ہوں کہ میں نیک نیتی سے دُوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحث بھی کیا کرتا ہوں، کہ جبکہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حدِ اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ "نور افشاں" میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مبلغین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا، چور تھا، زنا کار تھا، اور صدہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا اور بایں ہمہ جھوٹا تھا اور لوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دِل میں ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دِلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے، ان کلمات کا کوئی سخت اِشتعال دینے والا اثر پیدا ہو، تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دَبانے کے لئے حکمتِ عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تاکہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بدامنی پیدا نہ ہو تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمالِ سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں بالمقابل سختی تھی کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش رکھنے والے

آدمی موجود ہیں ان کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا۔

(ص:۳۰۸،۳۰۹، رُوحانی خزائن ج:۱۵ ص:۴۸۹،۴۹۰)

چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:-

سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمتِ عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں سے اوّل درجے کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریز کا ہوں کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجے پر بنادیا ہے (۱) اوّل والد مرحوم کے اثر نے، (۲) دُوسرا اس گورنمنٹِ عالیہ کے اِحسانوں نے، (۳) خداتعالیٰ کے اِلہام نے۔

(ص:۳۰۹،۳۱۰، رُوحانی خزائن ج:۵ ص:۴۹۱)

دُوسری بڑی وجہ مرزا صاحب کے ایسے علمی تحریرات اور مناظروں کی یہ تھی کہ وہ اِبتداءً اس طرح عام مسلمانوں کی عقیدت اور توجہات اپنی طرف مبذول کراتے چلے گئے اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کے دِفاع میں جن مسائل پر بحث کا بازار گرم کرتے اسی میں آئندہ اپنے دعوئ نبوّت ورِسالت کے لئے فضا بھی ہموار کرتے چلے گئے اور اِسلام کی تبلیغ کے نام پر شکر میں لپٹی ہوئی زہر کی ایک مثال آریہ سماج سے معجزاتِ انبیاء کے اِثبات پر مرزا صاحب کا مناظرہ ہے جس میں اِثباتِ معجزات کے ضمن میں انہوں نے یہ بھی ثابت کرنا چاہا ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں معجزات کا صدور متوقع ہے، ظاہر ہے کہ معجزہ بنیادی طور پر نبوّت ورِسالت کا لازمہ ہے، اور جب نبوّت ورِسالت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکی تھی تو اس کے لوازمات، معجزات، وحی وغیرہ کا ہر دور میں متوقع ہونا، بحث ومناظروں کے پردے میں اپنی جھوٹی نبوّت کی پیش بندی نہ تھی تو اور کیا چیز تھی؟

***

تصنیفی ذخیرہ

درحقیقت جب ہم مرزا غلام احمد کی رُبع صدی کی تصنیفی و علمی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی تمام تحریری اور تقریری سرگرمیوں کا محوَر صرف یہی ملتا ہے کہ انہوں نے چودہ سو سال کا ایک متفقہ، طے شدہ، اِجماعی ''مسئلہ حیات و نزولِ مسیح'' کو نشانۂ تحقیق بنا کر اپنی ساری جدوجہد وفاتِ مسیح اور مسیحِ موعود ہونے کے دعوے پر مبذول کر دی۔ مسلمانوں کو عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث اور ہندوؤں کے عقیدۂ تناسخ کی طرح ظلّی و بروزی اور مجازی گورکھ دھندوں میں اُلجھانا چاہا۔ جدلیات اور سفسطوں کا ایک نہ ختم ہونے والا چکر، یہ مرزا صاحب کی علمی و تبلیغی خدمات کا دُوسرا نام ہے، اگر ان کی تصنیفات سے ان کے متضاد دعوے اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل و مباحث نکال لئے جائیں تو جو کچھ بچتا ہے وہ جہاد کی حرمت اور حکومتِ انگلشیہ کی اطاعت، دِلی وفاداری اور اِخلاص کی دعوت ہے، جبکہ ہندوستان پہلے سے ذہنی و فکری اور سیاسی اِنتشار کا مرکز بنا ہوا تھا اور عالمِ اسلام مغرب مادّہ پرست تہذیب اور خود فراموش تمدن کی لپیٹ میں تھا، مگر ہمیں مرزا صاحب کی تصانیف اور ''علمی خدمات'' میں انبیائے کرام علیہم السلام کے طریقِ دعوت کے مطابق کوئی بھی وقیع اور کام کی بات نہیں ملتی، سوائے اس کے کہ انہوں نے اپنے قلم اور زبان کے ذریعے مذہبی اختلافات اور دِینی جھگڑوں کے شکار ہندوستانی مسلمانوں کو مزید ذہنی اِنتشار اور غیرضروری مذہبی کشمکش میں ڈال کر ان کا شیرازۂ اِتحاد پاش پاش کرنے کی کوشش کی۔

***

حصہ ہفتم

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ اِلہام بھی اِلحاد
(اقبال: ضربِ کلیم)

مرزائیت اور عالمِ اسلام

اسلامی وحدت ختمِ نبوّت ہی سے استوار ہوتی ہے

ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اِسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنیاد نئی نبوّت پر رکھے اور بزعمِ خود اپنے اِلہامات پر اِعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے خطرہ تصوُّر کرے گا، اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختمِ نبوّت ہی سے استوار ہوتی ہے۔ قادیانیت باطنی طور پر اِسلام کی رُوح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے، یہ اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے، گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔

(اقبال: حرفِ اقبال)

***

سامراجی عزائم کی تکمیل

سابقہ تفصیلات کے علاوہ مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت نے پورے عالمِ اسلام کے ساتھ اِستعماری عزائم کی تکمیل کی خاطر جو رویہ اِختیار کیا اس کی چند مثالوں پر اِکتفاء کرتے ہوئے فیصلہ خود ہر اِنصاف پسند شخص پر چھوڑا جاتا ہے کہ کیا ایسی جماعت سامراجی جماعت کہلانے کی مستحق نہیں اور یہ کہ اس نے پورے عالمِ اسلام کے اِتحاد اور سلامتی کو برباد کرنے کی کوششیں کیں یا نہیں؟ اور یہ کہ عالمِ اسلام کو آبادیاتی نظام میں جکڑنے اور انگریزوں کا غلام بنانے میں قادیانیوں کی تمام تر ہمدردیاں انگریزوں کے ساتھ تھیں یا نہیں؟ وہ انگریزوں کی فتح پر چراغاں مناتے، خوشی کے جشن بپا کرتے، انگریزی فوج کو "ہماری فوج" اور مقابلے میں مسلمانوں کو دُشمن کی فوج قرار دیتے۔

عراق و بغداد

جب انگریزوں نے عراق پر قبضہ کرنا چاہا اور اس غرض کے لئے لارڈ ہارڈنگ نے عراق کا دورہ کیا تو مشہور قادیانی اخبار "الفضل" نے لکھا:-

> یقیناً اس نیک دِل افسر (لارڈ ہارڈنگ) کا عراق میں جانا عمدہ نتائج پیدا کرے گا، ہم ان نتائج پر خوش ہیں، کیونکہ خدا ملک گیری اور جہاں بانی اسی کے سپرد کرتا ہے جو اس کی مخلوق کی بہتری چاہتا ہے اور اسی کو زمین پر حکمران بناتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے، پس ہم پھر کہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں کیونکہ ہمارے خدا کی بات پوری ہوتی ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ برٹش حکومت کی توسیع کے ساتھ ہمارے لئے اِشاعتِ اسلام کا میدان بھی وسیع ہوجائے گا اور غیر مسلم کو مسلم بنانے کے ساتھ ہم مسلمان کو پھر مسلمان کریں گے۔

("الفضل" قادیان جلد ۲ نمبر ۱۰۳ مؤرخہ ۱۱رفروری ۱۹۱۵ء)

پھر اس واقعے کے آٹھ سال بعد انگریزوں نے بغداد پر قبضہ کرلیا اور مسلمانوں کو شکست ہوئی، تو "الفضل" نے لکھا:-

حضرت مسیحِ موعود فرماتے ہیں کہ میں مہدیٔ معہود ہوں اور گورنمنٹِ برطانیہ میری وہ تلوار ہے جس کے مقابلے میں ان علماء کی کچھ نہیں جاتی، اب غور کرنے کا مقام ہے کہ پھر ہم احمدیوں کو اس فتح سے کیوں خوشی نہ ہو۔

عراق عرب ہو، یا شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔

یہ بات جسٹس منیر نے بھی لکھی ہے کہ:-

جب پہلی جنگِ عظیم میں ترکوں کو شکست ہوگئی تھی بغداد پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تھا، تو قادیان میں اس فتح پر جشن منایا گیا۔

(تحقیقاتی رپورٹ ص:۲۰۸،۲۰۹ مرتبہ جسٹس منیر)

یہ بات بھی جسٹس منیر ہی نے لکھی کہ:-

بانیٔ قادیانیت نے اسلامی ممالک کا انگریزی حکومت کے ساتھ توہین آمیز مقابلہ وموازنہ کیا۔

(تحقیقاتی رپورٹ ص:۲۰۸،۲۰۹ مرتبہ جسٹس محمد منیر)

فتحِ عراق کے بعد پہلا مرزائی گورنر

سقوطِ بغداد میں مرزائیوں کی اس انگریز نوازی کا اتنا حصہ تھا کہ جب انگریزوں نے عراق فتح کیا تو مرزا بشیر الدین محمود احمد کے سالے میجر حبیب اللہ شاہ کو اِبتداءً عراق پر اپنا گورنر نامزد کیا، میجر حبیب اللہ شاہ پہلی جنگِ عظیم میں بھرتی ہوکر عراق گئے تھے اور وہاں فوج میں ڈاکٹر تھے۔

مسئلۂ فلسطین اور قیامِ اِسرائیل سے لے کر اَب تک

اخبار ''الفضل'' قادیان جلد ۹ نمبر ۳۶ رقم طراز ہے:-

اگر یہودی اس لئے بیت المقدس کی تولیت کے مستحق نہیں ہیں کہ وہ جناب مسیح اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت و نبوت کے منکر ہیں......اور عیسائی اس لئے غیر مستحق ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین کی رِسالت کا انکار کردیا تو یقیناً غیراحمدی (مسلمان) بھی مستحقِ تولیت نہیں، اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب کی نبوّت ثابت نہیں تو سوال ہوگا، کن کے نزدیک؟ اگر جواب یہ ہے کہ نہ ماننے والوں کے نزدیک تو اس طرح یہود کے نزدیک مسیح اور آنحضرت کی اور مسیحیوں کے نزدیک آنحضرت کی نبوّت و رِسالت بھی ثابت نہیں، اگر منکرین کا فیصلہ ایک نبی کو غیر ٹھہراتا ہے تو کروڑوں عیسائیوں اور یہودیوں کا اِجماع ہے کہ نعوذ باللہ کہ آنحضرت منجانب اللہ، رسول نہ تھے، پس اگر غیراحمدی بھائیوں کی یہ اصل دُرست ہے کہ بیت المقدس کی تولیت کے مستحق تمام نبیوں کے ماننے والے ہی ہوسکتے ہیں تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ احمدیوں کے سوا خدا کے تمام نبیوں کا مؤمن اور کوئی نہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ جب فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کو ان کے صدیوں پُرانے وطن سے نکال کر عربوں کے سینے میں مغربی سامراجیوں کے ہاتھوں اسرائیل کی شکل میں خنجر بھونکا جارہا ہے تو قادیانی اُمت ایک پورے منصوبے سے اس کام میں صیہونیت اور مغربی سامراجیت کے لئے فضا بنانے میں مصروف تھی، ایک قادیانی مبلغ لکھتا ہے:-

میں نے یہاں کے ایک اخبار میں اس پر آرٹیکل دیا ہے. جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وعدے کی زمین ہے جو یہودیوں کو عطا کی گئی تھی، مگر نبیوں کے انکار اور بالآخر مسیح کی دُعاؤں نے یہود کو ہمیشہ کے واسطے وہاں کی حکومت سے محروم کردیا، اور یہودیوں کو سزا کے طور حکومت رُومیوں کو دے دی گئی۔ اور بعد میں عیسائیوں کو ملی، پھر مسلمانوں کو، اب اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے وہ زمین نکلی ہے، تو پھر اس کا سبب تلاش کرنا چاہئے کہ مسلمانوں نے کسی نبی کا اِنکار تو نہیں کیا، سلطنتِ برطانیہ کے انصاف اور امن اور آزادیٔ مذہب کو ہم دیکھ چکے ہیں، آزما چکے ہیں اور آرام پائے ہیں، اس سے بہتر کوئی حکومت مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔ بیت المقدس کے متعلق جو میرا مضمون یہاں (انگلستان) کے اخبار میں شائع ہوا ہے، اس کا ذِکر میں اُوپر کرچکا ہوں، اس کے متعلق وزیرِ اعظم برطانیہ کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے شکریہ کا خط لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ مسٹر لائڈ جارج اس مضمون کی بہت قدر کرتے ہیں۔

(''الفضل'' قادیان جلد ۵ نمبر ۷۵ مؤرخہ ۱۹؍مارچ ۱۹۱۸ء)

فلسطین کے قیام میں مرزائیوں کی عملی کوششوں کے ضمن میں مولوی جلال الدین شمس اور خود مرزا بشیرالدین محمود کی سرگرمیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، غالباً ۱۹۲۶ء میں مولوی جلال الدین شمس مرزائی مبلغ کو شام بھیجا گیا، وہاں کے حریت پسندوں کو پتہ چلا تو قاتلانہ حملہ کیا، آخر تاج الدین الحسن کی کابینہ نے شام بدر کردیا۔ جلال الدین شمس فلسطین، چلا آیا اور ۱۹۲۸ء میں قادیانی مشن کیا، اور ۱۹۳۱ء تک برطانوی انقلاب کی حفاظت میں عالمی اِستعمار کی خدمت بجالاتا رہا۔ ''تاریخِ احمدیت'' مؤلفہ دوست محمد شاہد قادیانی سے ثابت ہوتا

ہے کہ ۱۹۱۷ء میں قیامِ فلسطین کے برطانوی منصوبے کے اعلان کے بعد مرزا بشیر الدین محمود نے ۱۹۲۴ء میں فلسطین میں قیام کیا اور فلسطین کے ایکٹنگ گورنر سر کلیٹن سے ساز باز کر کے ایک لائحہ عمل مرتب کیا، اور جلال الدین شمس قادیانی کو دمشق میں یہودی مفادات کا نگران مقرر کیا گیا۔ (ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک ج:۹ نمبر ۳ از تاریخِ احمدیت مؤلفہ دوست محمد شاہد)

۱۹۴۷ء تک قادیانی سرگرمیاں فلسطین میں پھلتی پھولتی رہیں، مولوی اللہ دتہ جالندھری، محمد سلیم، چوہدری محمد شریف، نور احمد، منیر رشید احمد چغتائی جیسے معروف قادیانی تبلیغ کے نام پر عربوں کو محکوم بنانے کی مذموم سازش کرتے رہے۔ ۱۹۳۴ء میں مرزا محمود خلیفہ قادیان نے اپنے استعماری صیہونی مقاصد کی تکمیل کے لئے تحریکِ جدید کے نام سے ایک تحریک کی بنیاد رکھی اور جماعت سے سیاسی مقاصد کے لئے اس تحریک کے لئے بڑی رقم کا مطالبہ کیا، (تاریخِ احمدیت ص:۱۹) تو بیرونِ ہند قادیانی جماعتوں میں سب سے زیادہ حصہ فلسطین کی جماعت نے لیا۔ اور "تاریخِ احمدیت" کے مطابق فلسطین کی جماعت حیفہ اور مدرسہ احمدیہ کبابیر نے قربانی اور اِخلاص کا نمونہ پیش کیا، اور مرزا محمود نے اس کی تعریف کی (ایضاً ص:۴۰)۔ بالآخر جب برطانوی وزیرِ خارجہ مسٹر بالفور کے ۱۹۱۷ء کے اعلان کے مطابق ۱۹۴۸ء میں بڑی ہوشیاری سے اِسرائیل کا قیام عمل میں آیا، تو چن چن کر فلسطین کے اصل باشندوں کو نکال دیا گیا، مگر یہ سعادت صرف قادیانیوں کو نصیب ہوئی کہ وہ بلاخوف وجھجک وہاں رہیں اور انہیں کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ خود مرزا بشیر الدین محمود فخریہ انداز میں اس کا اِعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> عربی ممالک میں بے شک ہمیں اس قسم کی اہمیت حاصل نہیں جیسی ان (یورپی اور افریقی) ممالک میں ہے، پھر بھی ایک طرح کی اہمیت ہمیں حاصل ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ فلسطین کے عین مرکز میں اگر

مسلمان رہے تو وہ صرف احمدی ہیں۔

("الفضل" لاہور ص:۵، ۳۰/اگست ۱۹۵۰ء)

مرزا محمود کی جماعت کو اس طرح کی اہمیت کیوں نہ ملتی جبکہ مرزا محمود خلیفۂ دوم نے فلسطین میں یہودی ریاست اِسرائیل کے قیام واِستحکام میں صیہونیوں سے بھرپور تعاون کیا۔

(ماہنامہ "الحق" جلد ۹ ش:۲ بحوالہ "تاریخ احمدیت" از دوست محمد شاہد قادیانی)

اور جب عربوں کے قلب کا یہ رِستا ہوا ناسور اِسرائیل قائم ہوا تو تمام مسلمان ریاستوں نے اس وقت سے اب تک اس کا مقاطعہ کیا، پاکستان کا کوئی سفارتی یا غیر سفارتی مشن وہاں نہیں، اس لئے کہ اسرائیل کا وجود بھی پاکستان کے نزدیک غلط ہے، پاکستان عربوں کا بڑا حمایتی ہے۔ مونٹا کرمل کبابیر وغیرہ میں ان کے اِستعماری اور جاسوسی سرگرمیوں کے اڈّے قادیانی مشنریوں کے پردے میں قائم ہوئے۔ یہ تعجب اور حیرت کی بات نہیں تو کیا ہے۔ کافی عرصہ تک جس اسرائیل میں کوئی عیسائی مشن قائم نہ ہوسکا۔ اور بعد میں کچھ عیسائی مشنیں قائم ہوئیں۔ اسرائیل کے سب سے بڑی رِبی شلوگورین نے آرچ بشپ آف کنٹربری ڈاکٹر ریمزے اور کارڈنیل پادری ہی نان سے خصوصی ملاقات کرکے ان پر زور دیا کہ اسرائیل میں عیسائی مشنریوں پر پابندی عائد کریں۔

(ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک ج:۹ ش:۲ ص:۲۶ بحوالہ مارننگ نیوز کراچی ۲۶/ستمبر ۱۹۷۳ء)

عیسائی مشنوں کے خلاف اسرائیل میں منظّم تحریک چلی، عیسائی مراکز پر حملے ہوئے، دُکانوں اور بائبل کے نسخوں کا جلانا معمول بن گیا۔ مگر ۱۹۲۸ء سے لے کر اَب تک ۴۶ سال میں یہودیوں نے قادیانیوں کے خلاف کوئی آواز نہ اُٹھائی، نہ ان کے لٹریچر کو روکا، نہ کوئی معمولی رُکاوٹ ڈالی، جو اس کا واضح ثبوت ہے کہ وہ مرزائیوں کو اپنے مفادات کی

خاطر تحفظ دے رہے ہیں۔

اسلام کی تبلیغ کے نام پر مسلمانوں اور پاکستان کے سب سے بڑے دُشمن اسرائیل میں قادیانیوں کا مشن ایک لمحہ فکریہ نہیں تو اور کیا ہے۔اس لمحہ فکریہ کا عربوں کے لئے مختلف وقفوں سے بے چینی اور اِضطراب اور پاکستان سے سوءِ ظن کا باعث بن جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ مشن عرب ریاستوں کی جاسوسی، فوجی راز معلوم کرنے، عالمِ اسلام کے معاشی، اخلاقی حالات اور دِینی جذبات معلوم کرنے، عرب گوریلوں کے خلاف کارروائیاں کرنے اور عالمی اِستعمار اور یہودی اِستحصال کے لئے راہیں تلاش کرنے میں سرگرم رہتے ہیں۔

اسرائیلی مشن

قیامِ اسرائیل سے لے کر اَب تک مسٹر ظفر اللہ خان کی اس سلسلے کی تگ و دو کسی سے مخفی نہیں، لیکن جب آپ وزیرِ خارجہ تھے، تو کسی نے ربوہ[1] کے ماتحت اس اسرائیلی مشن کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے روایتی عیاری سے کام لے کر کہا کہ حکومتِ پاکستان کو تو اس کا علم نہیں ۔ الاماں از حرفِ پہلو دارِ تو..... لیکن جب پچھلے دنوں اخبارات میں اِسرائیل کے قادیانی مشن کا چرچا ہوا، تو بڑی ہوشیاری سے کہا گیا کہ ایسے مشن ہیں مگر قادیانِ بھارت کے ماتحت ہیں۔ یہ ایک ایسا جھوٹ تھا کہ خود ربوہ[1] کی تحریکِ جدید کے سالانہ بجٹ ۶۷-۱۹۶۶ء سے اس کی قلعی کھل جاتی ہے، اس بجٹ کے اگلے صفحے پر مشن ہائے بیرون کے ضمن میں اسرائیل میں واقع حیفا کے قادیانی مشن کی تفصیل دی گئی ہے (جس کی کاپی آئندہ صفحے میں منسلک ہے)۔

(۱) موجودہ نام ''چناب نگر''۔

تفصیلی آمد خرچ مشن ہائے بیرون

حیفا

خرچ

عملہ

شمار	نام مدات	اصل اعداد ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	مرکزی مبلغین	۹۷۲	۹۷۲	۹۷۲
۲				
	میزان عملہ	۹۷۲	۹۷۲	۹۷۲

شمار	نام مدات	اصل اعداد ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	چندہ تحریک جدید		۱۴۵۰	۱۴۵۰
۲	چندہ عام وحصہ آمد		۱۶۰۰	۱۶۰۰
۳	زکوٰۃ		۱۰۰	۱۰۰
۴	عید فنڈ	۳۴۰۰	-	-
۵	فطرانہ		۱۲۵	۱۲۵
۶	متفرق		۱۲۵	۱۲۵
	میزان آمد	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰

سائر

شمار	نام مدات	اصل اعداد ۶۴-۶۵	بجٹ ۶۵-۶۶	بجٹ ۶۶-۶۷
۱	اشاعت لٹریچر		۴۰	۴۰
۲	تبلیغ مجالس وعیدین		۶۰	۶۰
۳	دورے وسفر خرچ		۴۰	۴۰
۴	مہمان نوازی		۵۰	۵۰
۵	کرایہ مکان وفرنیچر			
۶	بجلی، گیس وغیرہ	۱۰۵۵۷	-	-
۷	اسٹیشنری		۱۵	۱۵
۸	ڈاک، تار ٹیلیفون		۵۰	۵۰
۹	کتب، اخبارات		۵۰	۵۰
۱۰	متفرق		۵۰	۵۰
۱۱	اخراجات رسالہ البشریٰ		۷۰۰	۷۰۰
	میزان عملہ	۹۷۲	۹۷۲	۹۷۲
	کل خرچ عملہ وسائر	۲۰۲۷	۲۰۲۷	۲۰۲۷
	ریزرو مرکزی	۱۳۷۳	۱۳۷۳	۱۳۷۳
	کل میزان	۳۴۰۰	۳۴۰۰	۳۴۰۰

خلاصہ

آمد	۳۴۰۰
خرچ	۳۴۰۰
خالص	-

احمدیہ تحریکِ جدید کے سالانہ بجٹ ۶۷-۱۹۶۶ء
کے صفحہ ۲۵ کا عکس

اسرائیل مشن

ہم یہاں اسرائیل میں قادیانی مشن کا ایک اور ثبوت مع اصل عبارت پیش کرتے ہیں۔ یہ اِقتباس قادیانیوں ہی کی شائع کردہ کتاب ''اَوَر فارن مشن'' مؤلفہ مبارک احمد ص:۷۸ شائع کردہ احمدیہ فارن مشن ربوہ[1] سے لیا گیا ہے، مؤلفِ کتاب مرزا غلام احمد کے پوتے ہیں۔

> احمدیہ مشن اسرائیل میں حیفہ (ماؤنٹ کرمل) مقام پر واقع ہے، اور وہاں ہماری ایک مسجد، ایک مشن ہاؤس، ایک لائبریری، ایک بک ڈپو اور ایک اسکول موجود ہے۔ ہمارے مشن کی طرف سے ''البشریٰ'' کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ جاری ہے جو تیں مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ مسیحِ موعود کی بہت سی تحریریں اس مشن نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔ فلسطین کے تقسیم ہونے سے یہ مشن کافی متأثر ہوا، چند مسلمان جو اس وقت اِسرائیل میں موجود ہیں، ہمارا مشن ان کی ہر ممکن خدمت کر رہا ہے اور مشن کی موجودگی سے اُن کے حوصلے بلند ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ہمارے مشنری کے لوگ حیفہ کے میئر سے ملے اور ان سے گفت وشنید کی، میئر نے وعدہ کیا کہ احمدیہ جماعت کے لئے کبابیر میں حیفہ کے قریب وہ ایک اسکول بنانے کی اجازت دے دیں گے۔ یہ علاقہ ہماری جماعت کا مرکز اور گڑھ

(۱) موجودہ نام ''چناب نگر''۔

ہے۔ کچھ عرصہ بعد میئر صاحب ہماری مشنری دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ حیفہ کے چار معززین بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ اُن کا پُر وقار استقبال کیا گیا جس میں جماعت کے سرکردہ ممبر اور اسکول کے طالبِ علم بھی موجود تھے۔ اُن کی آمد کے اعزاز میں ایک جلسہ بھی منعقد ہوا، جس میں انہیں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ واپسی سے پہلے میئر صاحب نے اپنے تاثرات مہمانوں کے رجسٹر میں بھی تحریر کیئے۔ ہماری جماعت کے موٴثر ہونے کا ثبوت ایک چھوٹے سے مندرجہ ذیل واقعے سے ہوسکتا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں جب ہمارے مبلغ چودھری محمد شریف صاحب ربوہ(۱) پاکستان واپس تشریف لا رہے تھے، اس وقت اسرائیل کے صدر نے ہماری مشنری کو پیغام بھیجا کہ چودھری صاحب روانگی سے پہلے صدر صاحب سے ملیں۔ موقع سے فائدہ اُٹھا کر چودھری صاحب نے ایک قرآنِ حکیم کا نسخہ جو جرمن زبان میں تھا صدرِ محترم کو پیش کیا، جس کو خلوصِ دِل سے قبول کیا گیا، چودھری صاحب کا صدر صاحب سے انٹرویو اسرائیل کے ریڈیو پر نشر کیا گیا اور ان کی ملاقات کا حال اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع کیا گیا۔

***

(۱) موجودہ نام "چناب نگر"۔

This substracts has been taken from page.79 of the fourth revised edition of the book styled as "OUR FOREIGN MISSION" written by Mirza Mubarak Ahmad son of Late Mirza Bashiruddin Mahmod Ahmad and Grandson of Mirza Ghulam Ahmad which published in 1965 by Ahmadiyya Muslim Foreign Missions Rabwah, West Pakistan, and printed at Nusrat Art Press Rabwah.

ISRAEL MISSION

The Ahmadiyya mission in Israel is situated in Haifa at Mount Karmal. We have a mosque there, a Mission House, a library, a book depot and a school. The mission also brings out a montly, entitled AL-BUSHRA, which is sent out to thirty different countries accessible though medium of Arabic. Many works of the promised Messiah have been translated into Arabic through this mission.

In many ways this Ahmadiyya mission has been deeply affected by the partition of what formerly was called Palestine. The small number of Muslims left in Israel derives a great deal of strength from the presence service to there. Some time ago, our missionary had an interview with the Mayor of Haifa, when during the discussion on many points, he offered to build for us a school at Kababeer, a village near Haifa, where we have a strong and well-established Ahmadiyya community of Palestinian Arabs. He also promised that he would come to see your missionary at Kababeer, which he did later, accompanied by four notables from Haifa. He was duly received by members of community and by the students of our school, a meeting having been held to welcome the guests. Before his return he entered his impressions in the Visitor's Book.

Another small incident, which would give readers some idea of the position our mission in Israel occupies, is that in 1956 when our missionary, Choudhry Muhammad Sharif, returned to the Headquarters of the Movement in Pakistan, the President of Israel sent word that he (our missionary) should see him before embarking on the journey back, Choudhry Muhammad Sharif utilized the opportunity to present a copy of the German translation of the Holy Quran to the President, which he gladly accepted. This interview and what transpired at it was widely reported in the Israeli Press, and a brief account was also broadcast on the radio.

(OUR FOREIGN MISSION)

(by Mirza Mubarak Ahmad)

یہودیوں اور قادیانیوں کی نظریاتی مماثلت اور اِشتراک کا تجزیہ کرتے ہوئے آج سے ۲۸ سال قبل علامہ اقبال نے کہا تھا کہ مرزائیت اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے کہ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔ (حرفِ اقبال ص:۱۱۵)
مگر ۱۹۳۶ء میں تو یہ ایک نظری بحث تھی، جس پر رائے زنی کی گنجائش ہوسکتی تھی، لیکن بعد میں علم ونظر کے دائرے سے لے کر سعی وعمل کے میدان میں دونوں یعنی قادیانیت اور صیہونیت کا باہمی اِشتراک اور تماثل ایک بدیہی حقیقت کی شکل میں سامنے آیا۔

مرزائیت اور یہودیت کا باہمی اِشتراک

یہ باہمی ربط وتعلق کن مشترکہ مقاصد پر مبنی ہے، اس کے لئے ہمیں زیادہ غور وفکر کی ضرورت نہیں۔ انگریزی سامراج کی اسلام دُشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، اور صیہونی اِستعمار بھی مغرب کا آلۂ کار بن کر مسلمان بالخصوص عربوں کے لئے ایک چیلنج بنا ہوا ہے۔ دونوں کے مقاصد اور وفاداریاں اسلام سے عداوت، پاکستان دُشمنی کا منطقی نتیجہ قادیانیوں اور اِسرائیل کے باہمی گہرے دوستانہ تعلقات کی شکل میں برآمد ہوا۔ عالمِ عرب کے بعد اگر اِسرائیل اپنا سب سے بڑا دُشمن کسی ملک کو سمجھتا تھا تو وہ پاکستان ہی تھا۔ اسرائیل کے بانی ڈیوڈ بن گوریان نے اگست ۱۹۶۷ء میں سارابوں یونیورسٹی پیرس میں جو تقریر کی وہ اس کا واضح ثبوت ہے، بن گوریان نے کہا:-

> پاکستان دراصل ہمارا آئیڈیالوجیکل چیلنج ہے، بین الاقوامی، صیہونی تحریک کو کسی طرح پاکستان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہئے اور نہ پاکستان کے خطرے سے غفلت کرنی چاہئے۔

آگے چل کر پاکستان اور عربوں کے باہمی رشتوں کا ذِکر کرتے ہوئے کہا کہ:-

> لہٰذا ہمیں پاکستان کے خلاف جلد از جلد قدم اُٹھانا چاہئے، پاکستان کا فکری سرمایہ اور جنگی قوت ہمارے لئے آگے چل کر سخت مصیبت کا

باعث بن سکتا ہے، لہٰذا ہندوستان سے گہری دوستی ضروری ہے، بلکہ ہمیں اس تاریخی عناد و نفرت سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے جو ہندوستان، پاکستان کے خلاف رکھتا ہے۔ یہ تاریخی عناد ہمارا سرمایہ ہے، ہمیں پوری قوت سے بین الاقوامی دائروں کے ذریعے سے اور بڑی طاقتوں میں اپنے نفوذ سے کام لے کر ہندوستان کی مدد کرنی اور پاکستان پر بھرپور ضرب لگانے کا اِنتظام کرنا چاہیئے، یہ کام نہایت رازداری کے ساتھ اور خفیہ منصوبوں کے تحت انجام دینا چاہیئے۔

(یروشلم پوسٹ ۱۹ ر اگست ۱۹۶۷ء از روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور ص:۱ مؤرخہ ۲۲ ر مئی ۱۹۷۲ء و ۳ ر دسمبر ۱۹۷۳)

بن گوریان نے پاکستان کے جس فکری سرمایہ اور جنگی قوت کا ذِکر کیا ہے وہ کونسی چیز ہے اس کا جواب ہمیں مشہور یہودی فوجی پروفیسر ہرٹر سے مل جاتا ہے، وہ کہتے ہیں:-

پاکستانی فوج اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے غیر معمولی عشق رکھتی ہے، یہی وہ بنیاد ہے جس نے پاکستان اور عربوں کے باہمی رشتے مستحکم کر رکھے ہیں، یہ صورتِ حال عالمی یہودیت کے لئے شدیدہ خطرہ رکھتی ہے اور اِسرائیل کی توسیع میں حائل ہو رہی ہے، لہٰذا یہودیوں کو چاہیئے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے پاکستانیوں کے اندر سے حبِ رسول کا خاتمہ کریں۔ (''نوائے وقت'' ص:٦ ۲۲ ر مئی ۱۹۷۲ء، نیز جزائر برطانیہ میں صیہونی تنظیموں کا آرگن جیوئش کرانکل ۱۹ ر اگست ۱۹۶۷ء)

بن گوریان کے بیان کے پس منظر میں یہ بات تعجب خیز ہو جاتی ہے کہ پاکستان سے اس شدّت سے نفرت کرنے والے اسرائیل نے ایسی جماعت کو سینے سے کیوں لگائے رکھا جن کا ہیڈ کوارٹر یعنی پاکستان ہی ان کے لئے نظریاتی چیلنج ہے۔ ظاہر ہے پاکستانی فوج کی فکری اساس رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی عشق اور جنگی قوت کا راز

جذبہ جہاد ختم کرنے کے لئے جو جماعت نظریۂ انکارِ ختم نبوت اور ممانعتِ جہاد کی علم بردار بن کر اُٹھی تھی وہی پورے عالمِ اسلام اور پاکستان میں ان کی منظورِ نظر بن سکتی تھی۔ واضح رہے کہ بہت جلد جب سامراجی طاقتوں اور صہیونیوں کو مشرقی پاکستان کی شکل میں اپنے جذباتِ عناد نکالنے کا موقع ہاتھ آیا تو اسرائیلی وزیرِ خارجہ ابا یبان نے نہ صرف اس تحریکِ علیحدگی کو سراہا بلکہ بروقت ضروری ہتھیار بھی فراہم کرنے کی پیشکش کی۔

اس تاثر کو موجودہ وزیرِ اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے اس بیان سے اور زیادہ تقویت ملتی ہے جس میں انہوں نے انکشاف کیا کہ پاکستان کے عام انتخابات ۱۹۷۰ء میں اسرائیلی روپیہ پاکستان آیا اور انتخابی مہم میں اس کا استعمال ہوا۔ آخر وہ روپیہ مرزائیوں کے ذریعے نہیں تو کس ذریعے سے آیا۔ اور پاکستان کے وجود کے خلاف ''تل ابیب'' میں تیار کی گئی سازش جس کا انکشاف بھٹو صاحب نے ''الاہرام'' مصر کے ایڈیٹر حسنین ہیکل کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا، کیسے پروان چڑھی جبکہ پاکستان کے اسرائیل کے ساتھ سوائے قادیانی مشنوں کے اور کوئی رابطہ نہیں تھا۔

اگر قادیانی جماعت بین الاقوامی صہیونیت کی آلۂ کار نہ ہوتی اور عالمِ اسلام اور پاکستان کے خلاف اس کا کردار نہایت گھناؤنا نہ ہوتا تو کبھی بھی اسرائیل کے دروازے ان پر نہ کھل سکتے۔ قادیانی اس بارے میں ہزار مرتبہ تبلیغ و دعوتِ اسلام کے پردے میں پناہ لینا چاہیں مگر یہ سوال اپنی جگہ قائم رہے گا کہ اسرائیل میں کیا یہ تبلیغ ان یہودیوں پر کی جارہی ہے جنہوں نے صہیونیت کی خاطر اپنے بلاد اور اَوطان کو خیر باد کہا اور تمام عصبیتوں کے تحت اسرائیل میں اکٹھے ہوئے یا ان بچے کھچے مسلمان عربوں پر مشقِ تبلیغ کی جارہی ہے جو پہلے سے محمدِ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلقہ بگوش ہیں اور صہیونیت کے مظالم سہ رہے ہیں۔

اسرائیل نے ۱۹۶۵ء اور پھر ۱۹۷۳ء میں عربوں پر مغربی حلیفوں کی مدد سے بھرپور جارحانہ حملہ کیا، جنگ چھڑی تو قادیانیوں کو اسرائیل سے باہمی روابط و تعلقات کے تقاضے پورا کرنے اور حقِ دوستی ادا کرنے کا موقع ملا اور دونوں نے عالمِ اسلام کے خلاف

جی بھر کر اپنی تمنائیں نکالیں۔ قادیانیوں کی وساطت سے عرب گوریلا اور چھاپہ مار تنظیموں کے خلاف کارروائیاں کی جاتی رہیں، ان تنظیموں میں مسلمان ہونے کے پردے میں قادیانی اثر ورسوخ حاصل کر کے داخلی طور پر سبوتاژ کرتے رہے اور حالیہ عرب اسرائیل جنگوں میں وہ یہودیوں کے ایسے وفادار بنے جیسے کہ برطانوی دور میں انگریز کے، اور یہ اس لئے بھی کہ عربوں کی زبردست تباہی کے بارے میں مرزا غلام احمد کا وہ خودساختہ اِلہام بھی پورا ہو جس میں عربوں کی تباہی کے بعد سلسلۂ احمدیہ کی ترقی وعروج کی خبر ان الفاظ میں دی گئی جو درحقیقت اِلہام نہیں بلکہ اِلہام کے پردے میں اپنے بیٹے کو آئندہ اسلام اور عرب دُشمن سازشوں کی راہ دِکھائی گئی تھی:-

> خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ ایک عالمگیر تباہی آوے گی اور اس تمام واقعات کا مرکز ملکِ شام ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب (یعنی ان کے مخاطب پیر سراج الحق قادیانی) اس وقت میرا لڑکا موعود ہوگا خدا نے اس کے ساتھ ان حالات کو مقدّر کر رکھا ہے ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلے کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلے میں داخل ہوں گے، تم اس موعود کو پہچان لینا۔
>
> (تذکرہ، مرزا کا مجموعہ وحی والہام مطبوعہ چناب نگر (ربوہ) ص:۷۹۹ طبع دوم)

علامہ اقبال نے ایسے ہی اِلہامات کے بارے میں کہا تھا ؎

محکوم کے اِلہام سے اللہ بچائے
غارت گرِ اقوام ہے وہ صورتِ چنگیز

خلافتِ عثمانیہ اور ترکی

قادیانی جماعت کا ایڈریس بخدمت ایڈورڈ میکلیگن لیفٹیننٹ گورنر پنجاب اخبار "الفضل" ۲۲؍دسمبر ۱۹۰۹ء جلد ۷ نمبر ۴۸:-

ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ مذہباً ہمارا ترکوں سے کوئی تعلق نہیں، ہم اپنے مذہبی نقطۂ خیال کے اس امر کے پابند ہیں کہ اس شخص کو اپنا پیشوا سمجھیں جو مسیحِ موعود کا جانشین ہو اور دُنیاوی لحاظ سے اس کو اپنا بادشاہ اور سلطان یقین کریں جس کی حکومت کے نیچے ہم رہتے ہیں، پس ہمارے خلیفہ حضرت مسیحِ موعود (مرزا صاحب) کے خلیفہ ثانی ہیں اور ہمارے بادشاہ حضور سلطان ملک معظم ہیں، سلطان ٹرکی ہرگز خلیفۃ المسلمین نہیں۔ (صیغہ اُمورِ عامہ قادیان کا اعلان مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان جلد ۷ نمبر ۱۶۱، ۱۶ر جنوری ۱۹۲۰ء)

اخبار ''لیڈر'' اِلہ آباد مجریہ ۲۱ر جنوری ۱۹۲۰ء میں خلافت کانفرنس کا ایڈریس

بخدمت جناب وائسرائے شائع کیا گیا، فہرست دستخط کنندگان میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نام سے پہلے کسی شخص مولوی محمد علی قادیانی کا نام درج ہے۔ مولوی محمد علی کے نام کے ساتھ قادیانی کا لفظ محض اس لئے لگایا گیا کہ لوگوں کو دھوکا دیا جائے ورنہ قادیان سے تعلق رکھنے والا احمدی نہیں ہے جو سلطان ٹرکی کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولوی صاحب لاہوری سرگروہ کے غیر مبائع ہیں لیکن وہ لفظ قادیان کے ساتھ لکھنے کے ہرگز مستحق نہیں۔ نہ اس لئے کہ وہ قادیان کے باشندے ہیں اور نہ اس لئے کہ مرکزِ قادیان سے رکھنے والے کسی احمدی کا یہ عقیدہ نہیں کہ سلطان ٹرکی خلیفۃ المسلمین ہے۔

خلافتِ عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور عربوں کو ترکوں سے لڑانے میں قادیانی انگریز کے شانہ بشانہ شریک رہے، اس کا ایک اندازہ اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے جو دمشق

کے ایک مطبوعہ رسالے ''القادیانیۃ'' میں مرزائیوں کے سیاسی خدوخال اور اِستعماری فرائض و مناصب کی نشاندہی کے بعد لکھا گیا ہے کہ پہلی جنگِ عظیم میں انگریزوں نے مرزا بشیرالدین محمود احمد کے سالے ولی اللہ زین العابدین کو سلطنتِ عثمانیہ بھیجا، وہاں پانچویں ڈویژن کے کمانڈر جمال پاشا کی معرفت ۱۹۱۷ء میں قدس یونیورسٹی میں دِینیات کا لیکچرر ہوگیا، لیکن جب انگریزی فوجیں دمشق میں داخل ہوگئیں تو ولی اللہ نے اپنا لبادہ اُتارا اور انگریزی لشکر میں آگیا اور عربوں کو ترکوں سے لڑانے بھڑانے کی مہم کا اِنچارج رہا، عراقی اس سے واقف ہوگئے تو گورنمنٹِ اِنڈیا نے وہاں ان کے ٹکے رہنے پر زور دیا لیکن عراقی حکومت نہ مانی تو بھاگ کر قادیان آگیا اور ناظر اُمورِ عامہ بنادیا گیا۔

(عجمی اسرائیل ص: ۲۷ بحوالہ القادیانیۃ طبع دمشق)

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد رسالہ ''القادیانیۃ'' نے لکھا ہے کہ کسی بھی مسلمان عرب ریاست میں مرزائیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں، بلکہ ان کے ایسے کارناموں کی بدولت پاکستان کو عربوں میں ہدف بنایا جاتا ہے۔ سقوطِ خلافتِ عثمانیہ کے بعد مصطفیٰ کمال کے دور میں بھی مرزائیوں کی سازشیں جاری رہیں اور یہ روایت عام ہے کہ ترکی میں دو قادیانی مصطفیٰ صغیر کی ٹیم کا رکن بن گئے، مصطفیٰ صغیر کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ قادیانی تھا اور مصطفیٰ کمال کو قتل کرنے پر مامور ہوا تھا لیکن راز فاش ہونے پر موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔

افغانستان

گورنمنٹِ افغانستان کے خلاف سازشی خطوط اور جہاد کے جذبے کی مخالفت کا ذِکر پہلے مدلل طور پر آچکا ہے، چند مزید حقائق سنئے:

جمعیۃ الاقوام سے افغانستان کے خلاف مداخلت کی اپیل

جماعتِ احمدیہ کے اِمام مرزا بشیرالدین محمود صاحب خلیفۃ المسیح الثانی

نے ''لیگ اقوام'' سے پُر زور اپیل کی کہ حال میں پندرہ...... پولیس کانسٹیبلوں اور سپرنٹنڈنٹ کے رُوبرو دو احمدی مسلمانوں کو محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے حکومتِ کابل نے سنگسار کردیا ہے، اس لئے دربارِ افغانستان سے باز پُرس کے لئے مداخلت کی جائے، کم از کم ایسی حکومت اس قابل نہیں کہ مہذّب سلطنتوں کے ساتھ ہمدردانہ تعلقات رکھنے کے قابل سمجھی جائے۔

(''الفضل'' قادیان ج ۱۲ نمبر ۵۹، ۲۸ر فروری ۱۹۲۵ء)

امیر امان اللہ خان نے نادانی سے انگریزوں کے خلاف جنگ شروع کی

میاں محمود احمد نے اپنے خطبہ جمعہ مطبوعہ ''الفضل'' ج ۶، ۲۷ر مئی ۱۹۱۹ء میں کہا:-

اس وقت (بعہد شاہ امان اللہ خان) جو کابل نے انگریزوں کے ساتھ جنگ شروع کی ہے نادانی کی ہے۔ احمدیوں کا فرض ہے کہ گورنمنٹ کی خدمت کریں، کیونکہ گورنمنٹ کی اطاعت ہمارا فرض ہے، لیکن افغانستان کی جنگ احمدیوں کے لئے ایک نئی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ کابل وہ زمین ہے جہاں ہمارے نہایت قیمتی وجود مارے گئے......اور بے سبب اور بلاوجہ مارے گئے۔ پس کابل وہ جگہ ہے جہاں احمدیت کی تبلیغ منع ہے اور اس پر صداقت کے دروازے بند ہیں۔ اس لئے صداقت کے قیام کے لئے گورنمنٹِ برطانیہ کی فوج میں شامل ہوکر ان ظالمانہ روکوں کو دفع کرنے کے لئے گورنمنٹِ برطانیہ کی مدد کرنا احمدیوں کا مذہبی فرض ہے۔ پس کوشش کرو کہ تمہارے ذریعے سے وہ شاخیں پیدا ہوں جن کی مسیحِ موعود نے اطلاع دی۔

جنگِ کابل میں مرزائیوں کی انگریزوں کو معقول اِمداد

جب کابل کے ساتھ جنگ ہوئی تب بھی ہماری جماعت نے اپنی طاقت سے بڑھ کر مدد دی اور علاوہ کئی قسم کی خدمات انجام دیں۔ ایک ڈبل کمپنی پیش کی، بھرتی بوجہ جنگ ہونے کے رُک گئی ورنہ ایک ہزار سے زائد آدمی اس کے لئے نام لکھوا چکے ہیں۔ اور خود ہمارے سلسلے کے بانی کے چھوٹے صاحبزادے اور ہمارے موجودہ اِمام کے چھوٹے بھائی نے اپنی خدمات پیش کیں اور چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں آنریری طور پر کام کرتے رہے۔

افریقی ممالک میں اِستعماری اور صہیونی سرگرمیاں

افریقہ دُنیا کا واحد برِاعظم ہے جہاں سے برٹش امپائر نے اپنا پنجۂ اِستبداد سب سے آخر میں اُٹھایا اور آج تک کچھ علاقے برطانوی سامراجی اثرات کے تابع ہیں، مغربی افریقہ میں قادیانیوں نے اِبتدا ہی میں برطانوی سامراج کے لئے اَڈّے قائم کئے اور ان کے لئے جاسوسی کی۔ ’’دی کیمبرج ہسٹری آف اسلام‘‘ مطبوعہ ۱۹۷۰ء میں مذکور ہے:-

"The Ahmadiyya first appeared on the West African coast during the first world war, when several young men in lagus and free town joined by mail. in 1921 the first Indian missionarry arrived. Too under though to gaw a footing in the Muslims interior, the Ahmadiyya remain confined principally to southern Nigeria, Southern Goldcoast Sirerraleone. It strengthened the ranks of those Muslims actively loyal to the British, and it contributed to the modernization of Islamic organization in the area." (The Cambrige History of Islam Vol II edited by Holt, Lambton, and Levis, Cambridge University Press, 1970, P-400)

ترجمہ:- پہلی جنگِ عظیم کے دوران احمدی فرقے کے لوگ مغربی افریقہ کے ساحل تک پہنچے جہاں لاگوس اور فری ٹاؤن کے چند نوجوان ان تک پہنچے۔ ۱۹۲۱ء میں پہلی ہندوستانی مشنری وہاں آئی، اگرچہ یہ لوگ کسی عقیدے کا پرچار نہیں کر سکے لیکن ان کا ارادہ مسلم آبادی کے اندرونی علاقوں میں قدم جمانا تھا، یہ لوگ زیادہ تر جنوبی نائیجریا، جنوبی گولڈ کوسٹ اور سیرالیون میں سرگرمِ عمل رہے، ان لوگوں نے ان مسلمان دستوں کو مضبوط کیا جو کہ مملکتِ برطانیہ کے حد درجہ وفادار تھے، اور ان علاقوں میں اسلام کو جدید تقاضوں سے ہمکنار کرتے رہے۔

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ قادیانی ۱۹۲۱ء کے بعد زیادہ تر جنوبی گولڈ کوسٹ اور سیرالیون میں سمٹے رہے اور غلام ہندوستان کی طرح یہاں کے مسلمانوں کو برطانوی اطاعت اور عقیدۂ جہاد کی ممانعت کی تبلیغ کر کے برطانیہ سے وفاداریوں کو مضبوط بنانے کی کوشش کی گئی، حال ہی میں قادیانیوں نے "افریقہ سپیکس" کے نام سے مرزا ناصر احمد کے دورۂ افریقہ کی جو رُوئیداد چھاپی ہے وہ افریقہ میں قادیانی ریشہ دوانیوں کا منہ بولتا ثبوت ہے، اس میں یہ عبارت خاص طور پر قابلِ غور ہے:-

"One of the main points of Ghulam Ahmad's has been rejection of "Holy War" and forcible conversion." (Africa Speaks, page 93, published by Majlis Nusrat Jahan Tahrik-e-Jadid, Rabwah)

یعنی غلام احمد کے اہم معتقدات میں سے ایک مقدس جنگ (جہاد) کا اِنکار ہے۔

آخر ماریشس ایک افریقی جزیرہ ہے، ۱۹۶۰ء میں یہاں سے "دی مسلم اِن ماریشس" یعنی ماریشس میں مسلمان کے نام سے جناب ممتاز عمریت کی ایک کتاب شائع

ہوئی جس کا دیباچہ ماریشس کے وزیر اعظم نے لکھا، کتاب میں فاضل مصنف نے بڑی محنت سے قادیانیوں کی ایسی تخریبی سرگرمیوں کا ذکر کیا جو مسلمانوں کے لئے تکالیف کا باعث بن رہی ہیں...... اُنہوں نے اس سلسلے میں مسلمانوں کی طرف سے دائر کردہ ایک مقدمے کا ذِکر کیا ہے، مسجد روز ہل کا یہ مقدمہ بقول مصنف کے تاریخِ ماریشس کا سب سے بڑا مقدمہ کہلاتا ہے، جس میں دو سال تک سپریم کورٹ نے بیانات لئے، شہادتیں سنیں اور ۱۹ر نومبر ۱۹۲۰ء کو چیف جج سرائے ہرچیز وڈ رنے فیصلہ دیا کہ "مسلمان الگ اُمت ہیں اور قادیانی الگ۔"

کتاب کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہاں بھی ان کی آمد برطانوی فوج کی شکل میں اس کے اِستعماری مقاصد ہی کے لئے ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ قادیانی مذہب سے تعلق رکھنے والے دو فوجی ماریشس پہنچے، ان میں سے ایک کا نام دِین محمد اور دُوسرے کا نام بابو اِسماعیل خان تھا، وہ سترہویں رائفل انفنٹری سے تعلق رکھتے تھے، ۱۹۱۵ء تک یہ فوجی اپنی تبلیغی کارروائیاں (فوجی ہوکر تبلیغی کارروائیاں؟ قابلِ غور) کرتے رہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے "المنبر" لائل پور، ج۹ ش ۲۲ ص:۷، ۸)

دو سال قبل افریقہ میں تبلیغ کے نام پر جو دو اسکیمیں نصرت جہاں ریزرو فنڈ اور آگے بڑھو اسکیم کی جاری کی گئیں اس کی داغ بیل لندن ہی میں رکھی گئی اور مرزا ناصر احمد نے اکاؤنٹ کھلوایا۔ ("الفضل" چناب نگر (ربوہ) ۲۹ر جولائی ۱۹۷۲ء)

افریقہ میں اپنی کارکردگیوں کے بارے میں قادیانی مبلغ برطانیہ میں مقیم ان ممالک کے ہائی کمشنروں سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں اور انہیں معلومات بہم پہنچاتے ہیں، برطانوی وزارتِ خارجہ قادیانیوں کی ان تمام مشنوں کی حفاظت کرتی ہے۔

اور جب کچھ لوگ برطانوی وزارتِ خارجہ سے اس تعجب کا اِظہار کرتے ہیں کہ براعظم افریقہ میں قادیانیوں کے اکثر مشن برطانوی مقبوضات ہی میں کیوں ہیں اور برطانیہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور وہ دیگر مشنریوں سے زیادہ قادیانیوں پر مہربان ہے تو وزارتِ خارجہ

نے جواب دیا کہ سلطنت کے مقاصد، تبلیغ کے مقاصد سے مختلف ہیں۔ جواب واضح تھا کہ سامراجی طاقتیں اپنی نوآبادیات میں اپنے سیاسی مفادات اور مقاصد کو تبلیغی مقاصد پر ترجیح دیتی ہیں اور وہ کام عیسائی مبلغین سے نہیں مرزائی مشنوں ہی سے ہوسکتا ہے۔

افریقہ میں صہیونیت کا ہراوَل دستہ

برطانوی مفادات کے تحفظ کے علاوہ یہ قادیانی مشن افریقہ میں اسرائیل اور صہیونیت کے بھی سب سے مضبوط اور وفادار ہراوَل دستہ ہیں، مرزا ناصر احمد صاحب نے ۱۳/جولائی ۱۹۷۳ء سے ۲۶/ستمبر ۱۹۷۳ء تک بیرونی ممالک کا جو دورہ کیا اس کی غرض وغایت بھی قطعاً سیاسی تھی، لندن مشن کے محمود ہال میں جو پوشیدہ سیاسی میٹنگیں ہوئیں ان کا مقصد افریقہ میں اسرائیل اور یورپی اِستعمار کے سیاسی مقاصد کی تکمیل تھی۔

(ماہنامہ ''الحق'' ج ۹ ش ۲ ص:۵۲)

''الفضل'' ربوہ[(۱)] یکم جولائی ۱۹۷۲ء نے لندن مشن کے پریس سیکرٹری خواجہ نذیر احمد کی اطلاع کے مطابق مغربی افریقہ کے ان ممالک کے ان سفیروں سے ملاقات کی گئی جن کا مرزا ناصر احمد دورہ کر چکے ہیں، پریس سیکرٹری لکھتے ہیں:-

> مغربی افریقہ کے ان چھ ممالک کے سفراء کو اپنی مساعی اور خدمات سے روشناس کرانے کے لئے مکرم ومحترم بشیر احمد خان رفیق اِمام مسجد فضل لندن نے سہ رُکنی وفد کی قیادت فرماتے ہوئے جس میں مکرم چوہدری ہدایت اللہ سینئر سیکرٹری سفارت خانہ پاکستان اور خاکسار خواجہ نذیر احمد پریس سیکرٹری مسجد فضل لندن، ہزایکسی لینسی ایچ وی ایچ سیکی ہائی کمشنر غانا متعینہ لندن سے ملاقات کی۔
>
> (''الفضل'' ربوہ (چناب نگر) ۲۸/جون ۱۹۷۲ء)

(۱) موجودہ نام ''چناب نگر''۔

افریقہ میں ان سرگرمیوں کی وسعتِ کارکردگی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب تو عالمی صہیونی تنظیم (WZO) اور اسی کی تمام ایجنسیاں اور اسرائیل کی ''جیوش ایجنسی'' کھل کر افریقہ میں قادیانیوں کو اپنے مذموم مقاصد کے آلۂ کار بنانے کی خبریں عربوں کے لئے تشویش کا باعث بن چکی ہیں۔ عرب اسرائیل جنگ کے بعد جن افریقی ممالک نے اسرائیل سے تعلقات توڑے قادیانیوں نے ایسے ممالک کی مخالف حکومت تحریکوں کے ساتھ مل کران پر سیاسی دباؤ ڈالا۔

لاکھوں کروڑوں کا سرمایہ

افریقی ممالک میں ان مقاصد کے لئے لاکھوں اور کروڑوں روپے کا سرمایہ کہاں سے فراہم ہوتا ہے؟ یہ ایک معما ہے جس نے عالمِ عرب کے مشہور مصنف علامہ محمد محمود الصواف کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے، وہ اپنی ایک تازہ تصنیف: "المخططات الإستعمارية لمكافحة الإسلام" کے ص: ۲۵۳ پر رقم طراز ہیں:۔

ولا تزال هذه الطائفة الكافرة تعيث فى الأرض فسادًا وتسعىٰ جاهدةً لحرب ومكافحة الإسلام فى كلّ ميدان خاصةً فى إفريقيا ولقد وصلتنى رسالة من يوغندا بإفريقيا الشرقية ومعها كتاب "حمامة البشرىٰ" وهو من مؤلفات كذّاب قاديان احمد المسيح الموعود والمهدى المعهود بزعمهم وقد وزع منه الكثير هناك وهو ملیء بالكفر والضلال۔

والرسالة التى وردتنى من أحد كبار الدعاة الإسلاميين هناك يقول فيها:

لقد دهانا ودهى الإسلام من القاديانية شیء عظيم لقد استفحل امرهم جدًّا ونشطوا كثيرًا فى دعايتهم وينفقون اموالًا لا تدخل تحت الحصر، ولا شك أنها اموال

الإستعمار والمبشرين بل بلغني نبأ يكاد يكون مؤكدًا أن هناك جمعية تبشيرية قوية مركزها اديس ابابا عاصمة الحبشة وان ميزانية هذه الجمعية ۳۵ مليون دولا وانها متركزة لمحاربة الإسلام۔

ترجمہ:- یہ کافر جماعت ہمیشہ زمین میں فساد پھیلا کر اِسلام کی مخالفت ہر میدان میں کرتی چلی آرہی ہے، خاص کر افریقہ میں ان کی سرگرمیاں تیزی سے بڑھ رہی ہیں، مجھے اس سلسلے میں مشرقی افریقہ کے یوگنڈا سے ایک خط ملا، جس کے ساتھ مرزا غلام احمد کذّاب کی، جوان کے زعم میں مسیح اور مہدیٔ موعود ہیں، کتاب حمامۃ البشریٰ بھی تھی، جو وہاں بڑی تعداد میں تقسیم کی گئی اور جو کفر اور گمراہی سے بھری پڑی ہے۔

یہ خط جو مجھے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے داعی اور رہنما نے لکھا تھا، اس میں یہ کہا گیا:-

یہاں قادیانیوں کی روزافزوں سرگرمیاں ہمارے لئے اور اِسلام کے لئے سخت تشویش کا باعث بن گئی ہیں، یہ لوگ یہاں اتنی دولت خرچ کررہے ہیں جو حساب سے باہر ہے، اور بلاشبہ یہ مال ودولت سامراج اور اس کے مشنری اِداروں ہی کا ہوسکتا ہے، مجھے تو یہاں تک ثقہ اِطلاع پہنچی ہے کہ وہاں حبشہ کے عدیس ابابا میں ان لوگوں کے ایک مضبوط مشن کا سالانہ بجٹ ۳۵ ملین ڈالر ہے، اور یہ مشن اسلام دُشمنی ہی کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

علامہ صواف نے عدیس ابابا حبشہ کے جس مشن کے ۳۵ ملین ڈالروں (پاکستانی حساب سے ۳۵ کروڑ روپے) کا ذِکر کیا ہے، معلوم نہیں پچھلے کئی سال سے حبشہ میں

مسلمانوں کی حسرت ناک تباہی اور بربادی میں اس کا کتنا حصہ ہوگا؟ یہ راز کھل جائے تو جوبلی فنڈ اسکیم کے لئے مرزا ناصر احمد کے ڈیڑھ کروڑ روپے کی اپیل کے جواب میں نو کروڑ روپے تک جمع ہونے کے امکان کی گتھی بھی سلجھ جائے جس کا مژدہ انہوں نے ''الفضل'' ربوہ[1] (۵/مارچ ۱۹۷۴ء) میں اپنے پیروؤں کو سنایا ہے، مذکورہ تفصیل پڑھ کر سوائے اس کے اور کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر افریقہ ابھی تک فرنگی شاطروں کے پنجۂ استبداد سے مکمل طور پر نجات حاصل نہیں کرسکا اور وہ عالمی صیہونیت کی بھی آماجگاہ بنا ہوا ہے تو اور وجوہات کے علاوہ اس کی ایک وجہ اسلام اور عالمِ اسلام سے دیرینہ غداری کرنے والی مرزائیوں کی جماعت بھی ہے۔

مسلمانانِ برِصغیر کی فلاح و بہبود کی تنظیمیں اور مرزائیوں کا کردار

اب برِصغیر کی تحریکِ آزادی، مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی تحریکوں اور قیامِ پاکستان کے سلسلے میں اِبتدا سے لے کر اَب تک مرزائیوں کے کردار اور قیامِ پاکستان کے بعد ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک قادیانی اسٹیٹ کے قیام، یا بصورتِ دیگر اکھنڈ بھارت کے لئے ان کے خطرناک سیاسی عزائم اور سرگرمیوں کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں۔

انگریز کے دورِ حکمرانی میں برِصغیر میں مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے جتنی بھی تحریکیں اُٹھیں، مذکورہ تفصیلات سے بخوبی واضح ہوچکا کہ مرزائیوں نے نہ صرف انگریز کی خوشنودی کے لئے اسے نقصان پہنچایا، بلکہ ایسے تمام موقعوں پر جہادِ آزادی ہو یا کوئی اور تحریک، مرزائیوں کا کام انگریز کے لئے جاسوسی کرنا اور ان کو خفیہ معلومات فراہم کرنا اور درپردہ اِستعماری مقاصد کے لئے ایسی تحریکوں کو غیر مؤثر بنانا تھا۔ جہاد اور انگریزی اِستعمار کے سلسلے میں ہند و بیرونِ ہند اس جماعت کی سرگرمیاں سابقہ تفصیلات سے سامنے آچکی ہیں۔ یہ جاسوسی سرگرمیاں اگر عرب اور مسلم ممالک میں جاری رہیں، تو دُوسری طرف مرزا صاحب نے جبکہ علمائے حق نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا، جمعہ وغیرہ کے نام پر شوشے

(۱) موجودہ نام ''چناب نگر''۔

چھوڑ کر ایک اِشتہار برطانوی افسران کے پاس بھیجا اور انگریز حکومت کو مشورہ دیا کہ مسئلہ جمعہ کے ذریعے اس ملک کو دارالحرب قرار دینے والے نالائق نام کے بدباطن مسلمانوں کی شناخت ہو سکے گی جمعہ جو عبادت کا مقدس دن تھا مرزا صاحب نے اسے کمالِ عیاری سے بقول ان کے انگریز گورنمنٹ کے لئے ایک سچے مخبر اور کھرے اور کھوٹے کے امتیاز کا ذریعہ بنا دیا۔ (تبلیغ رسالت ج:۵، فاروق پریس قادیان، مجموعہ اشتہارات ج:۲ ص:۲۲۷، ۲۲۸)

ایک دُوسرے اشتہار قابلِ توجہ گورنمنٹ میں مرزا صاحب نے ایسے ایک جاسوسی کارنامے کا ذِکر بڑے فخر سے کیا اور کہا:-

> چونکہ قرینِ مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دِلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دِلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیتِ جمعہ سے منکر ہو کر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لئے تجویز کیا گیا ہے تاکہ اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں ....اس لئے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹکل خیر خواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں .... ہم گورنمنٹ میں باادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے۔ (مجموعہ اشتہارات ج:۲ ص:۲۲۷، ۲۲۸)

آگے ایسے نقشے تیار کر کے بھیجنے کا ذِکر ہے جس میں ایسے لوگوں کے نام مع پتہ ونشان ہیں۔ (تبلیغ رسالت ج:۵ ص:۱۱، مجموعہ اشتہارات ج:۲ ص:۲۲۷، ۲۲۸)

مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے لئے جدوجہد کرنے والی تحریکات سے غداری کی ایک مثال انجمن اسلامیہ لاہور کے اس میمورنڈم سے لگائی جاسکتی ہے جو اس نے مسلمانوں کے معاشی اور تعلیمی ترقی، اُردو زبان کی ترویج وغیرہ مطالبات مرتب کروانے کے سلسلے میں مشاہیر کو روانہ کیا۔ مرزا صاحب نے مسلمانوں کے ان مطالبات کی شدّومدّ سے مخالفت اور ایسی سرگرمیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ انگریز کے دِل میں نقشِ وفاداری جمانا چاہئے۔ اور کہا کہ انجمن اسلامیہ کو ایسے میمورنڈم پھیلانے کے بجائے برِصغیر کے علماء سے ایسے فتوے حاصل کرنے چاہئیں جن میں مربی ومحسن سلطنتِ انگلشیہ سے جہاد کی صاف ممانعت ہو اور ان کو خطوط بھیج کر ان کی مہریں لگوا کر مکتوباتِ علمائے ہند کے نام سے پھیلایا جائے۔ (اسلامی انجمن کی خدمت میں التماس، براہین احمدیہ حصہ سوم مطبوعہ سفیرِ ہند پریس امرتسر، رُوحانی خزائن ج:۱ ص:۱۳۹)

۱۹۰۶ء میں جب مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا، اس وقت اس جماعت کا مقصد یہ تھا کہ ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کے معاشی حقوق کے لئے جدوجہد کرے، تو مرزا صاحب نے نہ صرف اس لئے شرکت سے انکار بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ کل یہ جماعت انگریز کے خلاف بھی ہوسکتی ہے۔ (گورنمنٹ کی توجہ کے لائق، از مرزا غلام احمد اور سیرت مسیحِ موعود از مرزا بشیرالدین ص:۴۳، ۴۴، انوارالعلوم ج:۳ ص:۳۷۵)

یہی وطیرہ ان کے بعد ان کے جانشینوں کا رہا، ۱۹۳۱ء میں کشمیر کمیٹی کا قیام اور بالآخر مرزا بشیرالدین محمود کی خفیہ سرگرمیوں سے اس کی شکست وریخت اور علامہ اقبال کا اس کمیٹی سے علیحدہ ہونا اور کمیٹی کو توڑ دینا جس کا ذِکر آگے آرہا ہے، یہ سب باتیں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں، علامہ اقبال کو وثوق سے یہاں تک معلوم ہوا کہ:-

> کشمیر کمیٹی کے صدر (مرزا بشیرالدین محمود) اور سیکریٹری (عبدالرحیم) دونوں وائسرائے اور اعلیٰ برطانوی حکام کو خفیہ اطلاعات بہم پہنچانے کا نیک کام بھی کرتے ہیں۔ (پنجاب کی سیاسی تحریکیں ص:۲۱۰، عبداللہ ملک)

یہ جاسوسی سرگرمیاں مرزائی جماعت کے ''مقدس کام'' کا اتنا اہم حصہ ہیں کہ نہ صرف برِصغیر بلکہ پورے عالمِ اسلام میں اس کا جال تب سے لے کر اَب تک بچھا ہوا ہے، اور آج بھی مشرق سے لے کر مغرب تک ایشیا، افریقہ اور یورپ میں مرزائی مشن مسلمانوں کے خلاف دُشمنوں کے لئے انٹیلی جنس بیورو کا کام دے رہی ہے، ان سرگرمیوں اور اس کے مالی ذرائع وغیرہ کا مختصراً کچھ ذِکر آئے گا۔ الغرض علامہ اقبال مرحوم کے الفاظ میں مسلمانوں کی بیداری کی ایسی تمام کوششوں کی مخالفت اس لئے کی جاتی رہی کہ اصل بات یہ ہے کہ قادیانی بھی مسلمانانِ ہند کی سیاسی بیداری سے گھبرائے ہوئے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانانِ ہند کے سیاسی وقار کے بڑھ جانے سے ان کا یہ مقصد فوت ہو جائے گا کہ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں قطع وبُرید کر کے ہندوستانی نبی کے لئے ایک جدید اُمت تیار کریں۔ (حرفِ اقبال ص:۱۴۱، ۱۴۲)

مسلمانوں سے دِینی، سماجی، معاشرتی ہر قسم کے تعلقات وروابط کو قطعی حرام قرار دینے والے مذہب میں برِصغیر کے اسلامی اِداروں اور اَنجمنوں سے تعاون اور اِشتراک کی گنجائش بھی تھی۔

کسی مرزائی نے کہا: جب مسیح موعود کا مقصد صرف اِشاعتِ اسلام تھا، تو ہمیں دیگر مسلمان تحریکوں اور تنظیموں سے تعاون کرنا چاہئے۔ تو سیّد سرور شاہ قادیانی نے ''الفضل'' قادیان جلد ۲ ص:۷۲ مؤرخہ ۲۰؍جنوری ۱۹۱۵ء میں بڑی سختی سے اس کی ممانعت کی اور حلفاً کہا کہ مسیحِ موعود کا اپنی زندگی میں غیر احمدیوں سے، کیا تعلق تھا، انہوں نے غیر احمدیوں سے کبھی چندہ مانگا! ہرگز نہیں۔ اگر یہی احمدیت تھی تو اور لوگ جو حضرت مسیح کے زمانے میں اشاعتِ اسلام کے لئے اُٹھے تھے، ان کے لئے حضرت مسیحِ موعود کو خوشی کا اِظہار کرنا چاہئے تھا اور آپ ان کی انجمنوں میں شریک ہوتے، انہیں چندہ دیتے، مگر آپ نے کبھی اس طرح نہیں کیا..... کسی مسلمان یتیم اور بیوہ کے لئے چندے کی تحریک

پر میاں بشیر الدین محمود سے اجازت مانگی گئی تو کہا مسلمانوں کے ساتھ مل کر چندہ دینے کی ضرورت نہیں۔ (''الفضل'' قادیان جلد ۱۰ ص:۴۵، ۷ر دسمبر ۱۹۲۲ء)

اکھنڈ بھارت

ہندو اور قادیانی دونوں کو ایک دُوسرے کی ضرورت کا اِحساس

سیاسیات کے تعلق سے قادیانیوں اور انگریزوں میں تو چولی دامن کا ساتھ تھا ہی لیکن جب جدوجہدِ آزادی کے نتیجے میں اور بین الاقوامی سیاسیات کی مدوجذر سے ہندوستان پر برطانوی اِستعمار کی گرفت ڈھیلی پڑگئی تو مرزا محمود نے جو اس وقت مرزا غلام احمد کے خلیفۂ ثانی بن چکے تھے، کروٹ بدلی اور کانگریس کے ہم نوا بن گئے۔ ادھر ہندو سیاست اور ذہنیت بھی قادیانی تحریک کو سیاسی اعتبار سے مفیدِ مطلب پاکر اور مسلمانوں کے اندر اس کی ففتھ کالمسٹ حیثیت کو سمجھ کر اس کی حمایت اور وکالت پر اُتر آئی۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے جو اپنے آپ کو برملا سوشلسٹ اور دہریہ کہتے تھے ایک ایسی جماعت کی تائید کا بیڑا اُٹھایا جو اپنے آپ کو خالص مسلمان مذہبی جماعت کہنے پر مصر تھی، نہرو جیسے زیرک انسان سے قادیانیوں کے درپردہ یہ سیاسی عزائم مخفی نہ رہ سکے اور انہوں نے اپنی دہریت مآبی کے باوجود ماڈرن ریویو کلکتہ میں مسلمان اور احمد ازم کے عنوان سے لگاتار تین مضمون لکھے اور ڈاکٹر اقبال مرحوم سے بحث تک نوبت آئی۔ یہ بحثیں رسالوں اور اخباروں میں شائع ہوچکی ہیں، یہاں ان کے دُہرانے کی ضرورت نہیں۔

الغرض اقبال نے انہیں سمجھایا کہ یہ لوگ اپنے برطانوی اِستعماری عزائم اور منصوبوں کی بنا پر نہ مسلمانوں کے مفیدِ مطلب ہوسکتے ہیں نہ آپ کے۔ تو تب انہوں نے خاموشی اِختیار کرلی۔ اور جب نہرو پہلی مرتبہ انڈین نیشنل کانگریس کے لیڈر کی حیثیت سے لندن گئے تو واپسی پر انہوں نے یہ تأثر ظاہر کیا کہ جب تک اس ملک میں قادیانی فعال ہیں

انگریز کے خلاف جنگِ آزادی کا کامیاب ہونا مشکل ہے۔ بہرحال جب تک قادیانیت کا یہ اِستعماری پہلو پنڈت جواہر لال کی سمجھ میں نہ آیا، مسلمانوں میں مستقل پھوٹ ڈالنے کے لئے مطلوبہ صلاحیت پر پورا اُترنے کے لئے ہندوؤں کی نگاہِ اِنتخاب مسلمانوں میں سے مرزائیوں ہی پر رہی اور آج بھی قادیان کے رشتے اور اکھنڈ بھارت کے عقیدے سے وہ انہیں جاسوسی اور تخریبی سرگرمیوں کے لئے آلہ کار بنائے ہوئے ہیں۔ بہرحال جب قادیانی اور ہندوؤں دونوں کو ایک دُوسرے کی ضرورت اور اہمیت کا احساس ہوا، اور آقائے برطانیہ کا بستر گول ہوتا ہوا محسوس ہوا تو دیکھتے ہی دیکھتے قادیان ہندو سرگرمیوں کا مرکز بن گیا اور بقول قادیانی اُمت کے لاہوری ترجمان ''پیغامِ صلح'' ۳رجون ۱۹۳۹ء جب ۲۹رمئی ۱۹۳۶ء کو پنڈت جواہر لال نہرو لاہور آئے تو قادیانی اُمت نے اپنے خلیفہ مرزا بشیرالدین محمود کے زیرِ ہدایت اور چوہدری ظفر اللہ کے بھائی چوہدری اسداللہ خاں ممبر پنجاب کونسل کے زیرِ قیادت ان کا پُرجوش اِستقبال کیا اور اس کے بعد کانگریس قادیانی گٹھ جوڑ نے مستقل حیثیت اِختیار کرلی۔

قادیان کو اَرضِ حرم اور مکہ معظمہ کی چھاتیوں کے دُودھ کو خشک بناکر اور مسلمانوں کو تکفیر کے چھرے سے ذبح کرنے کی خوشی ہندوؤں سے بڑھ کر اور کسے ہوسکتی تھی، اور جس طرح یہود نے بیت المقدس سے منہ موڑ کر ساویہ کو قبلہ بنایا اسی طرح قادیانیوں نے مکہ اور مدینہ سے مسلمانوں کا رُخ قادیان کی طرف موڑنا چاہا تو اس مسجدِ ضرار کی تعمیر پر ہندو لیڈروں نے جی بھر کر انہیں داد دِی، چنانچہ ڈاکٹر شنکر داس مشہور ہندو لیڈر کا بیان اس کے لئے کافی ہے، انہوں نے بندے ماترم میں لکھا:-

> ہندوستانی قوم پرستوں کو اگر کوئی اُمید کی شعاع دِکھائی دیتی ہے تو وہ احمدیت کی تحریک ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان جس قدر احمدیت کی طرف راغب ہوں گے اسی طرح قادیان کو مکہ تصوّر

کرنے لگیں گے، مسلمانوں میں اگر عربی تہذیب اور پان اسلام ازم کا خاتمہ کرسکتی ہے تو وہ یہی احمدی تحریک ہے۔ جس طرح ایک ہندو کے مسلمان بن جانے پر اس کی شردھا (عقیدت) رام کرشن گیتا..... اور رامائن سے اُٹھ کر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، قرآن مجید اور عرب کی بھومی (ارضِ حرم) پر منتقل ہو جاتی ہے، اسی طرح جب کوئی احمدی بن جاتا ہے تو اس کا زاویۂ نگاہ بدل جاتا ہے، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس کی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور جہاں پہلے اس کی خلافت عرب میں تھی اب وہ قادیان میں آجاتی ہے۔

ایک احمدی خواہ وہ دُنیا کے کسی گوشے میں بھی ہو رُوحانی شکتی حاصل کرنے کے لئے وہ اپنا منہ قادیان کی طرف کرتا ہے، پس کانگریس اور ہندو مسلمانوں سے کم ازکم جو کچھ چاہتی ہے کہ اس ملک کا مسلمان اگر ہردوار نہیں تو قادیان کی جاترا کرے۔

(گاندھی جی کا اخبار "بندے ماترم" ۲۲/اپریل ۱۹۳۲ء، بحوالہ قادیانی مذہب)

اخبار "پیغامِ صلح" لاہور جلد ۲ ص:۶۹ مؤرخہ ۲۱/اپریل ۱۹۴۵ء کے ان الفاظ سے مزید وضاحت ہوسکتی ہے کہ:-

ہندو اخبارات اور پولیٹکل لیڈروں کے یہ خیالات ہندوستان کے مسلمانوں کو وضاحت سے بتا رہے ہیں کہ گزشتہ دنوں قادیانی ہٹلر (مرزا بشیرالدین محمود) اور کانگریس کے جواہر (جواہر لال نہرو) میں جو چھینا چھٹوں (سرگوشیاں) ہو رہی تھیں وہ اس سمجھوتے کی بنا پر تھی کہ محمود (خلیفہ قادیان) مسلمانوں کی اس قوت کو توڑنے کے لئے کیا کرے گا، اور کانگریس اس کے معاوضے میں کیا دے گی۔

قیامِ پاکستان کی مخالفت کے اسباب

قیامِ پاکستان سے قبل احمدیوں نے جس شد و مد سے آخر وقت تک قیامِ پاکستان کی مخالفت کی، اس کا اندازہ اگلی چند عبارات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں اوّلاً تو ان کی اِنتہائی کوشش رہی کہ انگریز کا سایۂ عاطفت جسے وہ رحمتِ خداوندی سمجھتے ہیں کسی طرح بھی ہندوستان سے نہ ڈھلے، اور جب برٹش سامراج کا سورج ہندوستان میں غروب ہونے لگا تو انہوں نے بجائے کسی مسلم ریاست کے قیام کے اپنا سارا وزن اکھنڈ بھارت کے حق میں ڈال دیا اور اس کی وجہ بنیادی طور پر یہ تھی کہ مرزائی تحریک کو مسلمانوں کے اندر کام کے لئے جس بیس کی ضرورت ہے وہ کوئی ایسی ریاست ہوسکتی ہے جو یا تو قطعی طور پر غیر مسلم ہو یا پھر بصورتِ دیگر کم از کم اسلامی بھی نہ ہوتا کہ مسلمان قوم ایک کافر حکومت کے پنجے میں بے بس ہو کر ان کی شکارگاہ اور لقمۂ تربنی رہے اور یہ اس کافر یا لادِینی حکومت کے پکے وفادار بن کر اس کا شکار کرتے رہیں۔ ایک آزاد اور خودمختار مسلمان ریاست ان کے لئے بڑی سنگلاخ زمین ہے جہاں ان کے مساعیٔ اِرتداد مشکل سے برگ و بار لاسکتی ہیں، اس کا کچھ اندازہ ان تحریرات سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس میں مرزا صاحب نے کہا:۔

> اگر ہم یہاں (سلطنتِ انگلشیہ) سے نکل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گزارا ہوسکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں۔ (ملفوظاتِ احمدیہ ج:۱ ص:۱۴۶)

"تبلیغِ رِسالت" جلد ششم ص:۶۹ پر لکھتے ہیں:۔

> میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلاسکتا ہوں نہ مدینہ نہ رُوم نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں، مگر میں اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دُعا کرتا ہوں۔
>
> (مجموعہ اشتہارات ج:۲ ص:۳۷۰)

"تبلیغِ رِسالت" جلد دہم ص:۱۲۲ پر لکھتے ہیں:۔

یہ تو سوچو اگر تم اس گورنمنٹ کے سائے سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے؟ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہیں قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔

(مجموعہ اشتہارات ج:۳ ص:۵۸۴)

''الفضل'' ۱۳/دسمبر ۱۹۱۴ء میں مسلمانوں کی تین بڑی سلطنتوں ترکی، ایران اور افغانستان کی مثالیں دے کر سمجھایا گیا ہے کہ کسی بھی اسلامی اسٹیٹ میں ہمیں اپنے مقاصد کی تکمیل کی کھلی چھٹی نہیں مل سکتی، ایسے ممالک میں ہمارا حشر وہی ہوسکتا ہے جو ایران میں مرزا علی محمد باب اور سلطنتِ ترکی میں بہاء اللہ اور افغانستان میں مرزائی مبلغین کا ہوا۔

ایک صاحب نے مرزا بشیر الدین محمود سے انگریزوں کی سلطنت سے ہمدردی اور اس کے لئے ہر طرح ظاہری وخفیہ تعاون کے بارے میں یہاں تک کہ جنگ میں اپنے لوگوں کو بھرتی کروا کر مدد دینے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اپنے مسیحِ موعود کے حوالے سے کہا کہ جب تک جماعتِ احمدیہ نظامِ حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں اس وقت تک ضروری ہے اس دیوار (انگریزوں کی حکومت) کو قائم رکھا جائے تا کہ یہ نظام کسی ایسی طاقت (مسلمان ہی مراد ہوسکتے ہیں) کے قبضے میں نہ چلا جائے جو احمدیت کے مفادات کے لئے زیادہ مضر اور نقصان رساں ہو۔ (''الفضل'' قادیان ۳/جنوری ۱۹۴۵ء)

یہ تھے قیامِ پاکستان کی مخالفت کے اصل اسباب۔

تقسیمِ ہند کے مسلمان مخالف

اس میں شک نہیں کہ احمدیوں کے علاوہ کچھ مسلمان بھی تحریکِ پاکستان سے متفق نہ تھے، مگر مذکورہ عبارات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ مرزائیوں کی مخالفت اور بعض مسلمان عناصر کی مخالفت میں زمین وآسمان کا فرق تھا، مؤخر الذکر یعنی کچھ مسلمانوں کی انفرادی مخالفت، ان کی صوابدید میں مسلمانوں کے مفاد ہی کی وجہ سے تھی، وہ اپنی مخالفت کے

اسباب اور وجوہات بیان کرتے ہوئے تقسیم کو مسلم مفاد کے حق میں نقصان رساں اور دُوسرا فریق یعنی قیامِ پاکستان کے داعی حضرات اسے مفید سمجھتے تھے، گویا دونوں کو مسلمانوں کے مفاد سے اِتفاق تھا، طریقِ کار کا فرق تھا، یہ ایک سیاسی اختلاف تھا جو سیاسی بصیرت پر مبنی تھا۔

جنہوں نے مخالفت کی نہ تو وہ اِلہام کے مدعی تھے، نہ کسی وحی کے، نہ انہوں نے اسے مشیتِ اِلٰہی اور کسی نام نہاد نبی کی بعثت کا تقاضا سمجھ کر ایسا کیا، ان میں سے مذہباً اور عقیدۃً دونوں کو اِسلامی نظامِ عدل و انصاف اور اِسلامی خلافتِ راشدہ پر اِیمان تھا، دونوں مسلمانوں ہی کی خاطر اپنے اپنے میدانوں میں سرگرم کار رہے اور بالآخر جب پاکستان بن گیا تو مخالفت کرنے والے مسلمان زعماء نے اس وقت سے لے کر اب تک اپنی ساری جدوجہد اس نوزائیدہ ریاست کے اِستحکام و سالمیت میں لگادی ہے۔ مگر جہاں تک احمدیوں کا تعلق ہے ان کا تصوّرِ اکھنڈ بھارت نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی عقیدہ بھی تھا۔ مرزا محمود کہا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اِکٹھا رکھنا چاہتی ہے اور یہ مرزا غلام احمد کی بعثت کا تقاضا ہے، اس طرح اکھنڈ بھارت کے تصوّر کو اِلہام اور مشیتِ ربانی کا درجہ دے کر ہر قادیانی کو مشیتِ اِلٰہی کو پورا کرنے کے لئے جدوجہد کا پابند کر دیا گیا اور جن لوگوں نے (اب تک) پاکستان کی سالمیت کی خاطر اکھنڈ بھارت نہ بننے دیا خواہ وہ قائدِ اعظم تھے یا سیاسی زعماء عوام اور خواص مرزائیوں کے عقیدے میں گویا سب نے مشیتِ اِلٰہی کے خلاف کام کیا۔

احمدیوں کے ہاں اکھنڈ بھارت اس لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ سمجھتے ہوئے کسی بھی مسلمان ریاست کے مقابلے میں غیر مسلم اسٹیٹ کو مفیدِ مقصد سمجھتے تھے، آج بھی وہ پاکستان کی شکل میں ایک مسلم ریاست، جس کا جغرافیائی حدودِ اربعہ بھی محدود ہے، کے مقابلے میں سیکولر اکھنڈ بھارت کو اپنے لئے مضبوط اور مفید سمجھتے ہیں جبکہ ان کے لئے مرزا غلام احمد کی بعض پیش گوئیوں نے اس تصوّر کو تقدس کا جامہ بھی پہنا دیا ہے۔

کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہونے کی کوشش

چنانچہ ۳/اپریل ۱۹۴۷ء کو چوہدری ظفر اللہ خان کے بھتیجے کے نکاح کے موقع پر سابقہ خلیفہ ربوہ[1] مرزا بشیر الدین محمود نے ایک اپنا رُؤیا بیان کیا اور اس رُؤیا (خواب) کی تعبیر اور اس سلسلے میں مرزا غلام احمد کی پیشین گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے چوہدری ظفر اللہ خان کی موجودگی میں کہا:-

> حضور نے فرمایا جہاں تک میں نے ان پیشین گوئیوں پر نظر دوڑائی ہے جو مسیحِ موعود (مرزا غلام احمد) کے متعلق ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فعل پر جو مسیحِ موعود (مرزا غلام احمد) کی بعثت سے وابستہ ہے غور کیا ہے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں ہمیں دُوسری اقوام کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت رکھنی چاہئے۔
>
> حقیقت یہی ہے کہ ہندوستان جیسی مضبوط بیس جس قوم کو مل جائے اس کی کامیابی میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مشیت سے کہ اس نے احمدیت کے لئے اتنی وسیع بیس مہیا کی ہے پتہ لگتا ہے کہ وہ سارے ہندوستان کو ایک اسٹیج پر جمع کرنا چاہتا ہے اور سب کے گلے میں احمدیت کا جوا ڈالنا چاہتا ہے۔ اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہندو مسلم سوال اُٹھ جائے اور ساری قومیں شیر وشکر ہو کر رہیں تا کہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں، بے شک یہ کام بہت مشکل ہے مگر اس کے نتائج بہت شاندار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں تا کہ احمدیت اس وسیع بیس پر ترقی کرے۔

---

(۱) موجودہ نام "چناب نگر"۔

چنانچہ اس رُؤیا میں اس طرف اشارہ ہے کہ ممکن ہے کہ عارضی طور پر کچھ اِفتراق ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا جدا رہیں مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دُور ہو جائے بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔ (روزنامہ "الفضل" قادیان ۵/اپریل ۱۹۴۷ء)

میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اِکٹھا رکھنا چاہتی ہے لیکن قوموں کی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں۔

(میاں مرزا محمود خلیفہ چناب نگر (ربوہ) "الفضل" ۱۷/مئی ۱۹۴۷ء)

***

ویٹی کن اسٹیٹ کا مطالبہ
پاکستان کی حد بندی کے موقع پر غداری

جماعتِ احمدیہ تقسیم کی مخالف تھی لیکن جب مخالفت کے باوجود تقسیم کا اعلان ہو گیا تو احمدیوں نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ایک اور زبردست کوشش کی جس کی وجہ سے گورداسپور کا ضلع جس میں قادیان کا قصبہ واقع تھا پاکستان سے کاٹ کر بھارت میں شامل کر دیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حد بندی کمیشن جن دنوں بھارت اور پاکستان کی حد بندی کی تفصیلات طے کر رہا تھا کانگریس اور مسلم لیگ کے نمائندے دونوں اپنے اپنے دعاوی اور دلائل پیش کر رہے تھے۔ اس موقع پر جماعتِ احمدیہ نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنا الگ ایک محضر نامہ پیش کیا اور اپنے لئے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں سے الگ موقف اختیار کرتے ہوئے قادیان کو ویٹی کن سٹی قرار دینے کا مطالبہ کیا، اس محضر نامے میں انہوں نے اپنی تعداد اپنے علیحدہ مذہب، اپنے فوجی اور سوِل ملازمین کی کیفیت اور دُوسری تفصیلات درج کیں۔ نتیجہ یہ ہوا، احمدیوں کا ویٹی کن اسٹیٹ کا مطالبہ تو تسلیم نہ کیا گیا البتہ باؤنڈری کمیشن نے احمدیوں کے میمورنڈم سے یہ فائدہ حاصل کر لیا کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے خارج کر کے گورداسپور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے کر اس کے اہم ترین علاقے بھارت کے حوالے کر دیئے اور اس طرح نہ صرف گورداسپور کا ضلع پاکستان سے گیا بلکہ بھارت کو کشمیر ہڑپ کر لینے کی راہ مل گئی اور کشمیر پاکستان سے کٹ گیا۔

چنانچہ سیّد میر نور احمد سابق ڈائریکٹر تعلیماتِ عامہ اپنی یادداشتوں ''مارشل لاء سے مارشل لاء تک'' میں اس واقعے کو یوں تحریر کرتے ہیں:-

لیکن اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایوارڈ پر ایک مرتبہ دستخط ہونے کے بعد ضلع فیروز پور کے متعلق جس میں ۱۹/اگست اور ۱۷/اگست کے درمیانی عرصے میں ردّوبدل کیا گیا اور ریڈ کلف سے ترمیم شدہ ایوارڈ حاصل کیا گیا۔

کیا ضلع گورداسپور کی تقسیم اس ایوارڈ میں شامل تھی جس پر ریڈ کلف نے ۸/اگست کو دستخط کیے تھے یا ایوارڈ کے اس حصے میں بھی ماؤنٹ بیٹن نے نئی ترمیم کرائی۔ افواہ یہی ہے اور ضلع فیروز پور والی فائل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر ایوارڈ کے ایک حصے میں ناجائز طور پر رَدّوبدل ہوسکتا تھا تو دُوسرے حصوں کے متعلق بھی یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ پنجاب حد بندی کمیشن کے مسلمان ممبروں کا تأثر ریڈ کلف کے ساتھ آخری گفتگو کے بعد یہی تھا کہ گورداسپور جو بہرحال مسلم اکثریت کا ضلع تھا قطعی طور پر پاکستان کے حصے میں آرہا ہے لیکن جب ایوارڈ کا اِعلان ہوا تو نہ ضلع فیروز پور کی تحصیلیں پاکستان میں آئیں اور نہ ضلع گورداسپور (ماسوائے تحصیل شکر گڑھ) پاکستان کا حصہ بنا۔ کمیشن کے سامنے وکلاء کی بحث کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ کمیشن کے سامنے کشمیر کے نقطۂ نگاہ سے ضلع گورداسپور کی تحصیل پٹھان کوٹ کی اہمیت کا کوئی ذِکر آیا تھا یا نہیں، غالباً نہیں آیا تھا۔ کیونکہ یہ پہلو کمیشن کے نقطۂ نگاہ سے قطعاً غیر متعلق تھا۔ ممکن ہے ریڈ کلف کو اس نقطے کا کوئی علم ہی نہ تھا۔ لیکن ماؤنٹ بیٹن کو معلوم تھا کہ تحصیل پٹھان کوٹ کے اِدھر اُدھر ہونے سے کن اِمکانات کے راستے کھل سکتے ہیں۔ اور جس طرح وہ کانگریس کے حق میں ہر قسم کی بے ایمانی کرنے پر اُتر آیا تھا، اس کے پیشِ نظر یہ

بات ہرگز بعید از قیاس نہیں کہ ، یڈکلف عواقب اور نتائج کو پوری طرح سمجھا ہی نہ ہو اور اس پاکستان دشمنی کی سازش میں کردارِ عظیم ماؤنٹ بیٹن نے ادا کیا ہو۔ ضلع گورداسپور کے سلسلے میں ایک اور بات بھی قابلِ ذکر ہے، اس کے متعلق چوہدری ظفر اللہ خان جو مسلم لیگ کی وکالت کر رہے تھے خود بھی ایک افسوس ناک حرکت کر چکے ہیں۔ انہوں نے جماعتِ احمدیہ کا نقطۂ نگاہ عام مسلمانوں سے (جن کی نمائندگی مسلم لیگ کر رہی تھی) جداگانہ حیثیت میں پیش کیا۔ جماعتِ احمدیہ کا نقطۂ نگاہ بے شک یہی تھا کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا پسند کرے گی لیکن جب سوال یہ تھا کہ مسلمان ایک طرف اور باقی سب دوسری طرف تو کسی جماعت کا اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ ظاہر کرنا مسلمانوں کی عددی قوت کو کم ثابت کرنے کے مترادف تھا، اگر جماعتِ احمدیہ یہ حرکت نہ کرتی تب بھی ضلع گورداسپور کے متعلق شاید فیصلہ وہی ہوتا جو ہوا، لیکن یہ حرکت اپنی جگہ بہت عجیب تھی۔ (روزنامہ ''مشرق'' ۳رفروری ۱۹۶۴ء)

اب اس سلسلے میں خود حد بندی کمیشن کے ایک ممبر جسٹس محمد منیر کا ایک حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں:-

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ضلع میں مسلم اکثریت بہت معمولی تھی، لیکن پٹھان کوٹ تحصیل اگر بھارت میں شامل کردی جاتی تو باقی ضلع میں مسلم اکثریت کا تناسب بڑھ جاتا۔

اب ضلع گورداسپور کی طرف آیئے، کیا یہ مسلم اکثریت کا علاقہ نہیں تھا، مزید برآں مسلم اکثریت کی تحصیل شکرگڑھ کو تقسیم کرنے کی مجبوری کیوں پیش آئی اگر اس تحصیل کو تقسیم کرنا ضروری تھا تو

دریائے راوی کی قدرتی سرحد یا اس کے ایک معاون نالے کو کیوں نہ قبول کیا گیا بلکہ اس مقام سے اس نالے کے مغربی کنارے کو سرحد قرار دیا گیا جہاں یہ نالہ ریاست کشمیر سے صوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے، کیا گورداسپور کو اس لئے بھارت میں شامل کیا گیا کہ اس وقت بھی بھارت کو کشمیر سے منسلک رکھنے کا عزم و ارادہ تھا۔

اس ضمن میں ایک بہت ناگوار واقعے کا ذِکر کرنے پر مجبور ہوں، میرے لئے یہ بات ہمیشہ نا قابلِ فہم رہی ہے کہ احمدیوں نے علیحدہ نمائندگی کا کیوں اِہتمام کیا، اگر احمدیوں کو مسلم لیگ کے موقف سے اتفاق نہ تھا تو ان کی طرف سے علیحدہ نمائندگی کی ضرورت ایک افسوس ناک امکان کے طور پر سمجھ میں آسکتی تھی۔ شاید وہ علیحدہ ترجمانی سے مسلم لیگ کے موقف کو تقویت پہنچانا چاہتے تھے، لیکن اس سلسلے میں انہوں نے شکر گڑھ کے مختلف حصوں کے لئے حقائق اور اَعداد و شمار پیش کئے، اس طرح احمدیوں نے یہ پہلو اہم بنا دیا کہ نالہ ابھین اور نالہ بسنتر کے درمیانی علاقے میں غیر مسلم اکثریت میں ہیں اور اس دعوے کے لئے دلیل میسر کر دی کہ اگر نالہ اُجھ اور نالہ بھین کا درمیانی علاقہ بھارت کے حصے میں آیا تو نالہ بھین اور نالہ بسنتر کا درمیانی علاقہ ازخود بھارت کے حصے میں آجائے گا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ علاقہ ہمارے (پاکستان کے) حصے میں آ گیا ہے، لیکن گورداسپور کے متعلق احمدیوں نے اس وقت سے ہمارے لئے سخت مخمصہ پیدا کر دیا۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' ۷ر جولائی ۱۹۶۴ء)

اس معاملے کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ایک طرف قادیانی ریڈکلف کمیشن کو الگ اسٹیٹ کا میمورنڈم دے رہے تھے اور دُوسری طرف وہی چوہدری ظفراللہ خان کمیشن کے

سامنے پاکستانی کیس کی وکالت کر رہے تھے، جو بقول ان کے اپنی جماعت کے اس خلیفہ کو مطاعِ مطلق کہتے تھے، جن کا عقیدہ یہ تھا کہ اکھنڈ بھارت اللہ کی مشیت اور مسیحِ موعود کی بعثت کا تقاضا ہے، ایک ایسے شخص کو پاکستانی وکالت سپرد کر دینا جس کا ضمیر ہی پاکستان کی حمایت گوارا نہ کر سکے، نادانی نہیں تو اور کیا تھا، اور چوہدری ظفر اللہ کا ایسے در پردہ خیالات ومقاصد کے ہوتے ہوئے پاکستانی کیس کو ہاتھ میں لینا منافقت نہیں تو اور کیا تھا، بہر حال اِدھر چوہدری صاحب ریڈکلف کے سامنے پاکستانی کیس لڑ رہے تھے، اُدھر ان کے امیر اور مطاعِ مطلق مرزا محمود احمد نے علیحدہ میمورنڈم پیش کر دیا، اس طرح یہ دو دھاری تلوار کی جنگ گورداسپور ضلع کی تین تحصیلوں کو پاکستان سے کاٹ کر بھارت جانے پر ختم ہوئی اور کشمیر کو پاکستان سے کاٹ دینے کی راہ بھی ہموار کر دی گئی۔

***

سیاسی عزائم اور منصوبے
ملک دُشمن سیاسی سرگرمیاں

اب ہم اس سوال کا جائزہ لیتے ہیں کہ بظاہر ایک خالص مذہبی جماعت کہلانے والی تنظیم اور تحریک کے سیاسی عزائم اور مساعی کیا ہیں۔

مرزائی حضرات بیک وقت کئی کھیل کھیلتے ہیں، ایک طرف مذہب اور اس کی تبلیغ کی آڑ لے کر ایک خالص مذہبی جماعت ہونے کے دعوے دار ہوتے ہیں، دُوسری طرف ان کے سیاسی عزائم اور منصوبے نہایت شدّت سے اور منظّم طریقے سے جاری رہتے ہیں، اور اگر کہیں مسلمانوں کی اکثریت ان کے سیاسی مشاغل اور اِرادوں کا محاسبہ کرے تو ایک مظلوم مذہبی اقلیت کا رونا رو کر عالمی ضمیر کو معاونت کے لئے پکارا جاتا ہے۔ حالیہ واقعات میں لندن میں بیٹھ کر چوہدری ظفراللہ خان کا واویلا اور اس کے جواب میں مغربی دُنیا کی چیخ وپکار اسی تکنیک کی واضح مثال ہے۔

مذہبی نہیں سیاسی تنظیم

مذہب اور سیاست کے اس دوطرفہ ناٹک میں اصل حقیقت نگاہوں سے مستور ہوجاتی ہے اور حقائق سے بے خبر دُنیا سمجھتی ہے کہ واقعی پاکستان کے ''مذہبی جنونی'' ایک بے ضرر چھوٹی سی اقلیت کو کچلنا چاہتے ہیں، لیکن واقعات اور حقائق کیا ہیں، اس کا اندازہ حسبِ ذیل چند حوالوں اور پاکستانی سیاست میں اس جماعت کے عملی کردار سے لگانا چاہئے، مرزا محمود احمد صاحب نے ۱۹۲۲ء میں خطبۂ جمعہ کے دوران کہا تھا:-

نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دُنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہئے کہ دُنیا کو سنبھال سکیں۔

("الفضل" ۲۷ فروری، ۲۹ مارچ ۱۹۲۲ء)

اس سے پہلے ۱۴ فروری ۱۹۲۲ء کو "الفضل" میں خلیفہ محمود احمد کی یہ تقریر شائع ہوئی:-

ہم احمدی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

۱۹۳۵ء میں کہا کہ:-

اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت قائم نہ ہو جائے تمہارے راستے سے یہ کانٹے ہرگز دُور نہیں ہو سکتے۔ ("الفضل" ۸ جولائی ۱۹۳۵ء)

۱۹۴۵ء میں انہوں نے اپنے سیاسی عزائم کا اظہار اس طرح کیا کہ:-

جب تک جماعتِ احمدیہ نظامِ حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں ہوتی اس وقت تک ضروری ہے کہ اس دیوار (انگریزی حکومت) کو قائم رکھا جائے۔ ("الفضل" قادیان ۳ جنوری ۱۹۴۵ء)

۱۹۴۵ء کے بعد حصولِ اقتدار کے یہ اِرادے تحریروں میں عام طور پر پائے جانے لگے، جسٹس منیر نے بھی اپنی رپورٹ کے صفحہ ۲۰۹ پر لکھا ہے کہ:-

۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریروں سے منکشف ہوتا ہے کہ وہ برطانیہ کے جانشین بننے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ص:۲۰۹)

ان سیاسی عزائم سے مزید پردہ ۱۹۶۵ء میں لندن میں منعقد ہونے والے جماعتِ احمدیہ کے پہلے یورپی کنونشن سے اُٹھ جاتا ہے، جس کا اِفتتاح سر ظفر اللہ نے کیا، روزنامہ "جنگ" راولپنڈی ۴ اگست ۱۹۶۵ء جلد ۷ شمارہ:۳۰۹ فرسٹ ایڈیشن میں خبر دی گئی ہے کہ:-

لندن ۳؍اگست (نمائندہ جنگ) جماعتِ احمدیہ کا پہلا یورپی کنونشن جماعت کے لندن مرکز میں منعقد ہو رہا ہے، جس میں تمام یورپی ممالک کے احمدیہ مشن شرکت کر رہے ہیں، کنونشن کا اِفتتاح گزشتہ روز ہیگ کی بین الاقوامی عدالت کے جج سر ظفر اللہ خان نے کیا، یہ کنونشن ۷؍اگست تک جاری رہے گا۔ جماعت نے مختلف ۷۵ ممالک میں اپنے مشن قائم کر لئے ہیں، برطانیہ میں جماعت کے ۱۸ مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ کنونشن میں شریک مندوبین نے اس بات پر زور دیا کہ اگر احمدی جماعت برسرِ اقتدار آ جائے تو اُمیروں پر ٹیکس لگائے جائیں اور دولت کو اَز سرِ نو تقسیم کیا جائے، ساہوکاری اور سود پر پابندی لگا دی جائے اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے۔

اس خبر کے خط کشیدہ الفاظ میں احمدی جماعت کے برسرِ اقتدار آنے کی صورت میں مجوّزہ اِصلاحات کا ذِکر ہے، کیا کوئی غیر سیاسی جماعت اس قسم کے اِمکانات اور اِصلاحات پر غور کر سکتی ہے؟

پاکستان میں قادیانی ریاست کا منصوبہ

مرزا محمود نے ۱۹۵۲ء کے شروع میں یہ اعلان کرا دیا تھا کہ:-

اگر ہم ہمت کریں اور تنظیم کے ساتھ محنت سے کام کریں تو ۱۹۵۲ء میں اِنقلاب برپا کر سکتے ہیں (آگے چل کر کہا) ۱۹۵۲ء کو گزرنے نہ دیجئے جب احمدیت کا رُعب دُشمن اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جا سکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آ گرے۔ ("الفضل" ۱۶؍جنوری ۱۹۵۲ء)

واضح رہے کہ یہ اعلان چناب نگر (ربوہ) میں قادیانی فرقے کے سیاسی، فوجی اور

کلیدی ملازمتوں پر فائز اہم عہدہ داروں کے اہم اجتماع اور مشورے کے بعد کرایا گیا تھا، اور ابھی پندرہ مہینے گزرنے نہ پائے تھے کہ اس اعلانِ انقلاب کی ایک صورت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کی شکل میں ظاہر ہوگئی۔

اس سلسلے میں موجودہ مرزا ناصر احمد کے اعلانات دس ہزار گھوڑوں کی تیاری اور اس طرح کے کئی منصوبے اس کثرت سے ان کے اخبارات میں آتے رہتے ہیں کہ سب پر عیاں ہیں۔

سیاسی عزائم کی یہ ایک معمولی سی جھلک تھی اور قیامِ پاکستان کے فوراً بعد مرزائیوں کے حصولِ اقتدار کا رُجحان اُبھر کر بڑی شدت سے حسبِ ذیل صورتوں میں سامنے آنے لگا:-

۱- کسی نہ کسی طرح پورے ملک میں سیاسی اقتدار حاصل کیا جائے۔

۲- بصورتِ دیگر کم از کم ایک صوبے یا علاقے کو قادیانی اسٹیٹ کی حیثیت دی جائے۔

۳- ملک کے داخلی اور بیرونی تمام اہم شعبوں، وسائل اور ذرائع کو اپنے عزائم کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے۔

۴- تمام کلیدی مناصب پر قبضہ کیا جائے۔

سر ظفر اللہ خاں کا کردار

اس پروگرام اور سیاسی عزائم کے حصول کا آغاز چوہدری ظفر اللہ خاں نے اپنے دورِ وزارت میں بڑے زور وشور سے کیا، چوہدری صاحب بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ وہ چین جائیں یا امریکا، ہر جگہ مرزائیت کی تبلیغ کریں گے۔ وہ اپنی جماعت کے امیر کو مطاعِ مطلق سمجھتے تھے، وہ نہ صرف احمدیت کو خدا کا لگایا ہوا پودا سمجھتے تھے بلکہ یہ بھی کہ مرزا غلام احمد کے وجود کو نکال دیا جائے تو اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، ایسے خیالات کا اظہار وہ صرف نجی مجالس بلکہ سرکاری ملازم ہوتے ہوئے احمدیت کے تبلیغی اجتماعات میں

بھی برملا کیا کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو "الفضل" ۳۱؍مئی ۱۹۵۲ء کراچی کے احمدی اجتماع کی تقریر)

پاکستان بننے کے بعد ایسے شخص کو جب وزارتِ خارجہ جیسا اہم عہدہ دیا گیا جس کی نگرانی میں تمام دُنیا میں سفارت خانوں کا قیام اور پاکستان سے روابط قائم کرانے کا کام بھی تھا تو شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت کے وزیرِ اعظم کو لکھا کہ اگر کلیدی مناصب پر ایسے لوگوں کو فائز کرنے کا یہ تلخ گھونٹ آج گلے سے اُتار لیا گیا تو آئندہ زہر کا پیالہ پینے کو تیار رہنا چاہئے۔

مگر یہ نصیحت بوجوہ کارگر نہ ہوسکی اور ہمیں زہر کا ایک پیالہ نہیں کئی کئی پیالے پینے پڑے۔

چوہدری صاحب موصوف تقسیم سے پہلے بھی اپنی سرکاری پوزیشن سے سراسر ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے قادیانی مفادات کے لئے کام کرتے رہے مگر تقسیم کے بعد اس میں بڑھ چڑھ کر اِضافہ کردیا۔ وزارتِ خارجہ کے سہارے سے انہوں نے غیر ممالک میں قادیانی تحریک کو تقویت پہنچائی اور اس وقت سے لے کر اَب تک یہ لوگ پاکستان کے سفارتی ذرائع سے اپنی باطل تبلیغ کے نام پر عالمِ اسلام کے خلاف سیاسی، جاسوسی اور سامراجی مفادات حاصل کررہے ہیں۔ ایسے قادیانی حاشیہ برداروں نے ملکی زَرِمبادلہ اتنی بے دردی سے ضائع کیا کہ جب بھی اس طرح کی خبریں آئیں مسلمانوں میں تشویش اور اِضطراب کی لہر دوڑی اور قومی اسمبلی تک میں اس بارے میں آوازیں اُٹھائی گئیں۔

۱۹۵۳ء کے فسادات پنجاب کی افسوسناک صورت ایسے مطالبات ہی کے نتیجے میں پیدا ہوئی جس میں سوادِ اَعظم نے دیگر مطالبوں کے علاوہ سر ظفر اللہ اور دیگر مرزائیوں کی کلیدی مناصب سے علیحدگی پر زور دیا تھا، مگر ہم ان کے بیرونی آقاؤں مغربی سامراج کے ہاتھوں اتنے بے بس ہوچکے تھے کہ سینکڑوں مسلمانوں کی شہادت کے بعد بھی اس وقت کے وزیرِ اعظم خواجہ ناظم الدین نے سر ظفر اللہ کی علیحدگی کے بارے میں یہ قطعی رائے ظاہر کی کہ وہ اس اہم معاملے میں کوئی کارروائی نہیں کرسکتے۔

وزارتِ خارجہ جیسے اہم منصب پر فائز یہی شخص تھا جس کے افسوسناک کردار کا ایک رُخ حال ہی میں لندن میں ان کی پریس کانفرنس مؤرخہ ۵ رجون ۱۹۷۴ء کی شکل میں سامنے آیا، یہ پریس کانفرنس پاکستانی اخبارات میں آچکی ہے، مغربی پریس، بی بی سی اور آکاش وانی بھارت نے اس پریس کانفرنس کے عنوان سے اُسی پروپیگنڈے کی مہم چلائی جس قسم کی مہم المیہ مشرقی پاکستان سے پہلے چلائی گئی تھی۔

بہرحال یہ ایک مثال تھی اس بات کی کہ کلیدی مناصب پر فائز ہونے کی شکل میں ان لوگوں کے ہاتھوں ملک کے مفادات کو کتنا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

تمام محکموں اور کلیدی مناصب پر قبضہ کرنے کا منصوبہ

مرزائیوں کے ذہن میں کلیدی مناصب کی یہی مہم اور نازک پوزیشن پہلے سے موجود ہے اوران کی تحریرات، اعلانات اور سرکاری محکموں پر منظّم قبضہ کرنے کے پروگرام کا واضح ثبوت مل جاتا ہے۔

مرزا محمود نے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:-

> جب تک سارے محکموں میں ہمارے آدمی موجود نہ ہوں ان سے پوری طرح کام نہیں لے سکتے۔ مثلاً موٹے موٹے محکموں سے فوج ہے، پولیس ہے، ایڈمنسٹریشن ہے، ریلوے ہے، فائنس ہے، کسٹمز ہے، انجینئرنگ ہے۔ یہ آٹھ دس موٹے موٹے صیغے ہیں جن کے ذریعے سے جماعت اپنے حقوق محفوظ کرا سکتی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں بے تحاشا جاتے ہیں اس کے نتیجے میں ہماری نسبت فوج میں دُوسرے محکموں کی نسبت سے بہت زیادہ ہے۔ اور ہم اس سے اپنے حقوق کی حفاظت کا فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ باقی محکمے خالی پڑے ہیں۔ بے شک آپ لوگ اپنے لڑکوں کو نوکری کرائیں

لیکن وہ نوکری اس طرح کیوں نہ کرائی جائے جس سے جماعت فائدہ اُٹھا سکے۔ پیسے بھی اس طرح کمائے جائیں کہ ہر صیغے میں ہمارے آدمی موجود ہوں اور ہر جگہ ہماری آواز پہنچ سکے۔

(خطبہ مرزا محمود احمد مندرجہ "الفضل" ۱۱ رجنوری ۱۹۵۲ء)

کلیدی مناصب کی اہمیت اور مطالبۂ علیحدگی کے دلائل

اس واضح پروگرام اور منصوبوں کو دیکھ کر اور سرکاری محکموں میں مرزائیوں کے اپنی آبادی سے بدرجہا بڑھ کر قبضہ کرنے پر مسلمان بجا طور پر بے چین ہیں، ان کی سابقہ رَوِش کو دیکھ کر اگر وہ یہ مطالبہ کرتے کہ آئندہ دس سال میں ملک کے ہر محکمے میں کسی بھی مرزائی کی بھرتی بند کردی جائے تب بھی یہ مطالبہ عین قرینِ انصاف تھا، مگر مسلمان اس سے کم تر مطالبہ یعنی قادیانیوں کو کلیدی مناصب سے ہٹانے پر اِکتفا کئے ہوئے ہیں جس کی معقولیت کی بنیاد صرف یہ مذہبی نظریہ نہیں کہ کسی اسلامی اسٹیٹ میں قرآن وسنت کی واضح ہدایات کی بنا پر کسی بھی غیر مسلم کو کلیدی مناصب پر مامور نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے علاوہ یہ مطالبہ اس لئے بھی کیا جا رہا ہے کہ:-

۱- یہ لوگ پچھلے انگریزی دور میں مسلمانوں کی غفلت اور انگریزوں کی غیر معمولی عنایت سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر مسلمانوں کے نام پر مسلمانوں کی ملازمتوں کے کوٹہ کا اِستحصال کرتے آئے ہیں۔

۲- قیامِ پاکستان کے بعد حکمرانوں کی غفلت یا بے حسی سے فائدہ اُٹھا کر اس معمولی اقلیت نے شرحِ آبادی کے تناسب سے بدرجہا زیادہ ملازمتوں پر قبضہ کرلیا ہے۔

۳- اس گروہ سے تعلق رکھنے والے اہم مناصب پر فائز اَفراد نے اپنے ہم مذہبوں کو بھرتی کرکر کے اور اپنے ماتحت اکثریتی طبقے مسلمانوں کے حقوق پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھائی۔

۴-اس کے نتیجے میں ملک کے تمام اہم شعبوں فوجی، صنعتی، معاشی، اِقتصادی، انتظامیہ، مالیات، منصوبہ بندی، ذرائعِ ابلاغ وغیرہ پر انہیں اِجارہ داری حاصل ہوگئی اور ملک کی قسمت کا فیصلہ ایک مٹھی بھر غیر مسلم جماعت کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

۵-اس گروہ کے سرکردہ افراد نے اپنے دائرۂ اثر میں اپنے عہدے اور منصب کو قادیانیت کی تبلیغ واِشاعت کے لئے استعمال کیا اور انہیں ہدایت پر عمل کیا جو ان کے اِمام اور خلیفہ نے ۱۹۵۲ء میں انہیں دی تھیں اور کہا تھا کہ ''مرزائی ملازمین اپنے محکموں میں منظم صورت میں مرزائیت کی تبلیغ کریں۔'' (''الفضل'' ۱۱؍جنوری ۱۹۵۲ء ص:۴)

۶-کلیدی مناصب پر فائز مرزائیوں کے ذمہ دار اَفراد ملک وملت کے مفادات سے غداری کے مرتکب ہوتے رہے، اس سلسلے میں ایئر مارشل ظفر چوہدری اور کئی دُوسرے جرنلوں کا کردار قوم اور حکومت کے سامنے آچکا ہے۔ بنگلہ دیش اور پاک بھارت جنگ کے سلسلے میں ان لوگوں کا کردار موضوعِ عام وخاص ہے۔

ان چند وجوہات کی بنا پر مرزائیوں کا کلیدی مناصب پر برقرار رہنا صرف مذہبی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ ملک کی اکثریت کے معاشی، سماجی، سیاسی، معاشرتی مفادات کے تحفظ اور ملک وملت کی سالمیت کا بھی تقاضا ہے۔

متوازی نظامِ حکومت

پاکستان بننے کے بعد احمدی جماعت کی سیاسی تنظیم نے حکومتِ پاکستان کے مقابلے میں ایک متوازی نظامِ حکومت قائم کرلیا ہے۔ ربوہ(۱) کے مقام پر خالص احمدیوں کی بستی آباد کرکے اس نظامِ حکومت کا مرکز بنالیا گیا۔ جماعت کا لیڈر ''امیر المؤمنین'' کہلاتا ہے جو مسلمانوں کے فرمانروا کا معین شدہ لقب ہے۔ اس امیر المؤمنین کے ماتحت ربوہ(۱) میں مرزائی اسٹیٹ کی نظارتیں باقاعدہ قائم ہیں۔ نظارتِ اُمورِ داخلہ ہے، نظارتِ نشرواشاعت

(۱) موجودہ نام ''چناب نگر''۔

ہے، نظارتِ اُمورِ عامہ ہے، نظارتِ اُمورِ مذہبی ہے۔ یہ نظارتیں کسی ریاست یا سلطنت کے نظام کے شعبوں کی طرح کام کر رہی ہیں۔ اس نظامِ حکومت نے ''خدام الاحمدیہ'' کے نام سے ایک فوجی نظام بھی بنا رکھا ہے، ''خدام الاحمدیہ'' میں ''فرقان بٹالین'' کے سابق سپاہی اور اُفسر شامل ہیں۔

احمدی لیڈروں کو یقین ہے کہ اب ان کے لئے پاکستان کا حکمران بن جانا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ سابقہ خلیفۂ ربوہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے سالانہ جلسے میں اعلان کیا تھا: ''ہم فتح یاب ہوں گے اور تم مجرموں کے طور پر ہمارے سامنے پیش ہوگے، اس وقت تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو فتحِ مکہ کے دن ابو جہل اور اس کی پارٹی کا ہوا تھا۔''

بلوچستان پر قبضے کا منصوبہ

ابھی قیامِ پاکستان کو ایک برس بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ ۲۳ر جولائی ۱۹۴۸ء کو قادیانی خلیفہ نے کوئٹہ میں ایک خطبہ دیا جو ۱۳ر اگست کے ''الفضل'' میں ان الفاظ میں شائع ہوا:-

> برٹش بلوچستان جو اَب پاکی بلوچستان ہے، کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ یہ آبادی اگرچہ دُوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے مگر بوجہ ایک یونٹ ہونے کے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دُنیا میں جیسے افراد کی قیمت ہوتی ہے یونٹ کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکا کی کانسٹی ٹیوشن ہے، وہاں اسٹیٹس سینٹ کے لئے اپنے ممبر منتخب کرتے ہیں، یہ نہیں دیکھا جاسکتا کہ کسی اسٹیٹ کی آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔ سب اسٹیٹس کی طرف سے برابر ممبر لئے جاتے ہیں۔ غرض پاکی بلوچستان کی آبادی ۵، ۶ لاکھ ہے اور اگر ریاستی بلوچستان کو ملا لیا جائے تو اس کی آبادی ۱۱ لاکھ ہے

لیکن چونکہ یہ ایک یونٹ ہے اس لئے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلدی احمدی بنایا جاسکتا ہے۔ یادرکھو تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک ہماری Base مضبوط نہ ہو، پہلے Base مضبوط ہوتو پھر تبلیغ پھیلتی ہے، بس پہلے اپنی Base مضبوط کرلو، کسی نہ کسی جگہ اپنی Base بنالو، کسی ملک میں ہی بنالو، اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہوجائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔

کشمیر

مرزائی حضرات جس قادیانی ریاست کا خواب دیکھتے ہیں اس کی تعبیر کے لئے انہوں نے اِبتدا ہی سے کشمیر کو بھی مناسبِ حال سمجھا، اس دِلچسپی کی بعض وجوہات کو ''تاریخِ احمدیت'' کے مؤلف دوست محمد شاہد نے کتاب کی جلد ششم ص:۴۴۵ تا ۴۷۹ میں ذکر بھی کیا ہے۔

الف:- قادیان ریاست جموں وکشمیر کا ہم آغوش ہے، جو ان کے ''پیغمبر'' کا مولد، دارالامان اور مکہ مدینہ کا ہم پلہ بلکہ ان سے بھی افضل قرار دیتے ہیں۔

(''الفضل'' ۱۱ردسمبر ۱۹۳۲ء، تقریر مرزا محمود صاحب، وحقیقۃ الرؤیا ص:۴۶ از مرزا محمود)

اور قادیان کے بارے میں اُن کا خیال ہے کہ مرزا غلام احمد کی پیشین گوئی کے مطابق قادیان قادیانیوں کو ضرور ملے گا، وہ اپنے چھوٹے بچوں کو اِبتدائی نصاب میں یہی بات راسخ کرتے رہتے ہیں کہ:-

قادیان سے ہجرت کی حالت عارضی ہوگی، آخر ایک وقت آئے گا
کہ قادیان جماعتِ احمدیہ کو واپس مل جائے گا۔

(راہِ ایمان ص:۹۸، بچوں کی ابتدائی دینی معلومات کا مجموعہ)

قادیان اور جموں وکشمیر کے جغرافیائی اِتصال کو برقرار رکھنے کی کوششوں نے باؤنڈری کمیشن کو احمدی میمورنڈم کی وجہ سے ضلع گورداسپور کو پاکستان سے کاٹنے اور بھارت کو کشمیر ہڑپ کر لینے کی راہ مل گئی۔

ب:- قادیانیوں کا زعم ہے کہ کشمیر میں قادیانی اثرات پہلے سے زیادہ ہیں، مرزا محمود کے بقول وہاں تقریباً اَسّی ہزار احمدی ہیں۔

ج:- کشمیر ان کے مسیحِ موعود کے بقول مسیحِ اوّل (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا مدفن ہے اور مسیحِ ثانی کے پیروکاروں کی بڑی تعداد وہاں آباد ہے، اور جس ملک میں دو مسیحوں کا دخل ہو وہاں کی حکمرانی کا حق صرف قادیانیوں کو مل سکتا ہے۔

د:- مہاراجہ رنجیت سنگھ نے نواب اِمام الدین کو کشمیر بطور گورنر بھیجا تو مرزا غلام احمد کے والد بھی ان کے ساتھ تھے۔

ہ:- مرزا غلام احمد کے خلیفہ اوّل حکیم نور الدین جو خلیفہ ثانی مرزا محمود کے اُستاد اور خسر تھے، مدتوں ہی کشمیر میں رہے، بہرحال جس طرح بلوچستان پر ان کی نظر اَفرادی آبادی کی قلّت کی وجہ سے پڑی تو کشمیر پر ہر دور میں ان کی نظر کسی عام انسانی ہمدردی اور مسلمانوں کی خیرخواہی کی وجہ سے نہیں بلکہ سابقہ شخصی اور عصبیتی مفادات کی وجہ سے پڑتی رہی ہے۔ اس سلسلے میں کشمیر کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کی پہلی سازش ۱۹۳۰ء میں برطانوی آقاؤں کے اشارے پر کی گئی، مرزا بشیر الدین کی کشمیر کمیٹی سے دِلچسپی اُنہیں سیاسی عزائم کی پیداوار تھی جسے ڈاکٹر اقبال، مسلمان زعماء اور عام مسلمانوں کی مشترکہ کوششوں نے ناکام بنادیا، اور علامہ اقبال نے یہیں سے ان کے سیاسی عزائم بھانپ کر اس تحریک کا سختی سے مقابلہ شروع کیا۔

۱۹۴۸ء کی جنگِ کشمیر اور فرقان بٹالین

قیامِ پاکستان کے تیسرے مہینے اکتوبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان نے مقبوضہ کشمیر کا مطالبہ کیا اور ۱۹۴۸ء میں جنگ چھڑی تو قادیانی اُمت نے فرقان بٹالین کے نام سے ایک پلاٹون تیار کی جو جموں کے محاذ پر متعین کی گئی، اس سے پہلے اپنی طویل تاریخ میں مرزائیوں کو مسلمانوں کے کسی اِبتلاء اور مصیبت میں حصہ لینے کی توفیق نہیں ہوئی تھی، مگر آج وہ آزادیٔ کشمیر کے لئے فرقان بٹالین کے نام سے جانیں پیش کرنے لگے، اس وقت پاکستان کے کمانڈر اِنچیف جنرل سر ڈگلس گریسی تھے جو نہ تو کشمیر کی لڑائی کے حق میں تھے، نہ پاکستانی فوج کو کشمیر میں اِستعمال کرنا چاہتے تھے، بلکہ یہاں تک کہ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بعض جنگی معلومات بھارت کے کمانڈر اِنچیف جنرل سر آکسن لیک تک پہنچاتے رہے، لیکن دُوسری طرف وہی انگریز کمانڈر اِنچیف، پبلک سے تعلق رکھنے والی ایک آزاد فورس کو اس جنگ میں کھلی اجازت دیتا ہے، انہی جنرل گریسی نے بطور کمانڈر اِنچیف فرقان بٹالین کو دادِ تحسین کا پیغام بھی بھیجا جو ''تاریخِ احمدیت'' مؤلفہ دوست محمد شاہد قادیانی ص:۶۷۴، اور نظارتِ دعوت و تبلیغ ربوہ(۱) کی شائع کردہ ٹریکٹ میں بھی ہے۔ فرقان فورس نے کشمیر کی اس جنگ کے دوران کیا خدمات انجام دیں، یہاں اس کی تفصیلات کی گنجائش نہیں لیکن جب اس جہاد کے بعد اس تنظیم کے کارنامے جلوتوں میں زیرِ بحث آنے لگے اور اخبارات میں کشمیری رہنماؤں اللہ رکھا ساغر اور آفتاب احمد سیکریٹری جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے بیانات آئے اس سے اس وقت کے فوجی سربراہوں اور حکومت میں کھلبلی مچ گئی، سردار آفتاب احمد کا اصل بیان یہ تھا:-

> اس فرقان بٹالین نے جو کچھ کیا اور ہندوستان کی جو خدمات سرانجام دیں، مسلم مجاہدین کی جوانیوں کا جس طرح سودا چکایا، اگر اس پر خون

(۱) موجودہ نام ''چناب نگر''۔

کے آنسو بھی بہائے جائیں تو کم ہیں، جو اسکیم بنتی ہندوستان پہنچ جاتی، جہاں مجاہدین مورچہ بناتے دُشمن کو پتہ چل جاتا، جہاں مجاہدین ٹھکانہ کرتے ہندوستان کے ہوائی جہاز پہنچ جاتے۔ (ٹریکٹ نظارت دعوت وتبلیغ انجمن احمدیہ چناب نگر (ربوہ) بحوالہ ٹریکٹ کشمیر اور مرزائیت)

''الفضل'' ۲رجنوری ۱۹۵۰ء صفحہ: ۴ کالم: ۴ کے مطابق مرزا بشیرالدین محمود نے ان بیانات اور تقریروں پر واویلا مچایا کہ اگر ہم غدار تھے تو حکومت نے ہمیں وہاں کیوں بٹھائے رکھا۔ اور اس طرح اس وقت کی حکومت اور جنرل گریسی کی غداری کو بھی طشت ازبام کرانے کا سگنل مرزا بشیرالدین نے دے دیا، چنانچہ اس وقت جنرل گریسی نے ایک تو فرقان فورس کو پُراسرار اور فوری طور پر توڑ دیا اور دُوسری طرف خود جنرل گریسی نے آفتاب احمد خان کے اِلزام کی تردید کی ضرورت محسوس کی مگر مرزا بشیرالدین کے کہنے کے مطابق حکومت کے دباؤ سے اِلزام لگانے والوں نے گول مول الفاظ میں تردید کردی، مگر ایک ماہ ہوا کہ پھر وہی اِعتراض شائع کردیا۔

(ملاحظہ ہو''الفضل'' ۲رجنوری ۱۹۵۰ء ص: ۴ مرزا بشیرالدین کی تقریر)

سوال یہ ہے کہ ایسے اِلزامات اگر غلط تھے تو اتنی جلدی میں فرقان فورس کو توڑ دینے کی ضرورت کیا تھی؟ اور یہ اِلزامات اگر غلط تھے تو اِلزام لگانے والے مدتوں برسرِعام اس کو دُہراتے چلے گئے مگر اس وقت کی حکومت اور کمانڈر انچیف نے اس کی عدالتی انکوائری کی ضرورت کیوں محسوس نہیں کی، پاکستانی افواج کے ہوتے ہوئے متوازی فوج کیسے اور کیوں؟ یہ سوالات اب تک جواب طلب ہیں مگر اس وقت آفتاب احمد صاحب سیکرٹری جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے کہے گئے یہ الفاظ بھی حقیقت کی غمازی کر رہے ہیں کہ:

'مرزائی ۳۰ سال سے (اور اَب تو ۵۶ سال سے) آزاد کشمیر کی راہ میں رُکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔''

فرقان فورس، ایک احمدی بٹالین اور متوازی فوجی تنظیم

چنانچہ فرقان فورس اس وقت توڑ دی گئی مگر ربوہ[1] کے متوازی حکمران یہی سمجھتے تھے کہ عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے، حقائق بین نگاہیں بہت کم ہوتی ہیں، آگے چل کر بہت جلد اسے اور شکلوں میں قائم رکھا گیا اور اَب یہ فورسیں اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ وغیرہ نیم فوجی تنظیموں کی صورت میں قائم ہیں، جسٹس منیر نے فسادات ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی رپورٹ ص:۲۱۱ پر فرقان فورس کی موجودگی کے علاوہ مرزائی اسٹیٹ کے خودساختہ سیکرٹریٹ کی خبر ان الفاظ میں دی ہے:۔

> احمدی ایک متحد و منظّم جماعت ہیں، ان کا صدر مقام ایک خالص احمدی قصبے میں واقع ہے، جہاں ایک مرکزی تنظیم قائم ہے، جس کے مختلف شعبے ہیں مثلاً شعبۂ اُمورِ خارجہ، شعبۂ اُمورِ داخلہ، شعبۂ اُمورِ عامہ، شعبۂ نشر و اشاعت یعنی وہ شعبے جو ایک باقاعدہ سیکرٹریٹ کی تنظیم میں ہوتے ہیں وہ سب یہاں موجود ہیں، ان کے پاس رضاکاروں کا ایک جیش بھی ہے جس کو خدامِ دِین کہتے ہیں، فرقان بٹالین اس جیش سے مرکب ہے اور خالص احمدی بٹالین ہے۔
>
> (تحقیقاتی رپورٹ ص:۲۱۱)

۱۹۶۶ء میں اس رُسوائے زمانہ فرقان فورس کو مرزائیوں نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کی غیور پاکستانی افواج اور مجاہدین اور شہداء کے بالمقابل اس طرح پیش کیا کہ جب پاکستانی افواج کے بہادر مجاہدین کو تمغے دیئے جانے لگے تو ''الفضل'' میں اس طرح کے اعلانات شائع ہونے لگے:۔

فرقان فورس میں شامل ہوکر جن قادیانیوں نے ۴۵ دن یعنی

---

(۱) موجودہ نام ''چناب نگر''۔

۳۱ر دسمبر ۱۹۴۸ء (فائر بندی کی تاریخ) کشمیر کی لڑائی میں حصہ لیا تھا وہ اب مندرجہ ذیل نمونہ کی رسید بنا کر اس پر دستخط ثبت کر کے مقامی قادیانی جماعت کے امیر کے دستخط کروا کر ملک محمد رفیق دار الصدر عربی ربوہ[1] کو بھجوا دیں، جس افسر کو ایڈریس کرنا ہے وہ جگہ خالی چھوڑ دی جائے، یہ رسیدیں ربوہ[1] سے راولپنڈی جائیں گی، راولپنڈی سے ان لوگوں کے کشمیر میڈل ربوہ[1] آئیں گے اور اس کی اطلاع ''الفضل'' میں شائع ہوگی اور پھر میڈل ربوہ[1] میں ان قادیانیوں کو تقسیم کئے جائیں گے۔ (۲۳ر مارچ ۱۹۶۶ء ''الفضل'')

۱۹۶۵ء میں یتیم ہونے والے بچوں، اُجڑنے والے سہاگوں کے مقابلے میں کشمیر میڈل کا قصہ چھیڑنا کیا ۱۹۶۵ء کے شہیدوں اور ان کی قربانیوں سے مذاق نہیں تھا؟

مجاہدینِ ۱۹۶۵ء کے مقابلے میں ۱۸ برس بعد فرقان فورس کے قادیانیوں کو کشمیر میڈل ملنے کا قصہ اس خطرناک اسکینڈل سے پردہ اُٹھانا، انٹیلی جنس بیورو کا کام ہے، ہم محکمۂ دِفاع کی نزاکت اور تقدس ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے۔ کشمیر کے سلسلے میں فرقان فورس کا یہ تو ضمنی ذِکر تھا، اصل مسئلۂ کشمیر کے سلسلے میں بظاہر یہ معمولی باتیں بھی قابلِ غور ہیں کہ پاک بھارت جنگ کے ہر موقع پر کشمیر و قادیان سے ملحق سرحدات کی کمان عموماً قادیانی جرنیلوں ہی کے ہاتھ میں کیوں رہتی ہے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ سے پہلے اور اس کے بعد بھی صدر اَیوب کے دور میں سر ظفر اللہ اور دُوسرے مرزائی عمائدین کی طرف سے کشمیر پر چڑھائی اور اس کے لئے موزوں وقت کی نشاندہی کے پیغامات اور فتحِ کشمیر کی بشارتیں کیوں دی جاتی رہیں؟

○...... مرزائیوں نے تقسیم کے وقت وزارتی کمیشن سے علیحدہ حقوق طلب کر کے پاکستان سے غداری کی۔

---

(۱) موجودہ نام ''چناب نگر''۔

○...... پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک ہے جس کی حفاظت اور دِفاع کے لئے عقیدۂ جہادرُوح کا کام دیتا ہے، مگر جو جماعت جہاد پر ایمان نہیں رکھتی وہ پاکستان کی افواج میں مقتدر حیثیت اختیار کرتی گئی اور نتیجتاً پاک و بھارت جنگ کے ہر موقع پر انہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی سے گریز کیا۔ حالیہ صمدانی ٹریبونل میں قادیانی گواہ مرزا عبدالسمیع وغیرہ کی تصریح آچکی ہے کہ وہ ۱۹۷۱ء کی جنگ کو جہاد تسلیم نہیں کرتے۔

○...... مشرقی پاکستان کے سقوط میں افواج اور ایوانِ اقتدار پر فائز مقتدر مرزائیوں کا بنیادی حصہ ہے جس کے بہت سے حقائق اپنے وقت پر پیش کئے جاسکتے ہیں، اس سلسلے میں سر ظفر اللہ کی جنگ کے ایام میں یحییٰ اور مجیب کے درمیان تگ و دو بے معنی نہ تھی۔

○...... مرزائیوں نے راولپنڈی سازش کیس میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ وہ اس کے بانی مبانی تھے، جس کا ثبوت عدالت سے ہو چکا ہے۔

مرزائی ریشہ دوانیوں کے نتیجے میں ۱۹۵۳ء میں ملک کو پہلی بار مارشل لاء کی لعنت کا سامنا کرنا پڑا۔

خلاصۂ کلام

ان واضح شواہد پر مبنی تفصیلات کو پڑھ کر مرزائیت کے سیاسی اور شرعی وجود کے متعلق کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہتی۔ ہر حوالہ اپنی جگہ مکمل اور اس کے عزائم و مقاصد کی صحیح صحیح تصویر پیش کرتا ہے۔ یہی وجوہ ہیں جن کی بنا پر مسلمانوں کے تمام فرقوں نے متفقہ طور پر مرزائیت کو اِسلام کا باغی اور ان کے پیروؤں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے، اس تحریک کے احوال و نتائج اور آثار و مظاہر تمام مسلمانوں کے علم میں ہیں۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ نیا نہیں بلکہ علامہ اقبال نے پاکستان بننے سے کہیں پہلے انگریزی حکومت کو خطاب کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:-

ہمیں قادیانیوں کی حکمتِ عملی اور دُنیائے اسلام سے متعلق ان کے

رویے کو فراموش نہیں کرنا چاہئے، جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں تو پھر سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل ہونے کے لئے کیوں مضطرب ہیں؟ ملتِ اسلامیہ کو اس مطالبے کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے، اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔

(اسٹیمین کے نام خط ۱۰/جون ۱۹۳۵ء)

علامہ اقبال نے حکومت کے طرزِ عمل کو جھنجھوڑتے ہوئے مزید فرمایا تھا:-

اگر حکومت کے لئے یہ گروہ مفید ہے تو وہ اس خدمت کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے لیکن اس ملت کے لئے اسے نظر انداز کرنا مشکل ہے جس کا اجتماعی وجود اس کے باعث خطرے میں ہے۔

ان شواہد و نظائر کے پیشِ نظر آپ حضرات سے یہ گزارش کرنا ہم اپنا قومی و ملّی فرض سمجھتے ہیں کہ یورپی سامراج کے اس ففتھ کالم کی سرگرمیوں پر نہ صرف کڑی نگاہ رکھی جائے بلکہ اس جماعت کو پاکستان میں اقلیت قرار دے کر بلحاظِ آبادی ان کے حقوق متعین کئے جائیں۔ ورنہ مرزائی اِستعماری طاقتوں کی بدولت ملک و ملت کے لئے مستقلاً خطرہ بنے رہیں گے اور خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ملک و ملت کو ایک ایسے سانحے سے دوچار ہونا پڑے جو سانحہ کہ آج ملتِ اسلامیہ عربیہ کی حیاتِ اِجتماعی کے لئے اسرائیلی سرطان کی شکل اِختیار کر چکا ہے۔

***

آخری دردمندانہ گزارش

معزز اراکینِ اسمبلی!

ہر چند اِختصار کو مدِ نظر رکھنے کے باوجود مرزائیت کے بارے میں ہماری گزارشات کچھ طویل ہوگئیں، لیکن اُمتِ اسلامیہ پر مرزائیت کی ستم رانیوں کی داستان اس قدر طویل ہے کہ دو سو صفحات سیاہ کرنے کے باوجود ہمیں بار بار یہ اِحساس ہوتا ہے کہ اس موضوع سے متعلق جتنی اہم باتیں معزز اراکین کے سامنے پیش کرنی ضروری تھیں، ان کا بہت بڑا حصہ ابھی باقی ہے۔ ملتِ اسلامیہ تقریباً نوّے سال سے مرزائیت کے ستم سہ رہی ہے، اس مذہب کی طرف سے اسلام کے نام پر اِسلام کی جڑیں کاٹنے کی جو طویل مہم جاری ہے، اُس کی ایک معمولی سی جھلک پچھلے صفحات میں آپ کے سامنے آچکی ہے۔ اسلام کے بنیادی عقائد کی دھجیاں بکھیری گئی ہیں، قرآنی آیات کے ساتھ کھلم کھلا مذاق کیا گیا ہے، احادیثِ نبوی کو کھلونا بنایا گیا ہے، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ کے مقدس گروہ، اہلِ بیتِ عظامؓ اور اِسلام کی جلیل القدر شخصیتوں پر علانیہ کیچڑ اُچھالا گیا ہے، اسلامی شعائر کی برملا توہین کی گئی ہے، اِنتہا یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کردار کو اس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے "پہلو بہ پہلو" کھڑا کرنے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے جس کے مقامِ عظمت ورفعت کے آگے فرشتوں کا سرِ نیاز بھی خم ہے، جس کے نامِ نامی سے انسانیت کا بھرم قائم ہے اور جس کے دامنِ رحمت کی فیاضیوں کے آگے مشرق ومغرب کی حدود بے معنیٰ ہیں۔

مرزائیت اسی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائیوں کے خلاف نوّے سال

سے سازشوں میں مصروف ہے، اُس نے ہمیشہ اسلام کا رُوپ دھار کر اُمتِ مسلمہ کی پشت میں خنجر بھونکنے اور دُشمنانِ اسلام کے عزائم کو اندرونی اَڈّے فراہم کرنے کی کوشش کی ہے، اُس نے عالمِ اسلام کے مختلف حصوں میں فرزندانِ توحید کے قتلِ عام اور مسلم خواتین کی بے حرمتی پر گھی کے چراغ جلائے ہیں اور اس نے اپنے آپ کو اُمتِ مسلمہ کا ایک حصہ ظاہر کر کے اسلام دُشمنوں کی وہ خدمات انجام دی ہیں جو اس کے کھلم کھلا دُشمن انجام نہیں دے سکتے تھے۔

ملتِ مسلمہ نوّے سال سے مرزائیت کے یہ مظالم جھیل رہی ہے، انہی مظالم کی بنا پر تمام مسلمانوں اور مصورِ پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے اپنے زمانے کی انگریز حکومت سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ مرزائی مذہب کے متبعین کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر انہیں مسلمانوں کے جسدِ ملّی سے علیحدہ کر دیا جائے، لیکن وہ ایک ایسی حکومت کے دور میں پیدا ہوئے تھے جس نے مرزائیت کا پودا خود کاشت کیا تھا اور جس نے ہمیشہ اپنے مفادات کی خاطر مرزائیت کی پیٹھ تھپکنے کی پالیسی اختیار کی ہوئی تھی، لہٰذا پوری ملتِ اسلامیہ اور خاص طور سے علامہ اقبال کی درد میں ڈوبی ہوئی فریادیں ہمیشہ حکومت کے ایوانوں سے ٹکرا کر رہ گئیں، مسلمان بے دست و پا تھے، اس لئے وہ مرزائیت کے مظالم سہنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔

آج اسی مصورِ پاکستان کے خوابوں کی تعبیر پاکستان کی صورت میں ہمارے سامنے ہے، یہاں ہم کسی بیرونی حکومت کے ماتحت نہیں تھے، لیکن افسوس ہے کہ ستائیس سال گزرنے کے بعد بھی ہم ملتِ اسلامیہ کی اس ناگزیر ضرورت، اس کے دیرینہ مطالبے اور حق و انصاف کے اس تقاضے کو پورا نہیں کر سکے اور اس عرصے میں مرزائیت کے ہاتھوں سینکڑوں مزید زخم کھا چکے ہیں۔

معزز اراکینِ اسمبلی! اب ایک طویل اِنتظار کے بعد یہ اہم مسئلہ آپ حضرات کے سپرد ہوا ہے اور صرف پاکستان ہی نہیں، بلکہ پورے عالمِ اسلام کی نگاہیں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں، پوری مسلم دُنیا آپ کی طرف دیکھ رہی ہے اور ان خلد آشیاں مسلمانوں کی

رُوحیں آپ کے فیصلے کی منتظر ہیں، جنہوں نے غلامی کی تاریک رات میں مرزائیت کے بچھائے ہوئے کانٹوں پر جان دے دی تھی، جو حق و انصاف کے لئے پکارتے رہے مگر ان کی شنوائی نہ ہوسکی اور جو ستائیس سال سے اس مسلم ریاست کی طرف دیکھ رہے ہیں جو آزادی کے خوابوں کی تعبیر ہے، جو اِسلام کے نام پر قائم ہوئی ہے، اور جو دوسو سالہ غلامی کے بعد مسلمانوں کی پناہ گاہ کے طور پر حاصل کی گئی ہے۔

معزز اراکین! مسلمان کسی پر ظلم نہیں کرنا چاہتے، مسلمانوں کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ اُس مرزائی ملت کو غیر مسلم اقلیت قرار دِیا جائے جس نے اسلام سے کھلم کھلا خود علیحدگی اِختیار کی ہے، جس نے اسلام کے مُسلَّمہ عقائد کو جھٹلایا ہے، جس نے مسلمانوں کے ستر کروڑ مسلمانوں کو برملا کافر کہا ہے اور جس نے خود عملاً اپنے آپ کو ملتِ اِسلامیہ سے کاٹ لیا ہے، اُن کی عبادت گاہیں مسلمانوں سے الگ ہیں، ان کے اور مسلمانوں کے درمیان شادی بیاہ کے رشتے دونوں طرف سے ناجائز سمجھے جاتے ہیں اور عدالتیں ایسے رشتوں کو غیر قانونی قرار دے چکی ہیں۔ مسلمان مرزائیوں کے اور مرزائی مسلمانوں کے جنازوں میں شرکت جائز نہیں سمجھتے، اور ان کے آپس میں ہم مذہبوں سے تمام رشتے کٹ چکے ہیں۔ لہٰذا اسمبلی کی طرف سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اِقدام کوئی اچنبھا یا مصنوعی اِقدام نہیں ہوگا، بلکہ یہ ایک ظاہر و باہر حقیقت کا سرکاری سطح پر اِعتراف ہوگا جو پہلے ہی عالمِ اسلام میں اپنے آپ کو منوا چکی ہے۔ پچھلے صفحات میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز کوئی ایسی تجویز نہیں ہے جو کسی شخصی عداوت یا سیاسی لڑائی نے وقتی طور پر کھڑی کردی ہو، بلکہ یہ قرآنِ کریم کی بیسیوں آیات کا، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سینکڑوں اِرشادات کا، اُمت کے تمام صحابہؓ و تابعینؒ اور فقہاءؒ و محدثینؒ کا، تاریخِ اسلام کی تمام عدالتوں اور حکومتوں کا، مذاہبِ عالم کی پوری تاریخ کا، دُنیا کے موجودہ ستر کروڑ مسلمانوں کا، پاکستان کے اِبتدائی مصوّروں کا، خود مرزائی پیشواؤں کے اِقراری بیانات کا اور ان کے نوّے سالہ طرزِ عمل کا فیصلہ ہے اور اس کا اِنکار عین دوپہر کے

وقت سورج کے وجود کا اِنکار ہے۔

چونکہ مرزائی جماعتیں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے اُمتِ مسلمہ کے مفادات کے خلاف کارروائیوں میں مصروف رہتی ہیں اس لئے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان اس وقت منافرت و عداوت کی ایسی فضا قائم ہے جو دُوسرے اہلِ مذاہب کے ساتھ نہیں ہے۔ اس صورتِ حال کا اس کے سوا کوئی حل نہیں ہے کہ مرزائیوں کو سرکاری سطح پر غیر مسلم قرار دیا جائے، اس کے بعد دُوسری اقلیتوں کی طرح مرزائیوں کے جان و مال کی حفاظت بھی مسلمانوں کی ذمہ داری ہوگی۔ مسلمانوں نے اپنے ملک کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ ہمیشہ اِنتہائی فیاضی اور رواداری کا سلوک کیا ہے، لہٰذا مرزائیوں کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد ملک میں ان کے جان و مال کا تحفظ زیادہ ہوگا اور منافرت کی وہ آگ جو وقفے وقفے سے بھڑک اُٹھتی ہے ملک کی سالمیت کے لئے کبھی خطرہ نہیں بن سکے گی۔

لہٰذا ہم آپ سے اللہ کے نام پر، شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے نام پر، قرآن و سنت اور اُمتِ اسلامیہ کے اِجماع کے نام پر، حق و انصاف اور دیانت و صداقت کے نام پر، دُنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کے نام پر، یہ اپیل کرتے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ کے اس مطالبے کو پورا کرنے میں کسی قسم کے دباؤ سے متأثر نہ ہوں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر کریں، جن کی شفاعت میدانِ حشر میں ہمارا آخری سہارا ہے۔

اگر ہم نے اپنی اس ذمہ داری کو پورا نہ کیا تو ملتِ اسلامیہ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی، اِقتدار و اِختیار ڈھل جاتا ہے، لیکن غلط فیصلوں کا داغ موت کے بعد تک نہیں مٹتا، اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح فیصلے کی توفیق دے۔

(محرکینِ قرارداد)

***

ختمِ نبوّت پر
پاکستان قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ

اسلام آباد ۔ ۷ ر ستمبر ۱۹۷۴ء

ان صفحات میں خصوصی کمیٹی کی قرارداد کا متن، آئین میں ترمیم کا بل، اور وزیرِ اعظم پاکستان جناب ذُوالفقار علی بھٹو کی تقریر کا متن دِیا جا رہا ہے جو انھوں نے ۷ ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس وقت کی جبکہ پارلیمنٹ نے ختمِ نبوت کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے قانون پاس کیا۔

قرارداد

قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسبِ ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش کرنے یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسبِ ذیل سفارشات پیش کرتی ہے:-

(الف) کہ پاکستان کے آئین میں حسبِ ذیل ترمیم کی جائے:-

(اوّل) دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے، مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودۂ قانون منسلک ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسبِ ذیل تشریح درج کی جائے:-

تشریح:- کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے تصوّر کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل

یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ھٰذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

(ج) کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں نتیجہ قانونی اور ضابطے کی ترمیمات کی جائیں۔

(ہ) کہ پاکستان کے تمام شہریوں، خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزّت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دِفاع کیا جائے گا۔

(قومی اسمبلی میں پیش کئے جانے کے لئے)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کرنے کے لئے

ایک بل

ہرگاہ یہ قرینِ مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہٰذا بذریعہ ھٰذا حسبِ ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے:۔

(۱) مختصر عنوان اور آغازِ نفاذ۔ (۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیمِ دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔ (۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(۲) آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں، جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا، دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین ''اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)'' درج کئے جائیں گے۔

۲) آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسبِ ذیل نئی شق درج کی جائے گی، یعنی:۔

''(۳) جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم، جو آخری نبی ہیں، کے

خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دِینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔"

بیانِ اغراض و وجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے، اس بل کا مقصد اِسلامی جمہوریۂ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تا کہ ہر وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دِینی مصلح تسلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دِیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ

وزیر انچارج

***

وزیرِ اعظم پاکستان
جناب ذُوالفقار علی بھٹو کی تقریر

جناب ذُوالفقار علی بھٹو وزیرِ اعظم پاکستان کی اس تقریر کا متن جو
انہوں نے قومی اسمبلی میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو کی تھی

جنابِ اسپیکر!

میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلے پر اِیوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلۂ خیال کیا ہے، جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقۂ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے، یہ ایک قومی فیصلہ ہے، یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے اِرادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلے کی تحسین کی مستحق قرار پائے۔ اور نہ ہی مَیں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلے کی تعریف و تحسین کا حق دار بنے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ مشکل فیصلہ، بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل فیصلہ، جمہوری اِداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا تھا۔

یہ ایک پُرانا مسئلہ ہے، نوّے سال پُرانا مسئلہ ہے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا، اس سے ہمارے معاشرے میں تلخیاں اور تفرقے پیدا ہوئے

لیکن آج کے دن تک اس مسئلے کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جاسکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ماضی میں بھی پیدا ہوا تھا، ایک بار نہیں، بلکہ کئی بار، ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں اس مسئلے پر جس طرح قابو پایا گیا تھا، اسی طرح اب کی بار بھی ویسے ہی اقدامات سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اس سے پہلے کیا کچھ کیا گیا، لیکن مجھے معلوم ہے کہ ۱۹۵۳ء میں کیا کیا گیا تھا، ۱۹۵۳ء میں اس مسئلے کے حل کے لئے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا جو اس مسئلے کے حل کے لئے نہیں بلکہ اس مسئلے کو دبا دینے کے لئے تھا، کسی مسئلے کو دبا دینے سے اس کا حل نہیں نکلتا۔ اگر کچھ صاحبانِ عقل وفہم حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر تشدد کر کے اس مسئلے کو حل کیا جائے، اور عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کو کچل دیا جائے، تو شاید اس صورت میں ایک عارضی حل نکل آتا، لیکن یہ مسئلے کا صحیح اور دُرست حل نہ ہوتا۔ مسئلہ دَب تو جاتا اور پس منظر میں چلا جاتا، لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا۔

ہماری موجودہ مساعی کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس مسئلے کا مستقل حل تلاش کیا جائے اور میں آپ کو یقین دِلاسکتا ہوں کہ ہم نے صحیح اور دُرست حل تلاش کرنے کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ دُرست ہے کہ لوگوں کے جذبات مشتعل ہوئے، غیر معمولی اِحساسات اُبھرے، قانون اور امن کا مسئلہ بھی پیدا ہوا، جائیداد اور جانوں کا اتلاف ہوا، پریشانی کے لمحات بھی آئے، تمام قوم گزشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی اور اس پر کشمکش وبیم ورجا کے عالم میں رہی، طرح طرح کی افواہیں کثرت سے پھیلائی گئیں، اور تقریریں کی گئیں، مسجدوں اور گلیوں میں بھی تقریروں کا سلسلہ جاری رہا، میں یہاں اور اس وقت یہ دُہرانا نہیں چاہتا کہ ۲۲/اور ۲۹/مئی کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلے کی وجوہات کے بارے میں بھی کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ یہ مسئلہ کس طرح رُونما ہوا اور کس طرح اس نے جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرے لئے اس وقت یہ مناسب نہیں کہ میں موجودہ معاملات کی تہ تک جاؤں، لیکن میں اجازت چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کی توجہ

اس تقریر کی طرف دِلاؤں جو میں نے قوم۔ سے مخاطب ہوتے ہوئے ۱۳ رجون کو کی تھی۔

اس تقریر میں، میں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسئلہ بنیادی اور اُصولی طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اِسلام پر ہے، پاکستان مسلمانوں کے لئے وجود میں آیا تھا، اگر کوئی ایسا فیصلہ کرلیا جاتا، جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی تعلیمات اور اِعتقادات کے خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علتِ غائی اور اس کے تصوّر کو بھی ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا، اس لئے میری حکومت کے لئے یا ایک فرد کی حیثیت میں میرے لئے مناسب نہ تھا کہ اس پر ۱۳ رجون کو کوئی فیصلہ دیا جاتا۔

لاہور میں مجھے کئی ایک ایسے لوگ ملے جو اس مسئلے کے باعث مشتعل تھے، وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی، ابھی ابھی اور یہیں وہ اعلان کیوں نہیں کردیتے جو کہ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ یہ اِعلان کردیں تو اس سے آپ کی حکومت کو بڑی دادو تحسین ملے گی اور آپ کو ایک فرد کے طور پر نہایت شاندار شہرت اور ناموری حاصل ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوادیا تو آپ اپنی زندگی کے ایک سنہری موقع سے ہاتھ دھوبیٹھیں گے۔ میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ یہ ایک انتہائی پیچیدہ اور بسیط مسئلہ ہے جس نے برِصغیر کے مسلمانوں کو نوّے سال سے پریشان کر رکھا ہے، اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لئے بھی پریشانی کا باعث بنا ہے۔ میرے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا، اور کوئی فیصلہ کردیتا۔ میں نے ان اصحاب سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت کو بحال اور قائم کیا ہے، پاکستان کی ایک قومی اسمبلی موجود ہے جو ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بڑا اِدارہ ہے۔ میری ناچیز رائے میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے قومی اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے۔ اور اکثریتی پارٹی کے رہنما ہونے کی حیثیت میں میں قومی اسمبلی کے ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں

ڈالوں گا۔ میں اس مسئلے میں حل کو قومی اسمبلی کے ممبروں کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں، اور ان میں میری پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ممبر میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ جہاں میں نے کئی ایک مواقع پر انہیں بلا کر اپنی پارٹی کے موقف سے آگاہ کیا، وہاں اس مسئلے پر میں نے اپنی پارٹی کے ایک ممبر پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی، سوائے ایک موقع کے جبکہ اس مسئلے پر کھلی بحث ہوئی تھی۔

جنابِ اسپیکر! میں آپ کو یہ بتانا مناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلے کے باعث اکثر میں پریشان رہا اور راتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔ اس مسئلے پر جو فیصلہ ہوا ہے، میں اس کے نتائج سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھے اس فیصلے کے سیاسی اور معاشی رَدِّعمل اور اس کی پیچیدگیوں کا علم ہے، جس کا اثر مملکت کے تحفظ پر ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا، پاکستان وہ ملک ہے جو برِصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لئے ایک علیحدہ مملکت چاہتے تھے۔ اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلے کو جمہوری طریقے سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اُصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اُصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دِین ہے۔ اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لئے اوّلین اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارا دُوسرا اُصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری پالیسی ہے، چنانچہ ہمارے لئے فقط یہی دُرست راستہ تھا کہ ہم اس مسئلے کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کرتے۔ اس کے ساتھ ہی میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اُصول کی بھی پوری طرح سے پابندی کریں گے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہو۔ ہم سوشلسٹ اُصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے، اس فیصلے میں ہم نے اپنے کسی بھی اُصول سے اِنحراف نہیں کیا۔ ہم اپنی پارٹی کے تین اُصولوں پر مکمل طور سے پابند رہے ہیں۔ میں نے کئی بار کہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اور اعلیٰ ترین اُصول، سماجی انصاف کے خلاف نہیں، اور سوشلزم کے ذریعے معاشی اِستحصال کو ختم کرنے کے بھی خلاف نہیں ہیں۔

یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں، اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ہم دورِ جدید میں رہتے بستے ہیں، ہمارا آئین کسی مذہب وملت کے خلاف نہیں بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیئے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر واِعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اِظہار کر سکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس امر کی ضمانت دی گئی ہے۔ میری حکومت کے لئے اب یہ بات بہت اہم ہوگئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی اِبہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی اور مقدس اسلامی فرض ہے۔

جنابِ اسپیکر! میں آپ کو یقین دِلانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے باہر کے ہر شخص کو بتادینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر اَدا کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کسی شخص کے ذہن میں شبہ نہیں رہنا چاہئے۔ ہم کسی قسم کی غارت گری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستانی طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔

جنابِ اسپیکر! گزشتہ تین مہینوں کے دوران اور اس بڑے بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں، کئی لوگوں کو جیل میں بھیجا گیا اور چند اور اِقدامات کئے گئے۔ یہ بھی ہمارا فرض تھا۔ ہم اس ملک پر بدنظمی کا اور نراجی عناصر کا غلبہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ جو ہمارے فرائض تھے، ان کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ لیکن اس موقع پر جبکہ تمام ایوان نے متفقہ طور سے ایک اہم فیصلہ کرلیا ہے، آپ کو یقین دِلانا چاہتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے، اور جبکہ اس مسئلے کا باب بند ہو چکا ہے، ہمارے لئے یہ ممکن ہوگا کہ ان سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ مناسب وقت کے اندر اندر کچھ ایسے افراد سے نرمی برتی جائے گی اور انہیں رہا کردیا جائے گا جنہوں نے اس عرصے میں اشتعال انگیزی سے کام لیا یا کوئی اور مسئلہ پیدا کیا۔

جنابِ اسپیکر! جیسا کہ میں نے کہا ہمیں اُمید کرنی چاہئے کہ ہم نے اس مسئلے کا باب بند کر دیا ہے۔ یہ میری کامیابی نہیں، یہ حکومت کی بھی کامیابی نہیں، یہ کامیابی پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے جس میں ہم بھی شریک ہیں۔ میں سارے ایوان کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں، مجھے احساس ہے کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر نہ کیا جاسکتا اگر تمام ایوان کی جانب سے اور اس میں تمام پارٹیوں کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا۔ آئین سازی کے موقع کے وقت بھی ہم میں تعاون اور سمجھوتے کا یہ جذبہ موجود تھا۔ آئین ہمارے ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اس آئین کے بنانے میں ۲۷ برس صَرف ہوئے اور وہ وقت پاکستان کی تاریخ میں تاریخی اور یادگار وقت تھا جب اس آئین کو تمام پارٹیوں نے قبول کیا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے اسے متفقہ طور پر منظور کرلیا۔ اسی جذبے کے تحت، ہم نے یہ مشکل فیصلہ بھی کرلیا ہے۔

جنابِ اسپیکر! کیا معلوم کہ مستقبل میں ہمیں زیادہ مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑے، لیکن میری ناچیز رائے میں جب سے پاکستان وجود میں آیا، یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کل کو اس سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔ جن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن ماضی کو دیکھتے ہوئے اس مسئلے کے تاریخی پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرتے ہوئے میں پھر کہوں گا کہ یہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا، گھر گھر میں اس کا اثر تھا، ہر دیہات میں اس کا اثر تھا، اور ہر فرد پر اس کا اثر تھا۔ یہ مسئلہ سنگین تر ہوتا چلا گیا، اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک خوفناک شکل اِختیار کرگیا۔ ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہی تھا، ہمیں تلخ حقائق کا سامنا کرنا ہی تھا۔ ہم اس مسئلے کو ہائی کورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کرسکتے تھے، یا اسلامی سیکرٹریٹ کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت اور حتیٰ کہ افراد بھی مسائل کو ٹالنا جانتے ہیں اور انہیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں اور حاضرہ صورتِ حال سے نبٹنے کے لئے معمولی اقدامات کرسکتے ہیں۔ لیکن ہم نے اس مسئلے کو اس انداز سے نبٹانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم اس مسئلے کو ہمیشہ کے لئے حل کرنے کا جذبہ رکھتے

تھے۔اس جذبے کے تحت قومی اسمبلی ایک کمیٹی کی صورت میں خفیہ اجلاس کرتی رہی، خفیہ اجلاس کرنے کے لئے کئی ایک وجوہات تھیں۔اگر قومی اسمبلی خفیہ اجلاس نہ کرتی، تو جناب! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام سچی باتیں اور حقائق ہمارے سامنے آسکتے؟ اور لوگ اس طرح آزادی اور بغیر کسی جھجک کے اپنے اپنے خیالات کا اِظہار کرسکتے؟ اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہاں اخبارات کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں، اور لوگوں تک ان کی باتیں پہنچ رہی ہیں، اوران کی تقاریر اور بیانات کو اَخبارات کے ذریعے شائع کرکے ان کا ریکارڈ رکھا جارہا ہے تو اسمبلی کے ممبر اس اِعتماد اور کھلے دِل سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کرسکتے، جیسا کہ انہوں نے خفیہ اجلاسوں میں کیا۔ہمیں ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کا کافی عرصے تک اِحترام کرنا چاہئے۔تاریخ بتاتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ کوئی بات بھی خفیہ نہیں رہتی، لیکن ان باتوں کے اِظہار کا ایک موزوں وقت ہے۔چونکہ اسمبلی کی کارروائی خفیہ رہی ہے، اور ہم نے اسمبلی کے ہر ممبر کو، اوران کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جو ہمارے سامنے پیش ہوئے یہ یقین دِلایا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اُس کو سیاسی، یا کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے گا۔میرے خیال میں یہ ایوان کے لئے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو ایک خاص وقت تک ظاہر نہ کریں۔وقت گزرنے کے ساتھ ہمارے لئے ممکن ہوگا کہ ہم ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو آشکارا کردیں، کیونکہ اس کے ریکارڈ کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان خفیہ اجلاسوں کے ریکارڈ کو دفن ہی کردیا جائے، ہرگز نہیں۔اگر میں یہ کہوں تو یہ ایک غیرحقیقت پسندانہ بات ہوگی۔میں فقط یہ کہتا ہوں کہ اگر اس مسئلے کے باب کو ختم کرنے کے لئے اور ایک نیا باب کھولنے کے لئے، نئی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے، آگے بڑھنے کے لئے اور قومی مفاد کو محفوظ رکھنے کے لئے اور پاکستان کے حالات کو معمول پر رکھنے کے لئے اس مسئلے کی بابت ہی نہیں بلکہ دُوسرے مسائل کی بات بھی، ہمیں ان اُمور کو خفیہ رکھنا ہوگا۔میں ایوان پر یہ بات عیاں کردینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کے حل کو، دُوسرے

کئی مسائل پر تبادلۂ خیال اور بات چیت اور مفاہمت کے لئے نیک شگون سمجھنا چاہئے۔ ہمیں اُمید رکھنی چاہئے کہ یہ حل ہمارے لئے خوشی کا باعث ہے، اور اَب ہم آگے بڑھیں گے اور تمام نئے قومی مسائل کو مفاہمت اور سمجھوتے کے جذبے کے تحت طے کریں گے۔

جنابِ اسپیکر! میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس معاملے کے بارے میں میرے جو اِحساسات تھے میں انہیں بیان کر چکا ہوں۔ میں ایک بار پھر دُہراتا ہوں کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے، یہ ایک فیصلہ ہے جو ہمارے عقائد سے متعلق ہے، اور یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے باہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کچھ فیصلہ کر سکتا، اور میرے خیال میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اس مسئلے کو دوامی طور پر حل کرنے کے لئے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فیصلہ ہو سکتا تھا۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں، جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں، ہم یہ توقع بھی نہیں کر سکتے کہ اس مسئلے کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہو سکیں گے جو گزشتہ نوّے سال سے حل نہیں ہو سکا۔ اگر یہ مسئلہ آسان ہوتا اور ہر ایک کو خوش رکھنا ممکن ہوتا، تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہو گیا ہوتا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکا۔ ۱۹۵۳ء میں بھی یہ ممکن نہیں ہو سکا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ۱۹۵۳ء میں حل ہو چکا تھا، وہ لوگ اصل صورتِ حال کا صحیح تجزیہ نہیں کر سکے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فیصلے پر نہایت ناخوش ہوں گے۔ اب میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کروں۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل المیعاد مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کر لیا گیا ہے۔ آج یہ لوگ ناخوش ہوں گے، ان کو یہ فیصلہ پسند نہ ہوگا، ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہوگا، لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور مفروضے کے طور پر اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہئے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہوا اور ان کو آئینی حقوق کی ضمانت حاصل ہو گئی۔ مجھے یاد ہے جبکہ

حزبِ مخالف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی تو انہوں نے ان لوگوں کو مکمل تحفظ دینے کا ذِکر کیا تھا جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے۔ ایوان اس یقین دہانی پر قائم ہے۔ یہ ہر پارٹی کا فرض ہے، یہ حکومت کا فرض ہے، حزبِ مخالف کا فرض ہے، اور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کریں۔ اسلام کی تعلیم رواداری ہے، مسلمان رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں، اسلام نے فقط رواداری کی تبلیغ ہی نہیں کی، بلکہ تمام تاریخ میں اسلامی معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔ اسلامی معاشرے نے اس تیرہ و تاریک زمانے میں یہودیوں کے ساتھ بہترین سلوک کیا، جبکہ عیسائیت ان پر یورپ میں ظلم کر رہی تھی، اور یہودیوں نے سلطنتِ عثمانیہ میں آ کر پناہ لی تھی۔ اگر یہودی دُوسرے حکمران معاشرے سے بچ کر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے، تو پھر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے، ہم مسلمان ہیں، ہم پاکستانی ہیں، اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں، تمام لوگوں اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔

جنابِ اسپیکر صاحب! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ آپ کا شکریہ۔

***

قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں

حکومتِ پاکستان کی توثیق (۱۹۸۲ء)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قادیانی فرقے سے تعلق رکھنے والے افراد کی آئینی حیثیت کے متعلق مختلف حلقوں میں کچھ عرصے سے شبہات کا اِظہار کیا جارہا ہے۔ ان شبہات کو دُور کرنے کی غرض سے صدرِ مملکت نے گزشتہ ماہ کی بارہویں تاریخ کو ترمیم دستور (اِستقرار) کا فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء (صدارتی فرمان نمبر ۸ مجریہ سال ۱۹۸۲ء) جاری کیا تھا، جس کی رُو سے اِعلان کیا گیا ہے اور مزید توثیق کی گئی ہے کہ وفاقی قوانین (نظرِ ثانی و اِستقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) کے جدولِ اوّل میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت سے ان ترامیم کا جو اس کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کی حیثیت کے بارے میں عمل میں لائی گئی ہیں، تسلسل متأثر ہوا ہے اور نہ ہوگا اور وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء کے جزو کی حیثیت سے برقرار رہیں گی۔ نیز قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) ''غیر مسلم'' کے طور پر حیثیت تبدیل ہوئی ہے اور نہ ہوگی، اور وہ بدستور ''غیر مسلم'' ہیں۔ وضاحتی فرمان کے بعد عام حالات میں اس مسئلے کی نسبت چہ میگوئیوں کا سلسلہ بند ہوجانا چاہئے تھا مگر بایں ہمہ چند مفاد پرست عناصر حقائق کا رُخ موڑ کر اس ضمن میں بے چینی اور بے اِطمینانی کی فضا پیدا کرنے میں بدستور کوشاں نظر آتے ہیں۔ ان عناصر کی ریشہ دوانیوں کا مؤثر طریقے سے

سدِ باب کرنے کی خاطر اس مسئلے کی مزید صراحت اور وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مجلسِ شوریٰ کے گزشتہ اجلاس میں راجہ محمد ظفر الحق، قائم مقام وزیرِ قانون و پارلیمانی اُمور، نے قاری سعید الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق، ممبران وفاقی کونسل، کی جانب سے قادیانی کی قانونی حیثیت کے بارے میں پیش کردہ تحاریکِ اِلتواء کے متعلق مؤرخہ ۱۲/اپریل ۱۹۸۲ء کو ایک مفصل بیان دیا تھا۔

وزیرِ موصوف نے اس مسئلے کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل ۲۶۰ میں شق (۳) کا اِضافہ کیا گیا اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دِیا گیا۔ اس ضمن میں آرٹیکل ۱۰۶ کی شق (۳) میں صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم نشستوں کی تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے قادیانی فرقے کے افراد کو غیر مسلم اقلیت کے زُمرے میں شامل کیا گیا۔ متذکرہ بالا آئینی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد عوام کی نمائندگی کے ایکٹ مجریہ سال ۱۹۷۶ء میں دفعہ ۴۷-الف کا اِضافہ کیا جس کا تعلق غیر مسلم اقلیتی نشستوں سے ہے۔ اس جدید دفعہ ۴۷-الف میں بھی قادیانی گروپ سے متعلق افراد کو ''غیر مسلموں'' کے زُمرے میں شامل کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ تبدیلی بھی قادیانیوں کی آئینی حیثیت بطور ''غیر مسلم'' اقلیت متعین ہو جانے کی بنا پر معرضِ وجود میں آئی۔ اسی طرح ایوان ہائے پارلیمان و صوبائی اسمبلیوں کے (انتخابات) کے فرمان مجریہ سال ۱۹۷۷ء (فرمانِ صدر بعد از اعلان نمبر ۵ مجریہ سال ۱۹۷۷ء) میں بھی بذریعہ صدارتی فرمان نمبر ۱۷ مجریہ سال ۱۹۷۸ء ترمیم کر کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے اِنتخابات کے سلسلے میں اہلیت اور نااہلیت کے متعلق ''مسلم'' اور ''غیر مسلم'' کے الگ الگ زُمرے طے کر دیئے گئے جس کے نتیجے میں کوئی شخص اس وقت تک کسی اسمبلی کے اِنتخابات کے لئے اہل قرار نہیں پا سکتا جب تک کہ اس کا نام ''مسلمانوں'' یا ''غیر مسلموں'' کی نشستوں سے متعلق جداگانہ انتخابی فہرستوں میں سے کسی

ایک میں درج نہ ہو۔

بعد ازاں فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء جاری کرتے وقت بھی قادیانیوں کی متذکرہ بالا حیثیت بطور غیر مسلم برقرار رکھی گئی۔ چنانچہ فرمان عارضی دستور کے آرٹیکل ۲ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء جو فی الحال معطل ہے، کے کچھ آرٹیکل کو فرمان عارضی دستور کا حصہ بناتے وقت آرٹیکل ۲۶۰ کو بھی شامل کیا گیا۔ اس واضح قانونی پوزیشن کے باوجود کچھ حلقوں میں قادیانیوں کی آئینی و قانونی حیثیت کے متعلق شک کا اظہار کیا گیا، جسے دُور کرنے کے لئے فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء میں آرٹیکل نمبر ۱-الف کا اِضافہ کیا گیا جس کی رُو سے یہ قرار پایا کہ ۱۹۷۳ء کے دستور اور مذکورہ فرمان نیز تمام وضع شدہ قوانین اور دیگر قانونی دستاویزات میں مسلم اور غیر مسلم سے مراد وہی لی جائے گی جس کا ذِکر فرمانِ عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے حوالے سے ترمیم دستور (اِستقرار) کے فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء میں ہے۔ فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے آرٹیکل ۱-الف میں مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کرتے ہوئے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کو (جو خود کو "احمدی" کہتے ہیں) غیر مسلموں کے زُمرے میں شامل کیا گیا۔

وزیرِ موصوف نے وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے جدوَل میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت کا ذِکر کرتے ہوئے بتایا کہ عام طے شدہ مروّجہ طریقۂ کار کے مطابق وزارتِ قانون وقتاً فوقتاً ایک تنسیخی اور ترمیمی قانون کا نفاذ کرواتی ہے۔ جس کے ذریعے ان قوانین کو، جن سے مروّجہ قوانین میں ترمیم کی گئی ہو اور جو اپنا مقصد حاصل کر چکے ہوں، منسوخ کردیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی مروّجہ طریقۂ کار کے پیش نظر متذکرہ بالا وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء جاری کیا گیا۔ اس ضمن میں وزیرِ موصوف نے قانون عبارات عامہ بابت سال ۱۸۹۷ء کی دفعہ ۶-الف کا حوالہ دیتے

ہوئے بتایا کہ ہر وہ ترمیم جو کسی ترمیمی قانون کے ذریعے کسی دیگر قانون میں عمل میں لائی گئی ہو، ترمیمی قانون کی تنسیخ کے باوجود مؤثر رہتی ہے، بشرطیکہ ترمیمی قانون کی تنسیخ کے وقت وہ باقاعدہ طور پر نافذ العمل ہو۔ اس سے یہ بات واضح اور عیاں ہے کہ ترمیم کرنے والے قانون کی تنسیخ کے باوجود اس کے ذریعے معرضِ وجود میں آنے والی ترمیم زندہ اور مؤثر رہتی ہے اور ترمیمی قانون کا عدم اور وجود ایسی ترمیم کی بقا کے لئے یکساں ہے۔ اس لئے یہ کہنا قطعاً بجا نہ ہوگا کہ ترمیم اسی صورت میں باقی رہے گی جبکہ متعلقہ ترمیمی قانون کا وجود باقی رہے گا۔ ترمیمی قانون منسوخ کر دیا جائے یا موجود رہے، ترمیم بہرحال نافذ العمل رہتی ہے۔ چنانچہ دستور (ترمیم ثانی، ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی وفاقی قوانین (نظر ثانی واستقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کی جدولِ اوّل میں شمولیت سے مذکورہ ترمیمی قانون کے ذریعے سے کی جانے والی ترامیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور وہ بدستور قائم اور رائج ہیں۔ ان سب اُمور کے باوصف اس مسئلے کو پھر سیاسی رنگ دینے اور اِبہام پیدا کرنے کی ناجائز کوشش جاری رہی۔ لہٰذا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے ”ان مقامات سے بھی بچنا چاہئے جہاں تہمت لگنے کا اندیشہ پایا جائے۔“ مذکورہ بالا شک واِبہام کو دُور کرنے کے لئے حکومت نے ایک مزید قدم اُٹھایا اور صدرِ مملکت نے ایک انتہائی واضح اور مکمل فرمان جاری کیا جو کہ صدارتی فرمان نمبر ۸ مجریہ سال ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا متن حسبِ ذیل ہے:-

چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں ترامیم کی گئی تھیں تاکہ صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی کی غرض سے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص (جو خود کو ”احمدی“ کہتے ہیں) کو غیر مسلموں میں شامل کیا جائے اور تاکہ یہ قرار دیا جائے کہ کوئی شخص جو خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان نہ رکھتا ہو، یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی

مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعوے دار ہو، یا ایسے دعوے دار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو، دستور یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔

اور چونکہ فرمانِ صدر نمبر ۱۷ مجریہ سال ۱۹۷۸ء کے ذریعے من جملہ اور چیزوں کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم بشمول قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) مناسب نمائندگی کے لئے حکم وضع کیا گیا تھا۔

اور چونکہ فرمان عارضی دستور ۱۹۸۱ء (فرمان سی-ایم-ایل-اے نمبر۱ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) نے مذکورہ بالا دستور کے ایسے اَحکام کو جو متعلقہ تھے اپنا جز و قرار دیا تھا۔

اور چونکہ مذکورہ بالا فرمان میں واضح طور پر لفظ ''مسلم'' کی تعریف کی گئی ہے جس سے ایسا شخص مراد ہے جو وحدت و توحیدِ قادرِ مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ اِیمان رکھتا ہو، نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو، یا جو دعویٰ کرے اور لفظ ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو، جس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

اور چونکہ وفاقی قوانین (نظرثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) مُسلَّمہ طریقۂ کار کے مطابق اور مجموعہ قوانین سے ایسے قوانین کو بشمول مذکورہ بالا ایکٹ نکال دینے کے مقصد سے جاری کیا گیا تھا، جو اپنا مقصد حاصل کر چکے تھے۔

اور چونکہ جیسا کہ مذکورہ بالا آرڈیننس میں واضح طور پر قرار دِیا گیا ہے، مذکورہ بالا دستور یا دیگر قوانین کے متن میں جو ترامیم مذکورہ بالا ایکٹ یا دیگر ترمیمی قوانین کے ذریعے

کی گئی ہیں مذکورہ بالا آرڈیننس کے اجراء سے متاثر نہیں ہوئی ہیں۔

لہٰذا، اب ۵؍جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اِختیارات کو اِستعمال کرتے ہوئے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے قانونی صورتِ حال کے استقرار اور اس کی مزید توثیق کے لئے حسبِ ذیل فرمان جاری کیا ہے:-

(ا) مختصر عنوان اور آغازِ نفاذ:- (ا) یہ فرمان ترمیم دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہوگا۔ (۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(۲) استقرار:- بذریعہ ہذا اعلان کیا جاتا ہے اور مزید توثیق کی جاتی ہے کہ وفاقی قوانین (نظرثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) کی جدوَلِ اوّل میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۱۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت سے، جس کی رُو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کی گئی تھیں۔

(الف) مذکورہ بالا ترامیم کا تسلسل متاثر نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا جو مذکورہ بالا دستور کے جزو کی حیثیت سے برقرار ہیں یا

(ب) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) غیر مسلم کے طور پر حیثیت تبدیل نہیں ہوئی ہے اور نہ ہوگی اور وہ بدستور غیر مسلم ہیں۔

متذکرہ بالا متن سے ظاہر ہے کہ قادیانیوں کی آئینی و قانونی حیثیت بطور غیر مسلم قطعی پر مُسلّمہ اور قائم ہے۔ کچھ حلقوں نے اس اندیشے کا اِظہار کیا ہے کہ متذکرہ بالا صدارتی فرمان اور فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء چونکہ عارضی قانونی اقدامات ہیں، لہٰذا ان کے منسوخ ہوجانے پر مسلم اور غیر مسلم کی تعریف جو فرمانِ عارضی دستور کے آرٹیکل نمبر ۱-الف میں بیان کی گئی ہے، بھی ختم ہو جائے گی اور چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) جس کی رُو سے ۱۹۷۳ء کے دستور

میں ترامیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے ذریعے منسوخ ہو چکا ہے، اس لئے دستور کے بحال ہونے پر قادیانیوں کی قانونی و آئینی حیثیت اسی طرح ہو گی جیسی کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کے نفاذ سے پیشتر تھی۔

جیسا کہ مفصل بیان کیا جا چکا ہے، دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کی رُو سے جو ترامیم ۱۹۷۳ء کے دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ و آرٹیکل ۱۰۶ میں عمل میں لائی گئی تھیں وہ بدستور قائم اور نافذ ہیں۔

شائع کردہ

وزارتِ اطلاعات ونشریات

محکمہ فلم ومطبوعات، اسلام آباد

۱۸ مئی ۱۹۸۲ء

***

نئے آرڈیننس کا اِجراء

(۱۹۸۴ء)

قادیانیوں کی اسلام دُشمن سرگرمیاں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

صدرِ مملکت نے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اور قانون میں ترمیم کے لئے ایک آرڈیننس بنام قادیانی گروپ، لاہوری گروپ، اور احمدیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیاں (امتناع وتعزیر) ۱۹۸۴ء نافذ کیا ہے۔ یہ آرڈیننس ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو نافذ کیا گیا ہے۔

تعزیراتِ پاکستان میں دفعہ ۲۹۸-بی کا اِضافہ کیا گیا ہے، جس کی رُو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ کے کسی بھی ایسے شخص کو جو زبانی یا تحریری طور پر یا کسی فعل کے ذریعے مرزا غلام احمد کے جانشینوں یا ساتھیوں کو ''امیر المؤمنین'' یا ''صحابہ'' یا اس کی بیوی کو ''اُمّ المؤمنین'' یا اس کے خاندان کے افراد کو ''اہلِ بیت'' کے الفاظ سے پکارے یا اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کہے، تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جاسکتا ہے۔

اس دفعہ کی رُو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ یا احمدیوں کے ہر اس شخص کی بھی یہی سزا ہوگی جو اپنے ہم مذہب افراد کو عبادت کے لئے جمع کرنے یا بلانے کے لئے اس طرح کی اَذان کہے یا اس طرح کی اَذان دے جس طرح کہ مسلمان دیتے ہیں۔

ایک نئی دفعہ ۲۹۸-سی کا تعزیراتِ پاکستان میں اِضافہ کیا گیا ہے، جس کی رُو سے متذکرہ گروپوں میں سے ہر ایسا شخص جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان

ظاہر کرے اور اپنے عقیدے کو اِسلام کہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دُوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی انداز میں مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرے، اس سزا کا مستحق ہوگا۔

اس آرڈیننس نے قانونِ فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹-اے میں بھی ترمیم کردی ہے جس کی رُو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اِختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے اخبار، کتاب اور دیگر دستاویز کو جو کہ تعزیراتِ پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی، کو ضبط کرسکتی ہے۔

اس آرڈیننس کے تحت سب پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ میں بھی ترمیم کردی گئی ہے جس کی رُو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اِختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کردے جو تعزیراتِ پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے۔ اس اخبار کا ڈکلیریشن منسوخ کردے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کرلے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رُو سے پابندی ہے۔

آرڈیننس فوری طور پر نافذ ہوگیا ہے، آرڈیننس کا متن مندرجہ ذیل ہے۔

❋❋❋

آرڈیننس نمبر ۲۰

مجریہ ۱۹۸۴ء

قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلافِ اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کرنے کا آرڈیننس۔

چونکہ یہ قرینِ مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلافِ اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بنا پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہوگیا ہے۔

لہٰذا اَب ۵/جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسبِ ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے۔

حصہ اوّل

اِبتدائیہ

مختصر عنوان اور آغازِ نفاذ

(۱) یہ آرڈیننس قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (اِمتناع وتعزیر) آرڈیننس ۱۹۸۴ء کے نام موسوم ہوگا۔

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲-آرڈیننس عدالتوں کے اَحکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا

اس آرڈیننس کے اَحکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود مؤثر ہوں گے۔

حصہ دوم

مجموعہ تعزیراتِ پاکستان

(ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی ترمیم

۳-ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء میں نئی دفعات

۲۹۸-ب اور ۲۹۸-ج کا اِضافہ

مجموعہ تعزیراتِ پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵، ۱۸۶۰ء میں باب ۱۵ میں، دفعہ ۲۹۸-الف کے بعد حسبِ ذیل نئی دفعات کا اِضافہ کیا جائے گا۔ یعنی......

۲۹۸-ب-بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لئے

مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز اِستعمال

(۱) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو "احمدی" یا کسی دُوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے:

(الف) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المؤمنین، خلیفۃ المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر

منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجۂ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو اُمّ المؤمنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان (اہلِ بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہلِ بیت کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(د) اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے، تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدّت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

(۲) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو "احمدی" یا کسی دُوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو اَلفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اَذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اَذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدّت کے لئے دی جائے گی جو تین سال ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸-ج، قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے۔

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو "احمدی" یا کسی دُوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اِسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دُوسروں کو اپنا مذہب

قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے۔ کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے، اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

حصہ سوم

مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۹۸۹ء

(ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) کی ترمیم

۴-ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹-الف کی ترمیم

مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) میں جس کا حوالہ بعدازیں مذکورہ مجموعہ کے طور پر دیا گیا ہے دفعہ ۹۹-الف میں، ذیلی دفعہ (۱) میں:

(الف) الفاظ اور سکتہ ''اس طبقہ کے'' کے بعد الفاظ، ہندسے، قوسین، حرف اور سکتے ''اس نوعیت کا کوئی مواد جس کا حوالہ مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ کی ذیلی دفعہ (۱) کی شق (ی ی) میں دیا گیا ہے'' شامل کردیئے جائیں گے، اور

(ب) ہندسہ اور حرف ''۲۹۸-الف کے بعد الفاظ، ہندسے اور حرف یا دفعہ ۲۹۸-ب یا دفعہ ۲۹۸-ج شامل کردیئے جائیں گے۔

ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی جدولِ دوم کی ترمیم

مذکورہ مجموعہ میں جدولِ دوم میں دفعہ ۲۹۸-الف سے متعلق اندراجات کے بعد حسبِ ذیل اندراجات شامل کردیئے جائیں گے، یعنی:-

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۲۹۸-ب	بعض مقدس شخصیات کے لئے مخصوص القاب، اوصاف اور خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ناقابل ضمانت	تین سال کے لئے کسی ایک قسم کی سزائے قید اور جرمانہ	ایضاً
۲۹۸-ج	قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

حصہ چہارم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء

(مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء کی ترمیم)

۶-مغربی پاکستان آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ کی ترمیم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء) میں دفعہ ۲۴ میں ذیلی دفعہ (۱) میں شق (ی) کے بعد حسب ذیل نئی شق شامل کردی جائے گی، یعنی:-

"(ی ی) ایسی نوعیت کی ہوں جن کا حوالہ مجموعہ تعزیراتِ پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی دفعات ۲۹۸-الف، ۲۹۸-ب یا ۲۹۸-ج میں دیا گیا ہے،" "یا"

شائع کردہ

محکمہ فلم و مطبوعات، وزارتِ اطلاعات و نشریات

اسلام آباد، پاکستان ۱۹۸۴ء

***

وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(فرمانِ باری تعالیٰ)

اور لیکن آپ ﷺ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں

ختمِ نبوّت کامل

جس میں ایک سو سے زائد آیاتِ قرآنی اور دو سو دس احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ اُمت اور سینکڑوں اقوالِ صحابہؓ و تابعینؒ وائمۂ دِین سے مسئلۂ ختمِ نبوّت کے ہر پہلو کو واضح کیا گیا ہے، اور شبہات کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتیٔ اعظم پاکستان

مکتبۂ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)

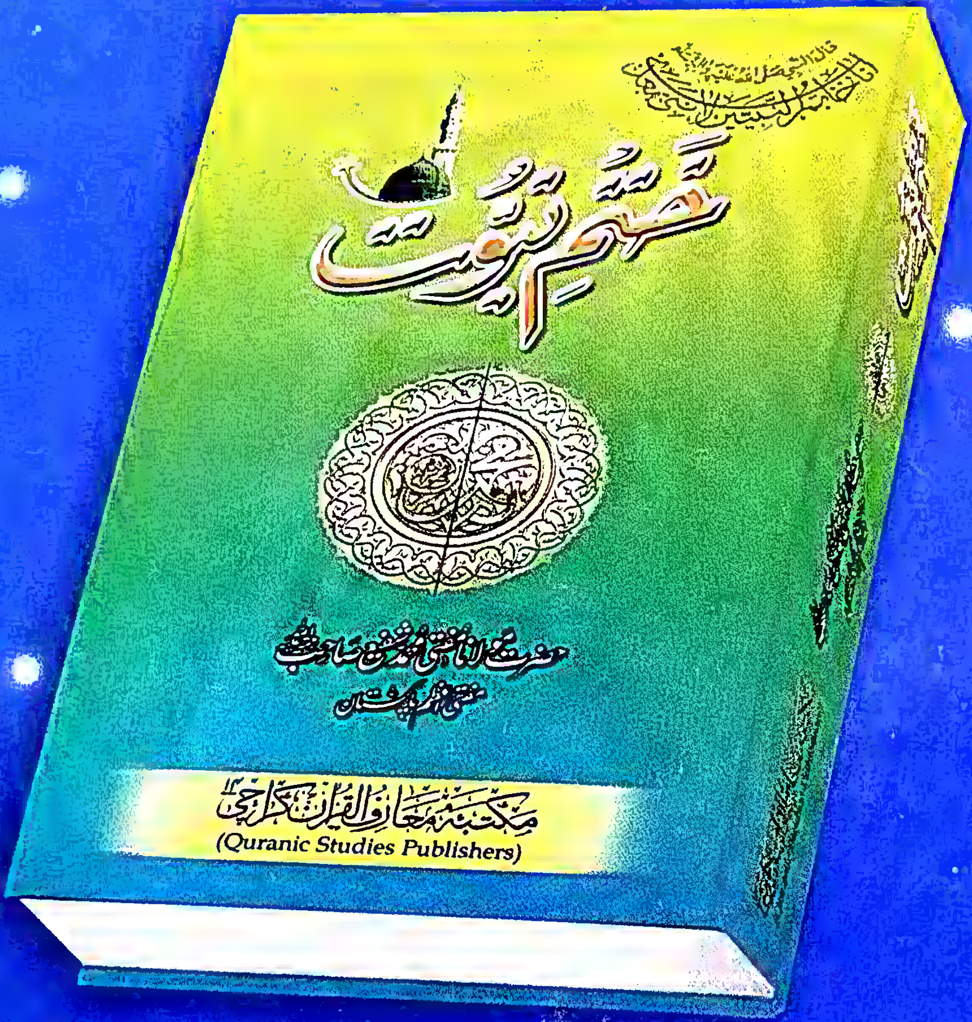

مکتبہ معارف القرآن کراچی

(Quranic Studies Publishers)

www.maktabamaarifulquran.com